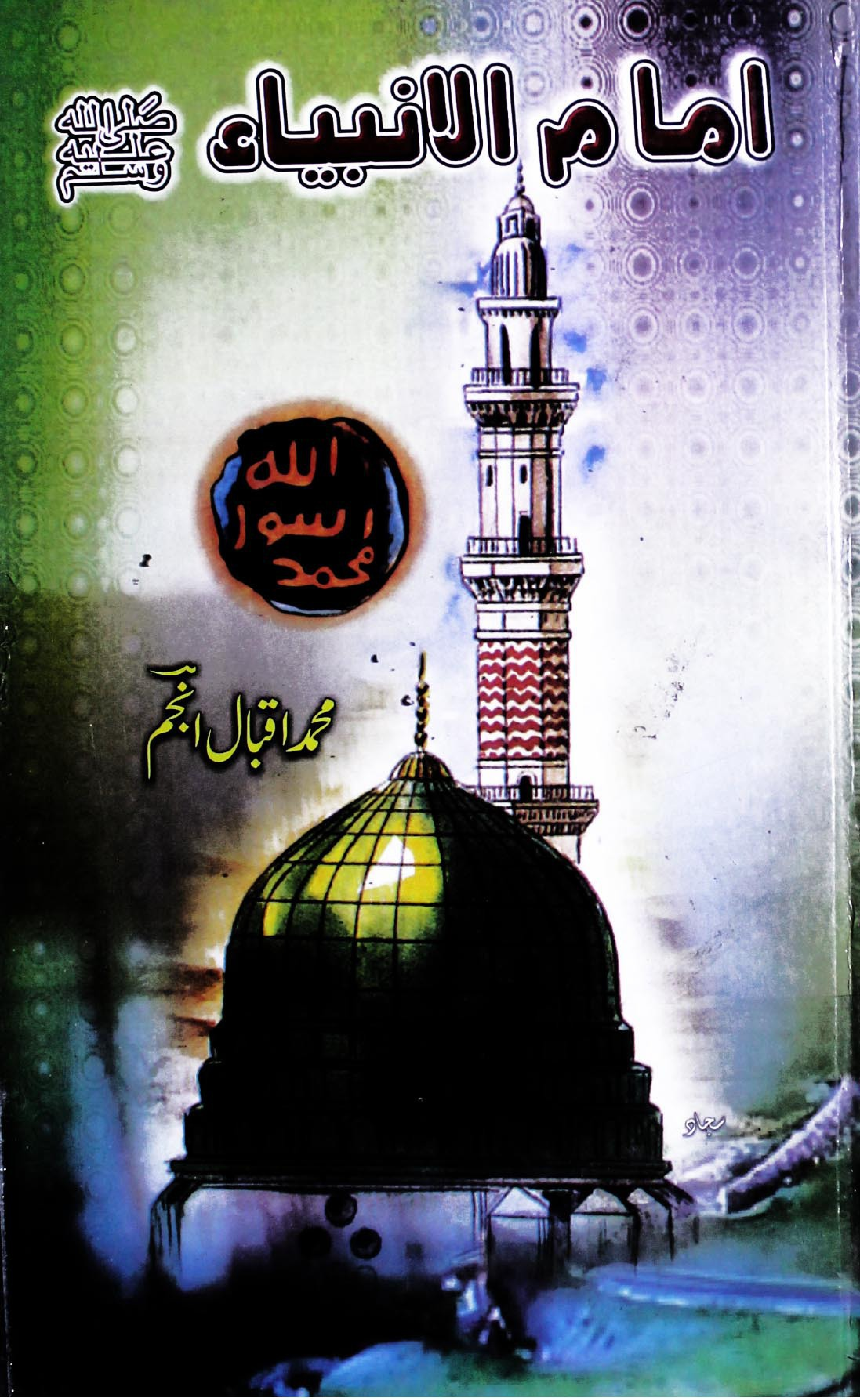
امام الانبیاء
صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ
رسول
محمد
محمد اقبال انجم
سجاد

Marfat.com

Marfat.com

حکومتِ آزاد کشمیر سے ایوارڈ یافتہ

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

محمد اقبال انجم

FAA

فروغِ ادب اکادمی

لاہور — گوجرانوالہ — اسلام آباد

Marfat.com

11136

خوبصورت، معیاری اور

دیدہ زیب کتابوں کا اہم مرکز

F A A

جملہ حقوق محفوظ ھیں

نام کتاب	:	امام الانبیاء ﷺ
مصنف	:	محمد اقبال انجم
سال اشاعت	:	۲۰۰۶ء
تعداد	:	۵۰۰
قیمت	:	[redacted] روپے
کمپوزنگ	:	نجمی کمپوزنگ سنٹر
ناشر	:	فروغِ ادب اکادمی

۸۸۔بی، سیٹلائٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ

فون: ۰۵۵۔۳۲۵۱۶۰۳

سٹاکسٹ: تخلیقات۔علی پلازہ۔۳۔مزنگ روڈ۔لاہور

Marfat.com

انتساب

ختم المرسلین، رحمتہ اللعالمین، شفیع المذنبین

راحت العاشقین، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

کے اُن غلاموں کے نام

جنہوں نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع فروزاں کی

Marfat.com

فہرست

☆ غارِ حرا کی حاضری کا انعام ۔ محمد انور خاں ۔ 5
☆ ورفعنا لک ذکرک ۔ محمد اقبال نجمی ۔ 7
☆ ماحصل ۔ محمد اقبال انجم ۔ 11
☆ حسنِ کامل ﷺ ۔ 15
☆ تھا ۔۔ جن کا انتظار ۔ 35
☆ مرکزِ عشق و وفا ﷺ ۔ 55
☆ صاحبِ اسرار ﷺ ۔ 77
☆ سیرتِ پیغمبر ﷺ ہی کیوں ۔ 97
☆ عہدِ نبوی ﷺ کے خطاب یافتہ ۔ 121
☆ امام الانبیاء ﷺ ۔ 145
☆ رسولِ خدا ﷺ کے دشمن ۔ 157
☆ حضور ﷺ کا معاشرتی انقلاب ۔ 173
☆ غزوہ تبوک، معجزوں اور امتحانوں کا سفر ۔ 193
☆ حضور ﷺ کی جنگی فراست ۔ 217

Marfat.com

غارِ حرا کی حاضری کا انعام

تحریر: محمد انور خاں

انسانِ کامل، امام کامل، امام الانبیا ﷺ۔ بانوے کا عدد تمام اعداد کا امام ہے۔ آپؐ سرکار کا اسم گرامی محمد ﷺ بانوے کے عدد کا مظہر ہے۔ محمد اقبال انجم کو سیرت پاک بعنوان امام الانبیاء لکھنے کی سعادت 1992ء کو میسر آئی۔ اس وقت سے آپ سرکار ﷺ کی محبت کا دم بھرنے والے اس کتاب سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ ماحاصل میں محمد اقبال انجم لکھتے ہیں۔ ''آپ ﷺ کی رحمت اور شفقت میری نگہبان ہے۔ شوق میرا راہوار ہے اور عشق میرا مرشد ہے۔ جنہیں میں نے آپؐ کے قدموں پر نثار کر دیا ہے۔ کیونکہ کائنات کا ہر ذرۂ آپ ﷺ سے وابستہ ہونے کو بیقرار ہے۔''

یہ وابستگی وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی چلی گئی اور اب محمد اقبال انجم کی یہ حالت ہے کہ وہ اپنی آخری سانسیں مدینہ پاک کی فضاؤں میں لینے کا آرزومند ہے۔ یہ محبت کی انتہا ہوتی ہے جب انسان اپنی جان اپنے محبوب پاک ﷺ کے قدموں میں نثار کرنے کا خواہش مند ہو۔ محمد اقبال انجم کی پہچان یہ کتاب امام الانبیا ﷺ ان کے لئے سرمایہ حیات ہے، جب اپنے وقت کے ولی کامل جناب مولوی یٰسین صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ میری یادداشت ماند پڑ چکی ہے۔ آپ جب ملاقات کے لئے آئیں تو میرے کان میں لفظ امام الانبیا ﷺ کہہ دیں، میں سمجھ جاؤں گا کہ محمد اقبال انجم ملنے آیا ہے، یہ بڑے اعزاز کی بات ہے۔ محمد اقبال انجم اب اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن چند اضافوں کے ساتھ لا رہے ہیں تاکہ مختلف کتابوں میں شامل کیے گئے حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مقدس کے مختلف پہلوؤں کو یکجا کیا جا سکے۔''

حضرت واصف علی واصفؒ فرماتے ہیں کہ ''جب اللہ تعالیٰ کسی پر بہت مہربان ہوتا ہے تو اسے اپنے محبوب پاک ﷺ کی محبت عطا کر دیتا ہے۔ یہی وہ محبت ہے جس کی تفصیل ہمیں اس کتاب کے مختلف ابواب میں پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر محمد جہانگیر تمیمی صاحب فرماتے ہیں۔''

محبت کا مقصود محبوب کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ہے اور اس مقصد کا حصول اس کتاب کے مطالعہ سے ہمیں بہ طریق احسن ملتا ہے۔ محمد اقبال انجم نے واقعات سیرت کو اس خوبصورت طریقے اور بہترین طرز بیان سے قلم بند کیا ہے کہ قاری پڑھتا چلا جائے اور اس سے فیضیاب ہوتا جائے۔ اس سے ایسا جذبۂ محبت بیدار ہوتا ہے کہ دل خود بخود عمل کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ میرے نزدیک یہ بڑے احسان کی بات ہے اور ہم محمد اقبال انجم کے احسان مند رہیں گے کہ انہوں نے ہماری خوابیدہ محبت کو بیدار کیا ہے اور عمل کو نہ صرف اپنے لئے بلکہ دوسروں کے لئے بھی آسان کر دیا ہے۔ اللہ پاک انہیں بھی آسانیاں عطا فرمائے کہ انہوں نے بھی صحابہ کرامؓ کی پیروی میں آپ سرکار ﷺ کی سیرت پاک کے پیارے پیارے رنگ اُجاگر کئے ہیں۔ ایک جگہ یوں اظہار کرتے ہیں کہ ''حضور نبی اکرم ﷺ کو مخلص اور جانثار صحابہؓ کی ایسی کثیر تعداد عطا کی گئی جنہوں نے آپ کے وصال کے بعد بھی اسلامی سلطنت کے قیام و توسیع کے ساتھ ساتھ آپ کی تعلیمات کے ہر پہلو بلکہ آپ کی گفتگو کے ہر حرف کی اپنی جان اور اولاد سے بھی بڑھ کر حفاظت کو

Marfat.com

مقدس فرض سمجھ کر اقصائے عالم تک پہنچانے کی سعی عظیم کی۔

محمد اقبال انجم نے بھی اپنی محبت، نسبت اور شوق کو بروئے کار لاتے ہوئے حق وفا ادا کر دیا ہے۔ کیونکہ قدرت اگر قلم کی طاقت عطا فرمائے اور وہ یوں عوام الناس تک خیر بانٹ دے تو مالک کائنات خوش ہو کر دین و دنیا سنوار دیتے ہیں۔ یہ خالص مشاہدے کی بات ہے کہ جس کسی نے بھی غار حرا میں حاضری لگوائی اسے اللہ پاک نے کسی نہ کسی انعام سے ضرور نوازا۔ ایک مدت تک آپ سرکا ﷺ غارِ حرا میں تشریف فرما رہے اور وہیں حضرت جبرئیلؑ وحی لے کر حاضر ہوئے۔ محمد اقبال انجم کو بھی غارِ حرا میں حاضری نصیب ہوئی اور وہ امام الانبیا ﷺ جیسی تصنیف کا شرف پا گئے۔ آپ کتاب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی تعریف میں یوں رقمطراز ہیں۔ ''تمام انبیاءؑ کی علیحدہ علیحدہ صفات خدا نے آپ ﷺ کی ذات اقدس میں یکجا کر دی تھیں۔ آپ عبادت گزار ایسے تھے کہ رات کی راحتیں قیام و سجود پر نثار کر دیتے۔ امن پسند ایسے کہ جان کے دشمنوں کیلئے بھی آپ کی زبان مبارک سے دعائیں نکلتی تھیں، فصیح ایسے تھے کہ قادر الکلامی آپ کی بلائیں لیتی۔ آقا ﷺ ایسے تھے کہ غلام اپنے ماں باپ آپؐ پر نثار کر دیتے۔ شوہر ایسے تھے کہ بیویاں آپ کے حسنِ اخلاق کی قسم کھاتیں۔ خطیب ایسے کہ عیار اپنی چوکڑیاں بھول جاتے۔ آپ انسان ایسے تھے کہ افضل البشر کہلائے اور نبی ایسے تھے کہ امام الانبیا ﷺ ٹھہرے۔ تقریباً گیارہ برس قبل محمد اقبال انجم نے حسن کامل ﷺ کی شان میں ایک رباعی لکھی تھی جو مکمل طور پر آپ سرکارؐ سے محبت اور عقیدت کی عکاسی کرتی ہے۔

حسن و جمال آپؐ کا ہے سب سے باکمال
خلقِ عظیم آپؐ کا ہے سب سے بے مثال
فرما دیا جو آپؐ نے ہے سب سے معتبر
حسنِ کلام آپؐ کا ہے اب بھی لازوال

محمد اقبال انجم دانشور ہیں۔ وطن سے محبت کرتے ہیں۔ اعلیٰ پایۂ کے ادیب ہیں۔ سیاحت کا شوق رکھتے ہیں۔ اقبالؒ شناس ہیں اور اسی لئے عاشق رسول ﷺ ہیں۔ کالم نویسی کے ذریعے بھی روزمرہ کے مسائل پر روشنی ڈالتے ہیں۔ دردِ دل کو کھول کر بیان کرتے ہیں۔ ان کی تحریر میں جہاں روانی ہوتی ہے وہاں تاثیر بھی ملتی ہے۔ ان کے نزدیک تمام مسائل کا حل آپ سرکا ﷺ کی محبت میں پوشیدہ ہے۔ کیونکہ ان کے بقول ''آپ ﷺ کے فیضان نے پہاڑوں کو نوازا۔ کوہِ احد، غار ثور اور غارِ حرا آج بھی تاریخ کے اوراق میں آپ کے قدموں کے نور سے روشن ہیں۔ درخت آپ کی شفقت کے شاہد ہیں۔ کڑوے پانی کے چشمے آپ کے لطف و کرم سے شیریں ہو گئے۔ جانور اور پرندے بھی جن کے ابر کرم سے نہال ہو گئے۔ وہیں آپؐ انسانوں کے لئے بھی سایۂ عاطفت اور آسمانی رحمت تھے جو صرف مکہ مکرمہ یا صرف عرب کی نہیں بلکہ پوری کائنات کی کایا پلٹنے آئے تھے۔

پائیں ہیں تمدنِ نے ضیائیں ترے دم سے
روشن ہیں ترے فیض سے تاریخ کے اوراق

حفیظ تائب

◐◐◐

Marfat.com

ورفعنالک ذکرک

محمد اقبال نجمی

سیرت النبی ﷺ ایسا موضوع ہے جو کہ ہر دور میں اہلِ قلم کے لیے محبوب موضوع رہا ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ کے انوار ہر ساعت بلندیوں کو چھو رہے ہیں اور آپ ﷺ کی رہنمائی کے نقوش زمانہ کی گردش کے باوجود ہر ذی روح کے کام آ رہے ہیں اور اسے آرام وسکون دینے کا باعث بن رہے ہیں۔ سیرت مبارکہ پیش کرنے کی ہر کاوش اللہ تعالیٰ کے طرف سے اپنے محبوب ﷺ کو رفعتوں سے ہم کنار کرنے والے اِس فرمان عالیشان ''ورفعنا لک ذکرک'' کی نوید بن کر سامنے آ رہی ہے کہ اے نبیؐ ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔

سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر عربی، فارسی کے علاوہ اُردو زبان میں جو کام منصۂ شہود پر آ چکا ہے اُس کا جائزہ لینے سے دل کو کچھ تسلی تو ہوتی ہے مگر پھر بھی تشنگی کا ایک احساس ہر لحظہ موجود رہتا ہے اور کسی نئے اور بہتر کام کے منظر عام پر آنے کی اُمید دل میں نئے چراغ روشن کیے دیتی ہے۔ سیرتِ نبی رحمت ﷺ کے حوالے سے اب تک جو کتابیں شائع ہوئیں اُن میں امام الانبیاء ایک خوبصورت اور اہم اضافہ ہے۔

سیرت النبی ﷺ کے انوار بکھیرنے والا یہ چراغ ۱۹۹۲ء میں روشن ہوا اور ہمارے عزیز دوست محمد اقبال انجم نے سیرت النبی ﷺ کے چند گوشوں پر قلم اُٹھانے کی جو سعی کی تھی وہ کتابی صورت میں امام الانبیاءؑ کے نام سے سامنے آ گئی۔ اُن کی اس کاوش کو علمی، اَدبی اور فکری حلقوں میں بہت سراہا گیا۔ محمد اقبال انجم نے سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے جن موضوعات کا احاطہ کیا اُن میں ''تھا جن کا انتظار'' ''مرکز

Marfat.com

عشق ووفا' صاحبِ اسرار، سیرت پیغمبر اسلام ہی کیوں، عہد نبوی ﷺ کے خطاب یافتہ، امام الانبیا ﷺ، رسول خدا ﷺ کے دشمن، حضور ﷺ کا معاشرتی انقلاب اور حضور ﷺ کی جنگی فراست جیسے مضامین شامل تھے۔ محمد اقبال انجم صاحب امام الانبیا ﷺ کے اس دوسرے ایڈیشن میں جن موضوعات کا اضافہ کر رہے ہیں اُن میں حسنِ کامل اور غزوہ تبوک معجزوں اور امتحانوں کا سفر شامل ہیں۔

محمد اقبال انجم کا اَدبی سفر ایک انشائیہ نگار کی صورت میں شروع ہوا۔ ''خوشبو کے قافلے'' اُن کے انشائیوں کا مجموعہ شائع ہوا تو انہیں خوب پذیرائی حاصل ہوئی۔ وہ ایک اچھے نثر نگار کے حوالے سے قبولیت کی سند پا چکے تھے، ازاں بعد انہیں دیارِ الحرمین الشرفین کی حاضری کی سعادت حاصل ہوئی تو انہوں نے اس حاضری کے بعد اپنے جذبات کو ''شامِ وطن سے صبحِ حرم تک'' کی صورت میں اپنے سفر عمرہ کا خوبصورت اور دل پذیر سفر نامہ لکھ کر بیان کیا اور پھر انہیں سیرت مبارکہ لکھنے کے پاک اور اعلیٰ وارفع کام کے لیے منتخب کر لیا گیا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

سیرت مبارکہ کے موضوع پر انہوں نے امام الانبیا ﷺ لکھ کر نبی رحمت ﷺ کی زندگی کے چند گوشوں کا عکسِ منور پیش کرنے کی بہترین سعی کی اور اپنی اس کاوش میں انہوں نے تحقیق کے پہلو پر خصوصی توجہ دی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی تحریر میں خاص جاذبیت پیدا ہوئی، حسن اور رچاؤ جو پڑھنے والوں کے دلوں کو اپنی اثر پذیری سے رلا بھی دیتا ہے اور اس کی سچائی اور کاملیت ہمارے دلوں کو اس عقیدت سے بھی سرشار کرتی ہے جو ہمیں اپنے آقا و مولا امام الانبیا ﷺ کی ذات بالا صفات سے ہے۔ پیارے آقا ﷺ کی پیاری پیاری باتیں، آپ ﷺ کے ساتھ پیش آنے والے حالات وواقعات کو جس خوش اسلوبی اور عرق ریزی سے محمد اقبال انجم نے جمع کیا ہے اور اپنے موضوع کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے اس پر وہ مبارک باد کے مستحق ہیں موضوعات

Marfat.com

کا انتخاب کرتے ہوئے بھی محمد اقبال انجم نے خصوصی طور پر ایسے موضوعات تلاش کیے ہیں جن کو اس سے پہلے اس انداز سے پیش نہیں کیا گیا۔ یہاں محمد اقبال انجم کے مضامین سے دو اقتباس پیش کرتا ہوں، ملاحظہ فرمائیں۔

ایک دفعہ جب مالِ غنیمت کی حکمت آمیز تقسیم پر بعض لوگوں نے سوءِ ظن کو ہوا دینے کی کوشش کی تو حضور افصح العرب ﷺ نے نہایت رقت آمیز انداز میں انصار صحابہؓ سے فرمایا کہ "کیا آپ لوگ نہیں چاہتے کہ لوگ تو مال لے جائیں اور میں آپ کے حصے میں آؤں۔" یہ الفاظ دراصل اُسی عہد کی یاددہانی تھی جو انصار صحابہؓ نے حضور ﷺ سے بیعت کے موقع پر کیا تھا۔ جسے سن کر سب کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ واقعی حضور نبی آخرالزماں ﷺ کی ذات گرامی دنیا کی ہر چیز سے زیادہ انمول اور قیمتی ہے۔

غزوہ احد مسلمانوں کا بہت بڑا امتحان تھا۔ کوہ احد کے عقب سے کفار کا حملہ زبردست شکست اور حضور نبی کریم ﷺ کی شہادت کی افواہ نے نہ صرف مسلمانوں کے قدم اُکھاڑ دیئے بلکہ ان کے دل بھی توڑ کر رکھ دیئے لیکن جب وہ دل آویز اور حیات بخش صدا بلند ہوئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا مَنْ رَّجُلُ يَّشْرِى لَنَا نَفْسَه، "کون ہے جو میرے لیے اپنی جان فروخت کرے گا۔" یہ ارشاد سن کر زیادؓ بن السکن پانچ صحابہؓ کے ہمراہ حضور نبی ﷺ کی مدافعت میں حصار بن کر کھڑے ہو گئے اور ایک ایک کر کے آپ پر اپنی جانیں قربان کرتے رہے۔ زیادؓ زخموں سے چور ہو کر گر پڑے۔ حضور رحمت عالمؐ نے محبت سے فرمایا اُدْنُوْهُ مِنِّي انہیں میرے قریب کر دو۔ یہاں تک کہ ان کا رخسار حضورؐ کے زانوئے مبارک پر تھا کہ ان کی روح پرواز کر گئی۔

زخمیوں کی مرہم پٹی اور شہداء کی تدفین ہو رہی تھی تو اچانک حضور کاشف الاسرار ﷺ نے فرمایا کہ کون سعدؓ بن الربیع کی خبر لا سکتا ہے۔ ایک صحابی نے عرض کیا میں لا سکتا ہوں یا رسول اللہ ﷺ وہ اُنہیں شہداء کی لاشوں کے درمیان تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ شدید زخمی حالت میں زندگی کی آخری سانس لے رہے تھے لیکن موت کے

Marfat.com

قریب بھی وہ کسی کے متلاشی تھے۔ ان کی نگاہیں آخری جھپکی لینے سے پہلے کسی کے دیدار کے لیے بے قرار تھیں۔ جب اس حالت میں انہیں رحمت عالم ﷺ کا پیغام ملا تو بولے کہ "حضور ختم المرسلین ﷺ کو میرا اسلام پہنچا دینا اور عرض کرنا کہ میرا بدن زخموں سے چور ہے اور میری موت یقینی ہے۔ حضور ﷺ سے میرے لیے دعائے مغفرت کی التجا کرنا اور مسلمانوں کو بھی میرا پیغام دینا کہ "اگر تم میں آنکھ جھپکانے کی بھی سکت ہوئی اور پھر بھی حضور نبی عالم ﷺ دشمنوں کے ہاتھوں شہید کر دیئے گئے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمھارا کوئی بھی عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔"

امام الانبیاء ﷺ سیرت کے ایسے ہی بہت سے قیمتی واقعات کا مجموعہ ہے محمد اقبال انجم نے سیرت مبارکہ کا بہت گہرائی سے اور ڈوب کر مطالعہ کیا ہے انہوں نے سیرت کے حوالے سے لکھی جانے والی ہر معتبر کتاب کا ایک ماہر نقاد اور محقق کی طرح مطالعہ کیا اور پھر اپنے موضوعات کے حوالے سے ان میں سے معلومات اخذ کیں اور ان میں سے ایسے نثر پاروں کو جو ان کے مضامین سے متعلقہ تھے اپنے مضامین میں شامل کر کے اپنے قاری کو سیرت کے حوالے سے زیادہ بہتر سے بہتر مواد اور معلومات مہیا کرنے کی کوشش کی ہے۔ امام الانبیاء ﷺ میں محمد اقبال انجم کا اسلوب نگارش انتہائی موثر، سادہ، اور دل موہ لینے والا ہے۔ یہ کتاب انہوں نے سکالرز کے لیے نہیں بلکہ سیرت کے عام قارئین کے لیے لکھی ہے جو اسے عام فہم سمجھ کر اس سے بھرپور استفادہ کر سکیں اور اس میں شامل آقائے رحمت ﷺ کے قیمتی اور رہنما اصولوں کو سمجھ کر انہیں حرزِ جاں بنا سکیں۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ کریم ہم سب کو نبی رحمت ﷺ کے اُسوہ مبارکہ کے مطابق زندگیاں گزارنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

☆☆☆

Marfat.com

ماحاصل

محمد اقبال انجم

زمانہ صدیوں کی بساط پر پھیلا ہوا ہے۔ جس پر نعت گو اور سیرت نگاروں کا ایک طویل قافلہ اپنی اپنی چاہتوں اور عقیدتوں کے نذرانے لیے کائنات کے سب سے افضل انسان علیہ ﷺ کی چوکھٹ پر نچھاور کرتا چلا آرہا ہے۔ سیرت نگاروں نے خالق کائنات کی سجائی ہوئی بزمِ عشق و وفا کو سنت الٰہی کی تقلید میں ہمیشہ آباد رکھا ہے۔ کسی مجبوری کے عالم میں نہیں بلکہ شوق و ارادت کے جذبے سے اس چمن میں ہر رنگ کے پھول موجود ہیں۔ جن کی مہک قیامت تک کے لئے کائنات کے مشامِ جاں کو معطر کرتی رہے گی اور جن کے رنگ انسانیت کے لئے ہمیشہ نظر نواز رہیں گے۔

آج تک ہمارے بیشتر سیرت نگاروں نے کم و بیش ایک ہی انداز کو اپنائے رکھا یعنی وہ بعثت سے وصال تک کے تسلسل کو واقعات کے بست و کشاد کے ساتھ بیان کی لڑیوں میں پرونے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ لیکن آج ذوق مطالعہ کی کمی نے اس ضرورت کو اُجاگر کر دیا ہے کہ مختلف کتابوں میں بکھرے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات مقدس کے مختلف پہلوؤں کو یکجا کیا جائے تاکہ آپ کی شخصیت اور آپ کی سیرت کا بھرپور عکس ایک ہی جگہ میسر آسکے۔ میں نے اسی ضرورت کے تحت تیرہ عنوانات میں آپ کی حیات گرامی کے کئی گوشوں اور آپ کے کمالات کی کئی جہتوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی ہے۔

آج مسلمان دنیا اپنے اعمال اور غیر مسلموں کی ریشہ دوانیوں کے سبب پامال ہو رہی ہے جس کی وجہ سے مسلمان بطور مسلمان معذرت خواہی اور خفت کا شکار ہیں۔ غیر مسلم انہیں بنیاد پرستی کا طعنہ دے کر بدنام کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں لیکن مسلمان حقیقت میں بنیاد پرست نہیں رہے وہ اپنی بنیاد سے بہت دور جا چکے ہیں۔ ہماری بنیاد حضور رحمت عالم ﷺ کی محبت پر استوار ہے۔ کیونکہ ہمارا ایمان اس وقت

Marfat.com

تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک آپ کی محبت ہمارے ہر تعلق اور پسند و ناپسند پر غالب نہ ہو جائے۔ لیکن مسلمان قوم کی یہ کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ ان کے پیغمبر ﷺ زندگی بھر ہر حالت اور ہر مقام پر رَبِّ اُمّتی، رَبِّ اُمّتی پکارتے رہے لیکن آج آپ کی اُمت آپ کے بغیر مسلمان کہلانا چاہتی ہے۔ آپ کی ذات گرامی، آپ کی احادیث اور آپ کی سنت کے مقام اقدس کو شکوک و شبہات کے اندھیروں میں گم کرنے کی کوششوں کو برداشت ہی نہیں کرتی بلکہ خود بھی گم کرنے کے درپے ہے۔ آپ تو آفتاب کائنات ہیں۔ وقت کے بڑھتے ہوئے اندھیروں میں آپ کی ذات گرامی ہی نوید سحر ہے۔ آپ تو ایسا گوہر نایاب ہیں کہ زمانے کے بحر مواج صدیوں سے جس کے منتظر تھے۔ خود خالق کائنات نے یہ بزم ہستی صرف آپ کے لئے آباد کی اور اب تک یہ صرف آپ ہی کے لطف و کرم سے آباد ہے۔ آپ زمانے سے نہیں، زمانہ آپ کے طفیل زندہ ہے۔ زمانے کی ہر کروٹ آپ کے اسم گرامی کو تابندہ تر کرتی چلی جارہی ہے۔ آپ حیات ابدی حاصل کر چکے ہیں۔ آپ کو لوحِ ہستی سے محو کرنے والے خود مٹ جائیں گے۔ کیونکہ آپ آج بھی پوری انسانیت کے لئے پیشوائے اعظم ہیں۔ آپ آج بھی رہنمائے کائنات ہیں۔ آپ ہی اس کشتی نوح کے وارث ہیں اور آپ ہی فخرِ زمان ہیں، صدیاں گذرتے گذرتے تھک جائیں گی لیکن آپ کے نام لیوا کبھی نہیں تھکیں گے۔ ماہ و سال وقت کے سمندر میں غرق ہوتے رہیں گے لیکن آپ کی سیرت پاک شاہراہِ حیات کے سفر میں قیامت تک پائندہ رہے گی۔

میں نے اپنی پہلی کتاب ''خوشبو کے قافلے'' میں ''مقام تشکر'' کے تحت یہ لکھا تھا ''کہ میں اپنے پروردگار کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے فکر، قوت کار اور قلم عطا کیا ہے۔'' میں نے سیرت النبی ﷺ لکھ کر خدا کی عطا کردہ اس نعمت کا شکر ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیونکہ ہر چیز آپ سے وابستہ ہو کر حیات جاوداں حاصل کرسکتی ہے۔

مختار مسعود کہتے ہیں کہ ''حشر کے دن بہت سے لوگ بخشش کے لئے اعمال نامے ہی نہیں اپنی اپنی کتابیں لئے ہوئے بھی کھڑے ہوں گے۔'' سرسید کے ہاتھ میں ''مسدس حالی کا نسخہ ہوگا۔ سلطان جہاں بیگم نے ''سیرۃ النبویؐ'' کی جلدیں اٹھائی

Marfat.com

ہوں گی۔ حمید اللہ (والی بھوپال) کے ہاتھ میں ''ضرب کلیم'' ہوگی۔ مغفرت کے بھی خدا نے کیا کیا سامان پیدا کئے ہیں۔ بوصیریؒ نے حضور رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں قصیدہ پیش کر کے حسانؓ بن ثابت کی سنت کو زندہ کیا تو حضور سرور کائنات ﷺ نے خواب میں انہیں اپنی چادر عطا کی جس کی وجہ سے اسے ''قصیدہ بردہ شریف'' کا عنوان ملا۔ علامہ اقبال کو قیام بھوپال کے دوران سر سید احمد خاںؒ نے خواب میں اشارہ دیا کہ آپ اپنی علالت کے بارے میں حضور محسن کائنات ﷺ کے حضور عرض گزاریں۔ چنانچہ آپؒ نے بھی ''قصیدہ بردہ شریف کے حوالے سے ہی اپنی عرض پیش کی۔

میں نے بھی ''امام الانبیا ﷺ کو اپنی بخشش اور آپ ﷺ کی ذات اقدس سے وابستگی کا وسیلہ سمجھ کر رقم کیا ہے اور اسی در سے اپنی کاوش پر عنایات کا طالب ہوں۔ مجھے اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا شدت سے احساس ہے۔ میں مکتبِ ادب کا ایک ادنی سا طالب علم ہوں سوچئے تو بینک کے ایک ملازم کا ادب سے کیا رشتہ۔ لیکن میں اپنے ٹوٹے پھوٹے قلم کا پتوار لئے عقیدت کے سمندر میں اترا ہوں۔ جہاں آپ ﷺ کی رحمت اور شفقت میری نگہبان ہے، شوق میرا رہوار ہے اور عشق میرا مرشد ہے۔ جسے میں نے آپؐ کے قدموں پر نثار کر دیا ہے۔ کیونکہ کائنات کا ہر ذرہ آپؐ سے وابستہ ہونے کو بے قرار ہے۔

گرد تو گردد حریمِ کائنات
از تو خواہم یک نگاہِ التفات

مہنگائی کے اس دور میں کتابوں کا اور قحطِ وفا کے اس عالم میں اچھے دوستوں کا حصول بہت مشکل ہے۔ لیکن مولانا عبدالرحمٰن راسخ مرحوم، چوہدری منظور حسین طور، جناب عبدالمجید گوہر اور جناب اے۔ ڈی شیخ سیرت نگاری کے اس سفر میں میرا قیمتی سرمایہ ہیں۔ دوسرے ایڈیشن کے لئے میں پروفیسر عنایت اللہ ملک کی معاونت پر اُن کا شکر گزار ہوں۔

☆☆☆

Marfat.com

وہ دانائے سُبل، مولائے کل، ختم الرسل، جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیء سینا

علامہ محمد اقبال

Marfat.com

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

حسنِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم

خدائے جمیل نے کائنات میں ہر طرف اپنے حسن و جمال کی قوس قزح سجا رکھی ہے۔ زمین کی وسعتوں، آسمان کی رفعتوں اور سمندر کی گہرائیوں میں تمام مخلوقات اس کے رنگوں اور جلوؤں سے مزین ہے۔ پھولوں کا منہ چومتی نازک سی تتلیوں کو دیکھا جائے تو یوں لگتا ہے جیسے قدرت نے ان کے پروں پر حسنِ ترتیب سے کئی رنگوں کی رِم جھم برسا رکھی ہے۔ شاخ در شاخ بے شمار پرندوں کا مشاہدہ کیا جائے تو ان کے پر، کلغیاں اور ان کے سینے مصوری کے شاہکار نظر آتے ہیں۔ مور کے پورے بدن پر پھیلے ہوئے ہر بال کو کئی رنگوں میں ڈبو کر انہیں مختلف حلقوں میں یوں پھیلایا گیا ہے کہ ہر حلقہ ایک چشم وا بن کر عجائبات عالم پر محو حیرت ہے۔ سمندر کی گہرائیوں میں تیرتی ہوئی سرخ، نیلی، پیلی اور ستاروں کی طرح چمکتے ہوئے رنگوں کی مچھلیوں کو دیکھیں تو حیرت ہوتی ہے کہ خدا نے تہ در تہ پھیلے ہوئے اندھیروں کو بھی اپنے حسین جلوؤں سے آراستہ کر رکھا ہے۔ جنگلوں کی مخلوق پر نگاہ ڈالی جائے تو چیتل سے لے کر چیتے تک تمام جانور خالق کائنات کی تخلیق کے وہ نمونے پیش کرتے ہیں جنہیں دیکھ کر قلب و نظر میں معرفتِ الٰہی کی شمعیں جل اٹھتی ہیں۔ آسمان دنیا پر جھلملاتے ہوئے ستارے، فلک کی نیلگوں پہنائیوں میں تیرتے ہوئے سفید اور سرمئی بادل اور ان کی اوٹ سے جھانکتا ہوا چاند، حسن جہاں تاب اور نگاہوں کو خیرہ کر دینے والا آفتاب۔ جمالِ خداوندی کے ہی مظاہر ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہر ذرہ کائنات میں اپنی ذات و صفات کے جلوے بکھیر کر اس کو اُس انسان کی قرار گاہ بنایا ہے جسے خود اس نے اپنے ہاتھوں سے تخلیق کر کے خَلَقْتُ بِیَدَیّہ کے فخر سے نواز کر احسن التقویم کا نام دیا ہے۔

Marfat.com

حضرت آدمؑ پہلے انسان اور پہلے نبی تھے۔ خدا نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے تخلیق فرمایا۔ آپ کس قدر حسین وجمیل ہونگے اس کا اندازہ ہمیں "طبقات ابنِ سعد" کی ایک روایت سے ہوتا ہے کہ "تمام اولاد آدم میں حضرت یوسفؑ صورت کے لحاظ سے حضرت آدمؑ کے مشابہہ تھے۔" گویا تمام دنیا کے حسین تو یوسف ثانی کہلاتے ہیں لیکن خود حضرت یوسفؑ آدم ثانی تھے۔ یہ صفتِ کمال صرف حضرت آدمؑ اور حضرت یوسفؑ پر ہی موقوف نہیں بلکہ حضور فخر انبیاء ﷺ کا قول صادق ہے کہ "اللہ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جو خوش آواز اور خوبصورت نہ ہو" حسن کی جلوہ آرائیوں سے تو انکار ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ حسن کی تاثیر کا یہ عالم ہے کہ خود حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔ اُطلبُو الْحَاجَته عِندَ حِسَانِ الْوُجوہ. یعنی خوبرو لوگوں سے حاجتیں طلب کیا کرو۔ ایک اور جگہ آپ ﷺ کا فرمان اقدس ہے۔ اِلْتَمِسُوْ الْخَیرِ فِی حِسَانِ الْوُجوہ. (راحت القلوب ملفوظات مولانا اشرف علی تھانوی)

خوبصورت لوگوں سے خیر طلب کرو۔ پھر فرمایا کہ "جب کہیں ایلچی بھیجنے لگو تو اس شخص کا انتخاب کرو جو سب سے زیادہ خوبصورت اور جس کا نام بھی عمدہ ہو۔" اگر ان احادیث پر غور کیا جائے۔ تو فرمان نبوی ﷺ اور مشیت ایزدی میں مطابقت صاف نظر آتی ہے۔ کہ اس نے تمام رسول اور پیغمبر حسنِ صورت اور کمال تناسب سے آراستہ فرما کر نازل کئے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی نگاہِ انتخاب سے لاکھوں اور کروڑوں انسانوں اور فرشتوں میں سے اپنے پیغمبر منتخب کرتا ہے۔ وہ خود فرماتا ہے۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلاً وَّمِنَ النَّاسِ ۝ (حج 75)

"اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے چن کر اپنے پیغمبر پسند فرماتا ہے" ایک اور جگہ قرآن کریم کا ارشاد گرامی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيمَ وَاٰلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعٰلَمِينَ (آل عمران 33)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے آدمؑ، نوحؑ، آلِ ابراھیم اور آلِ عمران کو دنیا سے چن کر پسند فرمایا۔
اس کے علاوہ اگر مختلف انبیاء کی معلوم سیرتوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ انبیاءؑ کی بعثت کے لیے بہترین خطہ ارض اور بہترین خاندان بھی انتخاب خداوندی کے معیار ہیں۔ تین انبیاء کرامؑ کے مولد و مسکن کا ذکر قرآن پاک ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔

وَالتِّينِ ٥ وَالزَّيْتُونِ ٥ وَطُورِ سِينِينَ ٥ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِينِ ٥

یعنی حضرت عیسیٰؑ کے لئے زیتون اور انجیروں میں گھری ہوئی سرسبز و شاداب زمین منتخب کی۔ حضرت موسیٰؑ کو طور جیسے مقدس پہاڑ سے نسبت رکھنے والا علاقہ فلسطین مرحمت فرمایا۔ لیکن صحرائے عرب کے ایک ایسے ریگزار کو نبی آخرالزماں ﷺ کا مولد قرار دیا جو اس زمانے میں ایشیا اور افریقہ کے تمام قافلوں کی گزرگاہ تھا۔ اور پھر اسے بلد الامین اس لئے فرمایا کہ یہ صادق ﷺ اور امین ﷺ سے منسوب تھا۔ گویا حسنِ معنی کے جمالِ جہان آرا جس خطہ زمین پر قدم رکھتے ہیں وہاں کے ذرے بھی ان کی رعنائیوں سے جگمگا اٹھتے ہیں۔ ان کے چہرہ اقدس کی ضیا باریاں تاریک دلوں کو ہی نہیں دشت و جبل کو بھی منور کر دیتی ہیں۔

خطہ عرب خوبصورت لوگوں کا مسکن تھا۔ بنو ہاشم کے تمام افراد حسن و خوبی میں بے مثال تھے عبدالمطلب اپنی وجاہت، اپنی درازی قامت اور اپنے چہرے کی دلکشی کی وجہ سے ہی شیبۃ الحمد کہلاتے تھے اس کے علاوہ حضرت خالد سیف اللہؓ کے والد ولید اپنے حسن و جمال اور وجاہت کی وجہ سے ریحانۂ قریش کہلاتے تھے۔ فاتحین کی دست برد سے بے نیاز اور اختلاط رنگ و نسل سے پاک یہ خطہ حجاز اپنے افراد کے حسن و دلکشی کے لحاظ سے ایک گلستان تھا۔ لیکن سنگلاخ پربتوں میں گھرے اور اس لق و دق صحرا میں ایک ایسے گلِ لالہ کا انتظار تھا۔ جو بہاروں کا امین ہو۔ جو خوشبوؤں کا رازدار ہو۔ جس کی گفتار کے پھولوں سے یہ سرزمین مزین اور جس کے حسنِ کردار سے

Marfat.com

کائنات فروزاں ہو جائے۔ جس کے چہرے پر نیزے کی انی کا غرور نہ ہو بلکہ شبنم کے قطروں کی پاکیز گی ہو۔ جس کے اشارہ ابرو سے خون کی ندیاں نہ بہہ جائیں بلکہ امن وآشتی کے دریا رواں ہوں۔ ہم عصروں کی گواہی کسی بھی شخصیت کے متعلق سب سے مضبوط سند کا درجہ رکھتی ہے۔ حضرت عبداللہؓ ابن سلام نے اپنے عالم کفر میں آپ ﷺ کے حسنِ کامل کو دیکھا تو پکار اُٹھے کہ ''واللہ یہ چہرہ جھوٹ نہیں بول سکتا'' دور جاہلیت کا ہر شخص ایک قادر الکلام شاعر تھا اسی لئے وہ جب قبول اسلام کے بعد حضور فخر کونین ﷺ کا سراپا بیان کرتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے دست صبا نے چمن میں پھول کھلا دیئے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کی نگاہیں آپ ﷺ کے چہرہ اقدس سے ہٹتی ہی نہ تھیں۔ انہوں نے آبِ زم زم میں قلم ڈبو کر اور عقیدت میں غوطہ زن ہو کر آپ ﷺ کی آنکھوں کی پتلیوں سے لے کر پاؤں کی انگلیوں تک کے اوصاف بیان کئے ہیں۔ وہ عقیدت جس کی بنیاد حقائق اور سچائی پر مبنی ہوتی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ پر جھوٹ باندھنا عذابِ الٰہی کو دعوت دینا ہے۔

جس طرح ایک جوہری کسی ترشے ہوئے نگینے کو مختلف زاویہ نظر سے دیکھتا ہے اور ہر انداز سے بیان کرتا ہے۔ اسی طرح اس جوہر کائنات ﷺ کو زمانے کے بہترین جوہر شناسوں نے ہر نظر سے دیکھا اور ہر پہلو سے بیان فرما دیا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کا حسن ایسا دلکش اور نظر نواز تھا کہ جنہوں نے دیکھا وہ دیکھتے ہی رہے اور اور جنہوں نے سنا آج تک دیکھنے کی تمنا رکھتے ہیں۔ حضرت انسؓ بن مالک دس برس تک ایک جانثار خادم کی حیثیت سے حضور صاحب عالم ﷺ کے ساتھ رہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ گورے اور چمکدار نورانی رنگت کے مالک تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا فرمان ہے۔ کہ میں نے حضور فخر موجودات ﷺ سے زیادہ حسین کوئی چیز نہیں دیکھی۔ آپ کے رخسار مبارک گویا ایک رخشندہ آفتاب تھے۔ حضرت ابو طفیلؓ کا بیان ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فتح مکہ کے دن دیکھا تھا۔ میں تو آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کے شدید

Marfat.com

گورے پن اور بالوں کی شدید سیاہی کو کبھی نہ بھولوں گا۔ حضرت ابو طفیلؓ کے بیان کو مدنظر رکھا جائے تو حیرت ہوتی ہے۔ کیونکہ فتح مکہ کے وقت حضور نبی پاک ﷺ کی عمر مبارک تقریباً باسٹھ برس تھی۔ حضرت براء بن عازبؓ ایک اور نظر سے آپ ﷺ کی رنگت کا جائزہ لیتے ہیں۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ غزوہ خندق کی کھدائی کے لیے تمام صحابہ کرامؓ کے ساتھ زمین کھودنے اور مٹی ڈھونے کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔ اس دوران میں نے دیکھا کہ مٹی نے آپ ﷺ کے پیٹ مبارک کی سفیدی کو ڈھانپ رکھا ہے۔ حضرت سراقہؓ نے ہجرت مدینہ کے دوران آپ کا تعاقب نہ کرنے کے عوض رسول خدا ﷺ سے مستقبل میں پیش آنے والی خوشخبریوں کی ایک تحریر لے لی تھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ

''تحریر لے کر میں نے اپنے ترکش میں رکھ لی اور کسی سے اس کا ذکر نہ کیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے مکہ فتح فرما لیا اور حنین و طائف کی جنگوں سے فارغ ہو گئے۔ تو میں یہ تحریر لے کر نکلا کہ آپ سے ملوں۔ میری جعرانہ کے مقام پر آپ سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت آپ ایک اونٹنی پر سوار تھے میں آپ کے قریب گیا تو میری نظر آپ کی پنڈلی پر پڑی۔ واللہ مجھے ایسے محسوس ہوا کہ ''رکاب میں کھجور کے گابھے کی سی سفید اور نرم چیز رکھی ہے۔'' (سیرت ابن ہشام)

اگر پیٹ اور پنڈلی کی سفیدی کا یہ حال ہے تو چہرہ اقدس کی جاذبیت کشش اور نورانیت کا کیا حال ہوگا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حبیب خدا ﷺ کا چہرہ انور سب لوگوں سے زیادہ حسین و جمیل تھا اور رنگت میں آپ ﷺ سب سے زیادہ نورانی چمک والے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ حضور فخر کائنات ﷺ کا رخ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح نظر آتا تھا۔ محمد بن عمارؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے ایک صحابی ربیع بن معوذؓ سے عرض کی کہ مجھ سے حضور ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کریں تو انہوں نے فرمایا۔

Marfat.com

"بیٹے اگر تو آپ ﷺ کو دیکھتا تو تجھے یوں معلوم ہوتا جیسے سورج طلوع ہو رہا ہے"

ترمذی کی ایک روایت کے مطابق حضرت جابر بن سمرہؓ آپ ﷺ کے رخِ انور کی خوب تصویر کشی فرماتے ہیں کہ "ایک رات چاند پورے شباب پر تھا۔ کہ اتنے میں پیکرِ حسن ﷺ تشریف لے آئے اس وقت آپ سرخ دھاری دار چادر میں ملبوس تھے۔ میں کبھی آپ ﷺ کے چہرے کو دیکھتا اور کبھی چاند کو لیکن بخدا مجھے آپ ﷺ چاند سے زیادہ حسین لگ رہے تھے۔"

چہرہ کسی کے باطن کا آئینہ بھی ہے اور کسی کی شخصیت کا دیباچہ بھی، چہرہ نگاہِ اوّلین کا مرکز ہے، دلوں کو گھائل کرنے والے اپنے چہرے کی محبوبیت سے ہی گھائل کرتے ہیں۔ کیونکہ ساری شخصیت کا حسن چہرے پر ہی مرکوز ہوتا ہے۔ اور وہ جنہوں نے ساری کائنات کو مسخر کرنا ہو۔ جو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے ادھورے فرض کی تکمیل کے لیے تشریف لائے ہوں۔ جو خدائے قدوس کے حسن کو آشکار کرنے اور احسن التقویم کی نورانی تفسیر بن کر آئے ہوں۔ مصورِ کائنات نے اپنی سب سے حسین تمنا کو آپ کے چہرہ اقدس میں ڈھال دیا۔ لامکان سے عکس ریز ہونے والی تجلیات مجسم ہو کر آپ کے روئے انور میں سما گئیں۔ آپ ﷺ کا چہرہ انور حسنِ ازل کا تبسم تھا۔ جمالِ خداوندی کا مظہر تھا۔ قرآن حکیم کے کھلے ہوئے اوراق کا آئینہ تھا۔

جبیں کی ہر شکن کا مرتبہ فرمان جیسا تھا
بدن کی رحل پر چہرہ کھلے قرآن جیسا تھا

(جان کاشمیری)

حضور ختم المرسلین ﷺ کے چچا ابو طالب نے ایک قصیدہ لامیہ اس وقت تحریر کیا۔ جب مکہ کی سرزمین بنو ہاشم کے لیے سنگلاخ اذیت گاہ بنادی گئی۔ کفار مکہ نے ہر تحریص وترغیب سے مایوس ہو کر آپ ﷺ کے خاندان کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ یا نبی کریم ﷺ تبلیغ اسلام سے باز آجائیں۔ یا ابو طالب اور ان کا

Marfat.com

خاندان آپ ﷺ سے بیزاری کا اعلان کر دیں یا پھر ابو طالب کسی بھی نوجوان کے عوض حضور ﷺ کو قتل کرنے کے لیے کفار کے حوالے کر دیں۔ ان اذیت ناک حالات اور اسیری و مقاطعے کی کیفیت میں ابو طالب نے قصیدہ لامیہ تحریر کیا۔ جس میں اپنی خاندانی عظمت اور اپنی جنگی مہارت کا تذکرہ کیا ہے۔ سازش میں شریک خاندانوں اور افراد سے شکوہ بھی کیا ہے۔ خدائے بزرگ و برتر، بیت الحرام، مقام ابراہیم اور دوسرے مقامات مقدسہ سے پناہ طلب کی ہے اور اپنے الوالعزم بھتیجے ﷺ سے اپنی قلبی وابستگی کا نہایت بلیغ، موثر اور جذباتی اظہار بھی کیا ہے۔ اس میں خاص طور پر آپ کے رنگ ابیض کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَابْيَضُ يِسْتَسْقِي الْغَمَامَ بِوَجْهِهِ

ثِمَالَ الْيَتَامٰى عِصْمَتِهِ لِلْاَرَامِلِ

(مختصر سیرت الرسول ؐ)

وہ گورے مکھڑے والا۔ جس کے روئے زیبا کے واسطے سے ابر رحمت کی دعائیں مانگیں جاتی ہیں۔ جو یتیموں کا سہارا اور بیواؤں کا سرپرست ہے۔

اس خوبصورت حقیقت کو امام بوصیری نے قصیدہ بردہ شریف میں کس احسن استعارے میں بیان فرمایا ہے۔

اَلصُّبحُ بَدَا مِنْ طَلْعَتِهِ

وَالَّليْلِ دَجٰى مِنْ وَّفْرَتِهِ

ترجمہ: آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کی روشنی سے صبح نمودار ہوئی اور آپ ﷺ کے گیسوئے سیاہ سے رات کو تاریکی ملی۔

کعب بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ جب غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے ہم تین البکاؤن کی توبہ قبول ہوئی تو میں نے دیکھا کہ حضور فخر موجودات ﷺ کا چہرہ پاک اس طرح چمک رہا تھا۔ جیسے وہ چاند کا ایک ٹکڑا ہو۔ کسی صحابی نے دریافت کیا کہ کیا

Marfat.com

حضور نبی اکرم ﷺ کا چہرہ چمک میں تلوار کی مانند تھا؟ حضرت براء بن عازب ؓ فوراً پکار اُٹھے کہ نہیں چاند کی مانند تھا۔ حضرت انس ؓ نے آپ ﷺ کی سفید رنگت کی زیادہ وضاحت فرمائی ہے۔ کہ ''آپ ﷺ نہ چونے کی طرح سفید تھے نہ گندمی تھے۔ بلکہ چودھویں رات سے زیادہ روشن پرتو راور ملاحت لئے ہوئے تھے۔

اس ملیح، صبیح اور دلکش چہرہ اقدس کے متعلق ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کا فرمان ہے کہ ''اگر زلیخا کی سہیلیاں حضور ﷺ کا چہرہ اقدس دیکھ لیتیں تو اپنی انگلیوں کی بجائے دل کاٹ لیتیں''، لیکن کتب سیرت گواہ ہیں کہ حسینانِ مصر نے تو صرف اپنی انگلیاں ہی کاٹی تھیں لیکن حضور صاحب عالم ﷺ کے حسنِ دلنواز کو دیکھ کر صحابہ کرام ؓ نے اپنی گردنیں کٹوا دیں۔ حسن مصطفیٰ ﷺ کے گھائل تو آپ کے زانو ؐ سے لگ کر جانیں دینے کی تمنا کرتے رہے۔

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

(امام احمد رضا)

حضرت علی ؓ فرماتے ہیں:

قَدْ کَانَ اَبْیَضُ مَشْرَبًا
و لِعَاشِقِیہِ مَطْرَبًا

(مخزنِ نعت)

ترجمہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ سرخ وسفید تھے اور اپنے عاشقوں کے لیے باعث مسرت تھے۔

حضرت امام حسین ؓ کے صاحبزادے امام زین العابدین ؓ نے عربی زبان میں آپ کے حسن کی کیا تصویر کشی کرنے کی کوشش کی ہے۔

مَنْ وَّجْھُہٗ شَمْسُ الضُّحٰی مَنْ خَدُّہٗ بَدْرُ الدُّجٰی
مَنْ ذَاتُہٗ نُوْرُ الْھُدٰی مَنْ کَفُّہٗ بَحْرُ الْھِمَمْ

ترجمہ: وہ جن کا چہرہ انور آفتاب کی طرح روشن تھا اور جن کے رخسار چاندی کی طرح

111136

Marfat.com

چمکدار تھے جن کی ذات نورِ ہدایت اور جن کی ہتھیلی سخاوت میں دریا تھی۔

آپ ﷺ حسین ایسے تھے کہ خود حسن آپ پر نازاں تھا۔ جمیل ایسے تھے کہ خود خالقِ جمال آپ پر فریفتہ ہو گیا اور آپ کو اپنا محبوب ہی نہیں محبوب کائنات بنا ڈالا۔

آپ ﷺ کی محبوب زوجہ عائشہ صدیقہ ؓ تو راز دارِ حسنِ ازل تھیں۔ آپ نے حضور ﷺ کے حسنِ دلنشین سے وارفتہ ہو کر یہ لب کشائی فرمائی۔

لَنَا شَمْسٌ وَلِلْاٰفَاقِ شَمْسٌ

وَشَمْسِی خَیْرٌ مِّنْ شَمْسِ السَّمَاءِ

ترجمہ: ایک ہمارا آفتاب ہے اور ایک آفاق کا آفتاب اور ہمارا آفتاب، آفتابِ فلک سے زیادہ حسین ہے۔

آپ ﷺ کے رخ انور کی یہ بیش قیمت گواہی اس ہستی مقدس نے دی ہے۔ جسے خود حضور نبی کریم ﷺ پیار سے حُمیرا کہا کرتے تھے۔ آفتاب سے تشبیہ دینا بھی ایک مجبوری ہے۔ کیونکہ ہماری دنیا میں اس سے زیادہ روشن، خوبصورت چیز اور کوئی نہیں۔ جس کی روشنی سے دنیا کی ہر چیز منور ہے۔ ورنہ کہاں آفتاب و ماہتاب اود کہاں فخر کونین ﷺ کی ذات گرامی جو مظہرِ نورِ خدا ہے۔ فناہ نظامی نے کیا بات کہی ہے۔

تشبیہ کے لیے ہیں یہ خورشید و ماہتاب

حاجت ہی ورنہ کیا تھی رخ مصطفیٰ ﷺ کے بعد

رنگت کی صفائی کے ساتھ اگر چہرے کے نقوش بھی خوبصورت اور دلکش ہوں تو حسنِ صورت جانگداز ہو جاتا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضو ﷺ کا چہرہ انور نہ بالکل گول تھا اور نہ لمبا۔ بلکہ نہایت موزوں اور متناسب تھا۔ آپ کی چشم مبارک نہایت سیاہ یعنی سرگیں تھیں۔ جنھوں نے ہمیں شکار کر لیا۔'' حضرت جابر بن سمرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ ''جب ہم حضور صاحب حسن و جمال ﷺ کو دیکھتے تو یوں لگتا جیسے آپ ﷺ نے آنکھوں میں سرمہ لگا رکھا ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ کی چشم ہائے

Marfat.com

مبارک سرمے سے بے نیاز تھیں۔'' آپ کی آنکھوں کی آب وتاب کا مشاہدہ کرنا ہوتو کعب بن مالک سے پوچھو جو فرماتے ہیں کہ

''غزوہ احد میں جب افراتفری اور انتشار نے پوری اسلامی فوج کا نظم وضبط زیروزبر کردیا کہ ہر شخص جان بچانے کے لیے بھاگ کھڑا ہوا۔ پھر اچانک شور اُٹھا کہ (معاذ اللہ) حضور ﷺ قتل کردیئے گئے ہیں یہ خبر سب کے دلوں پر بجلی بن کر گری اور ہر شخص ساکت وصامت ہو گیا، عقلیں مفلوج اور ہوش مختل ہو گئے۔ جو جہاں تھا وہیں بے بس ہو گیا۔ تو سب سے پہلے ہزاروں انسانوں میں، میں نے نبی کریم ﷺ کے سراقدس پر رکھے ہوئے آہنی خود کی لڑیوں کے پیچھے نبی کریم ﷺ کی روشن اور چمکتی ہوئی آنکھیں دیکھ کر آپ کو پہچانا اور بلند آواز سے پکارا کہ مسلمانوں رسول خدا ﷺ زندہ ہیں۔

(تاریخ ابن کثیر چہارم)

اقبالؒ نے ہمیں انہیں جھیل جیسی گہری اور سرمے جیسی سیاہ چشم ہائے مبارک کے متعلق کیا حقیقت افروز بات کہی ہے فرماتے ہیں۔

نظر آئیں مجھے تقدیر کی گہرائیاں اس میں
نہ پوچھ اے ہم نشیں مجھ سے وہ چشم سرمہ سا کیا ہے

یہ حقیقت خود قرآن حکیم نے واشگاف الفاظ میں بیان کی ہے۔

مَاذَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (النجم 17) یعنی وہ آنکھیں جو معراج کی رات دیدارِ الٰہی کے وقت نورِ الست کا یہاں تک شکار ہوئیں کہ جھپکنا بھول گئیں۔

ان حسین روشن اور بے پناہ چشم مقدس کے ساتھ آپ کی پلکیں دراز تھیں۔ ابرو خمدار اور باریک تھے۔ آپ ﷺ کی ناک بلندی کی طرف مائل تھی ﷺ جس کی نوک پر ایسی چمک تھی جیسے کرنیں پھوٹ رہیں ہوں، آپ کے دندان مبارک، باریک، ہموار اور نہایت آبدار تھے۔ سامنے کے درمیانی دانتوں میں تھوڑا سا خلا تھا۔ جہاں سے گفتگو کے وقت روشنی نکلتی محسوس ہوتی۔ آپ کا غنچہ دہن اعتدال کے ساتھ فراخ تھا' آپ کی

Marfat.com

ریش مبارک بھرپور اور گھنی تھی۔ جس میں تریسٹھ برس کی عمر میں بھی چند سفید بال تھے۔ خدا نے آپؐ کے جمالِ دلفروز کو بڑھاپے کے اثرات سے محفوظ رکھا تھا۔ آپؐ کے گیسو بالکل سیدھے تھے اور نہ پیچ دار بلکہ ایسے گھونگریالے تھے۔ جس میں دل خود بخود شکار ہوتے چلے جاتے آپؐ کی پیشانی مبارک نہایت روشن چمکدار اور کشادہ تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے افق سے سورج طلوع ہو رہا ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ کا فرمان ہے۔

مَتٰی یَبْدُ فِی الدُّجٰی البَهِم جبِیْنِهٖ
یَلُحْ مِثْلِ مِصبَاحِ الدُّجٰی الْمُتوقِّد

(مخزنِ نعت)

ترجمہ: اندھیری رات میں آپ ﷺ کی پیشانی اس طرح چمکتی تھی جس طرح روشن چراغ۔

معروف شاعر جناب محسن کاکوروی نے ایک خوشنما حقیقت کو نہایت خوبصورت اور بلیغ انداز تخیل عطا کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ

مصحف کا اک صحیفہ جبیں ہے جناب کی
تقریظ حق نے لکھی ہے اپنی کتاب کی

یعنی آپ کی پیشانی مبارک قرآن کا اک ورق ہے یا خدا نے اپنی کتابِ کائنات کا دیباچہ تحریر کر رکھا ہے۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے اپنے نانا جان کا حلیہ مبارک دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ "حضور ﷺ کی گردن مبارک خوبصورت، تراشی ہوئی اور چاندی کی طرح سفید اور شفاف تھی۔ آپؐ کے کندھے بہت کشادہ اور پر گوشت تھے" آپؐ کی ایڑیاں پتلی، سب آپؐ کے جوڑوں کی ہڈیاں بھاری اور مضبوط تھیں، آپؐ کی پنڈلیاں، بازو اور سینہ بالوں سے بے نیاز تھے۔ صرف سینے کے درمیان ناف تک بالوں کی نہایت باریک سی لکیر تھی۔ بعض روایات میں آتا

Marfat.com

ہے کہ یہ شق صدر کے نشانات پر اگنے والے بال ہیں آپؐ کی کلائیاں دراز، ہتھیلیاں فراخ اور ہاتھوں کی انگلیاں پتلی اور لمبی تھیں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ کی ہتھلیاں دیباو حریر سے زیادہ نرم وملائم تھیں۔

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں۔

''میں جب بھی آپؐ کے ساتھ مصافحہ کرتا تو میرے ہاتھ کستوری سے بڑھ کر خوشبودار ہوجاتے'' حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ظہر کی نماز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ادا کی۔ ادائیگی نماز کے بعد جب آپ مسجد سے باہر تشریف لائے تو حسبِ معمول کئی بچے آپؐ سے ملنے اور پیار لینے کے منتظر تھے۔ آپؐ نے ہر ایک کے رخسار پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ پھر میرے سر پر بھی دستِ شفقت رکھا۔ تو

فَوَجَدْتُ بعد اَ برداوّاریحاً کَاَنّمَا اخرِجتُ مِن جو فَتِه عطّار.

(مسلم شریف)

''میں نے آپؐ کے دست اقدس کی ٹھنڈک محسوس کی۔ آپؐ کا ہاتھ اس طرح خوشبودار تھا جیسے ابھی عطار کی ڈبیا سے نکلا ہو۔'' حضرت عائشہ صدیقہؓ کا فرمان بھی اسی ملکوتی مہک کی تصدیق کرتا ہے۔ کہ آپؐ خوشبو استعمال نہ بھی کرتے تو آپؐ کے ہاتھ عطر میں ڈوبے ہوئے محسوس ہوتے:

حضرت مستورؓ بن شداد اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور فخر کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا تو قاذا ھِیَ الْیِنِ مِنَ الْحَرِیرِ وَاَبرُدُ مِنَ الثّلج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ ریشم سے زیادہ نرم اور برف سے بڑھ کر ٹھنڈے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مشک عطر سے زیادہ خوشبودار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلد اتنی شفاف اور ملائم تھی کہ پانی کے قطرے بھی پھسل جاتے تھے۔ آپ کی رفتار دوسروں کی نسبت تیز اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم دراز تھے۔ جب آپؐ چلتے تو یوں محسوس ہوتا کہ جیسے آپ بلندی سے اتر رہے ہوں۔ یعنی آپ قدم جما کر چلتے۔ حضرت

Marfat.com

علیؓ فرماتے ہیں کہ ''پہلی مرتبہ اچانک جو بھی آپ کو دیکھتا آپؐ کے حسن سے مرعوب ہو جاتا۔اس کے دیدہ و دل حیرت میں ڈوب جاتے۔ غالب نے کہا تھا۔

جلوے کا تیرے وہ عالم ہے کہ گر کیجئے خیال
دیدہ و دل کو زیارت گاہِ حیرانی کرے

آپ ﷺ مصورِ حقیقی کے کمالِ فن کا عظیم ترین شاہکار ہیں۔ آپؐ ربِ کریم کے معجزہ فن کی نمود ہیں۔آپؐ کے لازوال حسن کا یہ عالم ہے کہ آج بھی دامن دل اس کے کرشمہ حسن کی جانب کھچا چلا جاتا ہے۔اس زمانے کے افکار و اعمال کی شبِ تیرہ میں ایسے ہی روشن چراغ کی ضرورت تھی۔ جس کی روشنی آنکھوں کے راستے قلب و ذہن میں اتر جائے۔ کیونکہ شریعت ایک عقیدہ ہے جو شخصیت کی عقیدت میں پروان چڑھتا ہے۔قدرت اپنے بندگان خاص کو ایسے ظاہری اور باطنی اوصاف دے کر دنیا میں بھیجتی ہے۔ جو انہیں پورے معاشرے کے انسانوں سے ممتاز کر دیں۔ پھر آپ ﷺ تو امام الانبیاء اور سید البشر ﷺ تھے۔آپ کا مشن ازل سے شروع ہوا اور ابد تک رہے گا جب تک آپ ﷺ کا حسن دنیا کے پہلے انسان سے لے کر آخری انسان سے بھی زیادہ کامل و اکمل نہ ہو آپ ﷺ کا ظاہری امتیاز قائم نہیں رہ سکتا۔ کتنے خوش نصیب تھے وہ انسان جنہوں نے حسنِ ازل کی تیز کرنوں سے نہ صرف اپنی پیاس بجھائی بلکہ اس تجلی یزداں کو پیکرِ الفاظ میں بھر کر اگلی نسلوں کو بھی سیراب کیا۔ یہ اسی بیان کا اعجاز ہے کہ آج کا شاعر بھی کہہ سکتا ہے۔

چندھیا گئی نگاہ کو اک نور کی کرن
مشکوٰۃ پڑھتے سوچا جو نقشہ حضور ﷺ کا

(راز کاشمیری)

اہلِ زباں اور اہل قلم جب کسی کی تعریف کرتے ہیں تو اپنے شوخی بیان سے اسے حور شمائل اور فرشتہ صفت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ انسان کا سارا حسن

Marfat.com

بیان، تشبیہات واستعارات کا محتاج ہے لیکن عرب کے شعر زدہ معاشرے میں جہاں صدیوں کی شعری روایات نے ہر مرد و زن کو شاعر بنا دیا تھا۔ ہزاروں افراد نے حضور حسنِ کائنات ﷺ کو نہایت قریب سے دیکھا۔ چاند اور آفتاب سے مقابل دیکھا۔ روم وایران اور مصر و فلسطین میں پھیلے ہوئے حسن کی جھرمٹ میں دیکھا۔ اس کے باوجود کوئی بھی اپنے شعری کینوس پر آپ ﷺ کے حسن و جمال کی پوری تصویر کشی نہیں کر سکا۔ آپ کی وجاہت اور دلربائی کو اپنے آبگینہ چشم میں سمیٹ لینے والے حسن و جمال کی سب سے حسین کہکشاں کو اپنے الفاظ میں نہ ڈھال سکے۔ آپ ﷺ کی شخصیت کے سامنے ان کی شعری توانائیاں منجمد ہو جاتیں۔ ساری دنیا کو گونگا کہنے والے آپ کو دیکھ کر گنگ ہو جاتے۔ جس طرح قرآن پاک کا لفظی اور معنوی حسن ان کے لیے ایک چیلنج تھا۔ اسی طرح آپ کے حسنِ بے پناہ کے حضور بھی دنیا بھر کے الفاظ عاجز ہیں۔ الفاظ میں اتنی قدرت نہیں، شعر میں ایسی فصاحت نہیں اور شاعر کے پاس وہ تخیل ہی نہیں جو آپ کے بے مثل حسن کی تعریف کر سکے۔ دربارِ رسالت کے سب سے زیادہ پرگو، جوہر شناس اور صاحبِ کلام شاعر حضرت حسان بن ثابتؓ تھے۔ جو قبولِ اسلام کے بعد نہ صرف حضور صاحب خلق عظیم ﷺ کی مدح و ثنا فرماتے رہے بلکہ کفار کی یاوہ گوئی کے مقابلے میں آپ کا دفاع بھی کرتے رہے جب بنو تمیم کے ایک معروف شاعر زبرقان بن بدر کی ہجو کے بعد آپ نے حضور زینتِ عالم ﷺ کی مدح میں کچھ کہنا چاہا تو اس کے سوا کچھ نہ کہہ سکے۔

وَاَجْمَلُ مِنکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَینِی
وَاَحْسَنُ مِنکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتُ مُبَرَّءً مِّنْ کُلِّ عَیبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

ترجمہ: میری آنکھوں کو آپ ﷺ کے حسن و جمال سے زیادہ بہتر نظارہ میسر نہ

Marfat.com

ہوا۔ اور نہ کسی ماں نے آپ ﷺ جیسا فرزند کامل جنا۔ آپ ﷺ ہر قسم کے عیب سے مبرا پیدا فرمائے گئے گویا آپ ﷺ خود اپنی مرضی کے مطابق تخلیق فرمائے گئے۔

خدا نے تجھ کو بنایا ہے پوچھ کر تجھ سے
مجھے خدا ترا عاشق لگے خدا نہ لگے

(جان کاشمیری)

حضرت علیؓ تمام عمر جامعِ کمالات ﷺ کے انوارِ حسن سے فیضیاب ہوتے رہے۔ جلوت و خلوت کی لذت سے سرشار ہوتے رہے۔ آپ کے معجزات اور آپ کی دعاؤں سے مستفید ہوتے رہے حضرت علیؓ کی شعری بلاغت، حسنِ بیان اور خطیبانہ کمالات ضرب المثل ہیں۔ ان تمام اوصاف کے باوجود جب حضور نبی کریم ﷺ کے متعلق کچھ کہنا چاہا تو یہی کہہ سکے۔

مَــنُ دَرُکَ وَصُــفِــهِ جَــاهِــلُ
وَبِــقَــصُــرِ فَهُــمِــهِ قَــائِــلُ
اَلَــلّــهُ يَــعَــلَــمُ شَــانَــهٗ
وُهُــوَ الُــعَــلِــيُــمُ بَــيَــانَــهٗ

ترجمہ: جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں نے آپ ﷺ کے اوصاف پہچان لئے ہیں وہ نرا جاہل ہے اور گفتگو کرنے والا بھی آپ کی ذات کے مختلف پہلوؤں کو بیان کرنے سے قاصر ہے۔ صرف اللہ ہی ہے جو آپ کی شان کو جانتا ہے اور وہی آپ کے شرف و کمال کو بیان کر سکتا ہے۔

جناب سعدی شیرازی نے بھی تمام تر عشق و محبت اور شاعرانہ قادر الکامی کے باوجود یہی اظہار عجز کیا تھا۔

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجھک المنیر لقد نور القمر

Marfat.com

لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ترجمہ: یعنی اے صاحب حسن و جمال اور اے ساری کائنات کے انسانوں کے سردار، چاند تو آپ کے چہرے سے نور حاصل کر کے روشن ہوا ہے۔ میرے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ میں آپ کی تعریف کا حق ادا کر سکوں بس اتنا ہی کہنے پہ اکتفا کرتا ہوں کہ خدا کے بعد آپ ﷺ ہی بزرگ و برتر ہیں۔

غالب نے بھی تمام عمر اردو اور فارسی کا لوہا منوایا۔ خود کو نظیری و عرفی کا جانشین اور بیدل کا وارث ثابت کرنے کی کوشش کی لیکن جب اس نے حضور ﷺ کی تعریف میں قلم اٹھایا تو اس کا قلم ٹوٹ گیا۔ وہ اپنی قادر الکلامی کے باوصف فقط اتنا ہی کہہ سکا۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دانِ محمد ﷺ است

یعنی غالب اگر تم خواجہ، دو جہاں سرورِ کائنات ﷺ کی تعریف کرنا چاہتے ہو تو اسے خدا کے سپرد کر دو کیونکہ وہی ذات پاک محمد ﷺ کے مرتبے سے پوری طرح آگاہ ہے۔

پیر مہر علی شاہؒ صاحب جب اس بحر جمال میں غوطہ زن ہوئے تو اپنے قلم کو معرفت کی روشنائی میں ڈبو کر نعت کہی۔ ایک طویل، مبسوط اور نہایت خوبصورت نعت جس کے آخر میں صرف اتنا ہی کہہ سکے۔

سُبحَانَ اللّٰہ مَا اَجمَلَکَ مَا اَحسَنَکَ مَا اَکمَلَکَ

پاک ہے وہ ذات جس نے آپ کو کمال درجے کا جمال بخشا، رعنائی عطا کی اور تکمیل کے آخری درجے پر سرفراز فرمایا

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا گستاخ آکھیں کتھے جا اڑیاں

آپ کے چہرہ انور کو اپنی ظاہری آنکھوں سے مشاہدہ کرنے والوں نے جی بھر کے دیکھا۔ پھر چودہ سو برس سے مختلف زمانوں میں بہت سے انسانوں نے مکاشفات

Marfat.com

اور زیارات کے ذریعے آپ کے حسن جہاں آرا کو ہر پہلو سے دیکھا اور متفقہ طور پر یہی فیصلہ دیا کہ

تیری صورت سے نہیں ملتی کسی کی صورت
ہم جہاں میں تری تصویر لئے پھرتے ہیں

اور وہ لوگ جنہیں یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی وہ اس شعر کو حرز جاں بنائے ہوئے ہیں۔

آنکھوں کو اپنی چومتا رکھ رکھ کے آئینہ
ہوتی اگر نصیب زیارت حضور ﷺ کی

(احسان دانش)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت شاہ رحیم الدین دہلوی نے رونقِ بزم جہاں ﷺ کو خواب میں دیکھا تو عرض کی کہ حضرت یوسفؑ کو دیکھ کر تو زنانِ مصر نے اپنی انگلیاں کاٹ لی تھیں۔ مگر آپ کو دیکھ کر لوگوں کی ایسی حالت کیوں نہیں ہوئی۔ اس سوال پر خواب ہی میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''میرا جمال خدا تعالیٰ نے اپنی غیرت کی وجہ سے لوگوں کی نظروں سے چھپا رکھا تھا۔ کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں اور محبّ کی غیرت کا تقاضا ہے کہ اس کے محبوب کے اصل حسن کو اس کے سوا کوئی نہ دیکھے۔ اگر میرا حسن آشکار ہو جائے تو لوگوں کا اس سے بھی برا حال ہو۔''

مثال دینے کے لئے موجود سے بہتر کسی وجود کی تلاش ہوتی ہے۔ آپ تو بے مثل ہیں، کوئی منظر، کوئی چیز اور کوئی وجود آپ سے حسین تر پیدا ہی نہیں کیا گیا۔ آپ ﷺ کی تخلیق سے پہلے صرف خدا موجود تھا۔ اور وہ بھی چشمِ آدم سے نہاں، مثال کیسے دی جاتی۔ انسان تو جرات کر کے یہی کہہ سکتا ہے کہ آپ ایک آئینہ ہیں جس میں خدا کے نورِ مبین کا عکس جلوہ ریز ہے۔ جس طرح خدا حسن میں یکتا ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ جمال میں یکتا ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ جمالِ یزداں کے پرتو ہیں۔

Marfat.com

اس زمانے میں رواج تھا کہ صحرا کے مسافروں کے لیے قبائلی لوگ راستوں پر اپنے خیمے ایستادہ رکھتے جس میں مسافروں کے خورونوش اور آرام و آسائش کا پورا انتظام ہوتا۔ جب حضور ﷺ دوران ہجرت میں حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عامرؓ بن فہیرہ کے ساتھ غار ثور سے نکل کر مدینہ پاک کی طرف گامزن ہوئے۔ تو انہیں پیاس لاحق ہوئی۔ چلتے چلتے آپ ایک ایسے خیمے پر پہنچے جہاں ایک عمر رسیدہ عورت موجود تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان سے پانی مانگا۔ انہوں نے کہا کہ پورا صحرا ان دنوں قحط سے بے حال ہے۔ آپ نے پھر پوچھا کہ دودھ تو ہوگا۔ انہوں نے پھر کہا قحط کی وجہ سے چارہ ناپید ہے۔ تمام جانور بھوک سے لاغر ہو چکے ہیں۔ آج ہی میرا خاوند سب کو کسی دور دراز چراگاہ میں لے گیا ہے۔ ہاں ایک انتہائی کمزور زندگی سے مایوس اور چلنے پھرنے سے معذور بکری خیمے میں موجود ہے۔ حضور ختم المرسلین ﷺ نے یہ سن کر فرمایا وہی لے آؤ۔ آپ نے اس بکری کی کمر پہ ہاتھ پھیرا تو آپ ﷺ کے اعجاز سے اس کے خشک تھنوں میں دودھ بھر گیا۔ جسے حضرت صدیق اکبرؓ نے دوہنا شروع کیا۔ تو خیمے کے یکے بعد دیگرے لائے جانے والے تمام برتن معمور ہو گئے۔ سب نے سیر ہو کر دودھ پی بھی لیا۔ یہ مقدس قافلہ دودھ سے سیراب ہو کر اپنی منزل کو روانہ ہو گیا۔ جب رات کو اس کا خاوند ابو مَعْبَد تھکا ہارا اور مایوس و نامراد اپنے خیمے میں پہنچا تو یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ خیمے کا ہر چھوٹا بڑا برتن دودھ سے بھرا ہوا ہے۔ اس نے حواس باختگی کے عالم میں اپنی بیوی عاتکہ بنت خالد سے پوچھا ''اے اُمِّ مَعْبَد' یہ دودھ کہاں سے آیا ہے وہ بنتِ صحرا امِّ مَعْبَد کس قدر دیدہ ور تھیں۔ جنہوں نے چند لمحوں میں وہ کچھ دیکھا جو اہل مکہ کے کور باطن تیرہ برس تک نہ دیکھ سکے۔ انہوں نے دودھ دوہنے کا پورا واقعہ بیان کرنے کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کے حسنِ کامل کی ان الفاظ میں تعریف کی۔

''وہ ایک خوبصورت اور پاکیزہ اخلاق انسان تھے۔ جن کو بڑی توند نے عیب نہیں

Marfat.com

لگایا تھا اور نہ گنجے سر نے ان کو حقیر بنایا تھا۔ آپ کی گردن چاندی کی صراحی جیسی تھی۔ آپ خوبصورت اور قدر آور تھے ان کی آنکھیں موٹی موٹی تھیں اور پلکیں لمبی اور گھنی تھیں، آواز گرج دار تھی آنکھوں کا سفید حصہ بہت سفید اور سیاہ بہت سیاہ تھا، سرمگیں آنکھیں، لمبے ابرو اور سر کے بال سیاہ اور دراز تھے۔ ریش مبارک گھنی اور بھاری تھی۔ چپ رہتے تو پروقار، بات کرتے تو پر رونق اور خوبصورت جیسے منہ سے موتی جھڑتے ہیں، علیحدہ علیحدہ الفاظ، نہ ضرورت سے کم نہ زیادہ، دور سے بڑی حسین اور قریب سے بڑی میٹھی شخصیت، نہ اتنے لمبے جو آنکھ کو برا لگے اور نہ اتنے پست جن کو آنکھ حقیر جانے۔ آپ کو ایسے ساتھی گھیرے ہوئے تھے۔ جو آپ ﷺ کی بات کو کان لگا کر سنتے۔ اگر وہ حکم دیتے تو فوراً بجالاتے نہ ماتھے پہ بل ڈالتے اور نہ حواس باختہ ہوتے۔‘‘

(مختصر سیرت الرسولؐ)

اُمِ مَعْبَدَ کی چشم باسعادت نے اس حسنِ کامل کو دیکھا کہ جن کا وجود تخلیق کیا گیا تو تاریکی کائنات کی صبح طلوع ہوئی اور جب آپ دنیا میں تشریف لائے تو تصور جمال کو وجود ملا۔ آپ ﷺ کائناتِ حسن بھی ہیں اور حسنِ کائنات بھی، آپ ﷺ کا حسن تاریخ کے نگارخانوں میں کوئی بھولی بسری یاد کا سرمایہ نہیں، بلکہ تاریخ کے تمام ادوار کو، انبیاء کے تمام زمانوں کو اور کائنات کے سارے ایوانوں کو روشنی بخشنے والا حسنِ جہانگیر ہے۔ جو قیامت تک حسن کو جلا، محبت کو سوز اور عشق کو تڑپ عطا کرتا رہے گا، جو اپنے ماننے والوں کو عقیدہ، ایمان اور ایقان بخشتا رہے گا اور نہ ماننے والوں کو اس نورِ سحر کی لذت سے آشنا کرتا رہے گا آپ ﷺ حسن کا ایک ایسا سیل رواں ہیں جن کا سفر کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً یعنی حسنِ ازل کے چھپے ہوئے خزانے کی پہلی کرن کے طور پر جبینِ فلک پر جلوہ ریز ہوا۔ پھر حضرت آدمؑ تک تمام انبیاء کے ساتھ رہا۔ پھر آپ ﷺ مہر عرب و عجم بن کر صحرائے عرب میں نمودار ہوئے اور دنیا کے حسین ترین ستاروں کی بیش قیمت کہکشاں کے ساتھ جلوہ گر رہے، صحابہ کرامؓ نے تسلیم و رضا کی نئی تاریخ مرتب کی۔ عشق

Marfat.com

میں جان دینے کی طرح ڈالی، حسن پر قربان ہونے کی رسم ایجاد کی، اپنی نگاہوں کو تمنائے چشم پر مرکوز کرنے کی عادت ڈالی۔ ایسا کیوں نہ ہوتا کہ آپ ﷺ کا حسن عارضِ ہستی کا غازہ ہے۔ جب تک دنیا قائم ہے۔ آپ ﷺ کے طالب پروانہ وار آپ کے جلوہ حسن کے طواف میں مصروف رہیں گے۔ اپنے آنسوؤں کی شمعیں جلا کر آپ کے استقبال کا اہتمام کرتے رہیں گے۔ آپ ﷺ کے رخِ انور کی تابندگی میں محو رہیں گے کیونکہ آپ نے اپنی تبلیغ کے ذریعے انسان اور معاشرے کی اصلاح کو مکمل فرما دیا۔ اپنی ذاتِ گرامی سے منصب نبوت کو درجہ کمال تک پہنچا دیا۔ اپنی نبوت کے ذریعے اسلام کو اکمل فرما دیا اور رخِ انور کی تابانی سے حسن کو کامل فرما دیا۔ ثنیۃ الوداع کی گھاٹیوں سے طلوع ہونے والے بدرِ کامل کے متعلق ہی شاعر نے کہا ہے کہ

رخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دکانِ آئینہ ساز میں

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

☆☆☆

کتابیات۔ ترمذی شریف، بلوغ الارب، مختصر سیرت رسول ﷺ، تاریخ ابن کثیر، سیرت ابن ہشام، طبقات ابن سعد، الصحابی، مہک سیرت نمبر، مخزن نعت، سیرت النبی بعداز وصال نبی

☆☆☆

Marfat.com

تھا...... جن کا انتظار......

ہبوط آدمؑ کے بعد جب خالق کائنات نے کرہ ارض پر زندگی کی بساط بچھائی تو ویران اور بے آباد زمین زندگی کی خوشبو سے مہک اُٹھی۔ چشمے اُبل پڑے، پھول کھل اُٹھے، ندیاں رواں ہوگئیں، انسان کی ضروریات اور تفریح طبع کے لئے زمین کے سینے کو، اس کی فضاؤں، اس کے سمندروں کو، درختوں، پھولوں، پرندوں، جانوروں، مچھلیوں اور پہاڑوں سے مزین کردیا گیا۔

درختوں کی کئی قسمیں۔ پھولوں کے کئی رنگ۔ پرندوں کی کئی صورتیں۔ جانوروں کی ہزاروں شکلیں۔ مچھلیوں کے ان گنت خاندان اور پہاڑوں کے کثیر الفوائد سلسلے جن میں پانی سے لے کر معدنیات اور جوہرات کی دولتیں آباد ہیں۔ یہ سب کچھ انسان کے لئے ہے۔ کیونکہ انسان اس کائنات کی زینت ہے۔ انسان اس احسن الخالقین کی قوت تخلیق کا شاہکار ہے۔ جسے دنیا میں آباد کر کے خدائے ذوالجلال اپنے بہت سے ارادوں کی تکمیل کا خواہاں تھا۔ پھر اس نے انسان کی فلاح اور اس کی تربیت کے لئے اپنے معزز پیغمبروں اور انبیاء کو انسانی آبادیوں میں بھیجا۔ جنہوں نے تین فرائض سرانجام دیئے۔ پہلے نمبر پر خدا کی عبودیت کا اقرار۔ پھر خدا کے پیغامات کو سمجھنے اور قبول کر لینے کی استعداد واہلیت کے لئے انسانوں کی تربیت اور تیسرے مرحلے پر ایک آنے والی مقدس ہستی کی خبر۔ انبیاء نے یہ تینوں فرائض اس تسلسل اور تواتر سے ادا کئے گویا یہی تخلیق کائنات کا منشا تھا۔ آخر خدا، انسان اور اُس مقدس ہستی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ میں کیا تعلق ہے جو اتنی بڑی کائناتی مشینری کے وجود اور تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی بعثت کا باعث بنا۔ اس سوال کا جواب بھی خدا

Marfat.com

تعالیٰ نے خود ہی دیا ہے کہ ''میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں لہٰذا میں نے انسان کو پیدا کیا۔'' اس حدیث قدسی سے انسان کی پیدائش کا مقصد واضح ہو جاتا ہے۔ لیکن اس سے بھی عظیم تر مقصد تخلیق ایک اور حدیث قدسی میں نکھر کر سامنے آتا ہے کہ ''اے نبی ﷺ اگر میں آپ کو پیدا نہ کرتا تو اس دنیا کو تخلیق نہ کرتا۔ اگر غور کیا جائے تو ان میں یوں مطابقت نظر آتی ہیں کہ خدا نے اپنی پہچان کے لئے حضور نبی اکرم ﷺ کو پیدا فرمایا۔ گویا حضور ﷺ ممدوح عالم بھی ہیں اور مقصود رب دو جہاں بھی، باعث تکوین روزگار بھی ہیں اور پروردگار عالم کی مراد بھی۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ مومنوں کو مخاطب کر کے یہ فرمان صادر کرتا ہے کہ ''میں اور میرے فرشتے نبی آخر الزمان ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجو۔'' لیکن اس حکم کے اطلاق سے پہلے کائنات کو آپ کی آمد کے لئے سنوارا جاتا ہے۔ انسانوں کو ہر زمانے میں آپ کی تشریف آوری کی خبر دے کر نسل در نسل انتظار میں محو رکھا جاتا ہے۔

صرف ایک مجرد اطلاع ہی نہیں دی جاتی بلکہ انبیاءؑ پر نازل ہونے والی آسمانی کتابوں میں اتمام حجت کے لئے آپ کی تمام علامات اور صفات کے ساتھ آپ کا بھرپور تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ کسی کو پہچاننے میں دشواری پیش نہ آئے۔ انبیاءؑ آپ کی عظمت اور آپ کی شان دیکھ کر خدا کے حضور آپ کا اُمتی ہونے کی خواہش کا اظہار کرتے۔ اپنے خاندان میں آپ کی پیدائش کی تمنا کرتے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ جب تعمیر بیت اللہ سے فارغ ہوئے تو آپ نے کعبے کی عظمت اور مکے کی حرمت کو گواہ بنا کر خدا کے حضور دعا فرمائی۔ اپنی خدمت کی قبولیت۔ کعبے کو آباد کرنے کی خواہش، پھر دعاء کے آخری حصے میں آپ نے سب سے بہتر تمنا کا اظہار یوں فرمایا کہ ''اے میرے رب ہماری اولاد میں ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو لوگوں کے سامنے تیری آیات تلاوت کرے اور انہیں دانائی کی تعلیم دے اور انہیں پاک کر دے۔''

(بحوالہ۔ سیارہ ڈائجسٹ۔ رسول نمبر)

حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعا نہ صرف حضور ﷺ کی عظمت کا اقرار ہے۔ آپ کی

Marfat.com

اپنی خواہش کا اظہار ہے بلکہ حضورﷺ کی دنیا میں آمد کی خبر بھی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ سے لے حضرت عیسیٰؑ تک تمام انبیاءؑ کسی نہ کسی طریقے سے اپنی امتوں کو نبی آخرالزماںﷺ کی آمد سے آگاہ کرتے رہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے شاگردوں کو مخاطب فرماتے ہوئے فرمایا۔

''اور اسی لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ تحقیق رسول اللہﷺ ایک روشنی ہیں جو تمام مصنوعات باری کو مسرور کریں گے۔ کیونکہ وہ فہم اور مشورت کی روح سے آراستہ ہیں۔ حکمت اور قوت کی روح۔ بینش اور اعتدال کی روح سے۔ خوف اور رحمت کی روح سے۔ عدل اور تقویٰ کی روح سے۔ لطف اور خیر کی روح سے آراستہ ہے۔ وہ کیسا مبارک زمانہ ہے جس میں آپ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ جب میں نے ان کو دیکھا تو میں تسلی سے بھر کر کہنے لگا: اے محمدﷺ اللہ تیرے ساتھ ہو اور مجھے اس قابل بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھولوں۔ کیونکہ اگر میں یہ سعادت حاصل کرلوں تو بڑا نبی اور اللہ کا قدوس ہو جاؤں گا''۔ (بحوالہ۔ سیارہ ڈائجسٹ۔ رسول نمبر)

حضرت ابراہیمؑ کی دعا اور حضرت عیسیٰؑ کی پیش گوئی کے بارے میں حضرت عرباض بن ساریہؓ کی ایک حدیث بھی ملتی ہے، جس میں رسول خداﷺ نے فرمایا کہ ''میں اللہ کے ہاں اس وقت سے خاتم النبین لکھا ہوا ہوں۔ جب آدمؑ اپنی گندھی ہوئی مٹی میں پڑے تھے اور میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میری نبوت کی پہلی خبر حضرت ابراہیمؑ کی دعا تھی۔ پھر عیسیٰؑ کی بشارت تھی۔ اور پھر میری والدہ کا وہ خواب جو انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا اور ان کے سامنے ایک نور ظاہر ہوا جس سے انہیں شام کے محلات نظر آئے۔ شاعر نے اس حدیث پاک کو کیا خوبصورت شعری لباس پہنایا ہے۔ (بحوالہ۔ محمد رسول اللہ۔ شیخ محمد رضا)

دعائے خلیلؑ و نوید مسیحاؑ
ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا

گویا نبوت کی بساط بچھائی جا چکی تھی۔ تمام انبیاءؑ صف بہ صف اورنگِ نبوت پر

Marfat.com

جلوہ گر ہو چکے تھی۔ اب وہ شمعِ امید جلائے اقلیمِ نبوت کے تاجدار کے منتظر تھے۔ خود حضور ﷺ کی ایک حدیث پاک ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ میری اور مجھ سے پہلے پیغمبروں کی مثال اس شخص کی مانند ہے جو حجرہ تعمیر کرے اور اس کو عمدہ اور خوبصورت بنائے مگر مکان کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ رہ جائے۔ لوگ چاروں طرف پھر کر اس مکان کو دیکھتے ہیں اور عمارت کو پسند کرتے ہیں مگر یہ کہتے ہیں کہ کیوں نہ یہاں ایک اینٹ رکھ دی جاتی جس سے یہ عمارت مکمل ہو جاتی۔ لہٰذا میں یہی وہ اینٹ ہوں۔ (بحوالہ۔ صحیفہ ہمام ابن منبہ ص۔ ۶۹)

گویا حضور ﷺ قصر نبوت کی تکمیل ہیں

اگر مکے کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو جہاں ہمیں بہت بڑی تعداد میں بت پرست ملیں گے وہاں دین ابراہیمؑ کے چند پیروکار۔ مذہب عیسویؑ کے فرمانبردار اور توریت کے علمبردار بھی ملیں گے۔ وہ سبؑ کے سب آسمانی کتابوں کے حوالے سے اور سینہ بہ سینہ سفر کرنے والی خبروں کی وجہ سے حضور نبی آخر الزماں ﷺ کی تشریف آوری سے آگاہ تھے۔ ان میں بعض اہل علم اور اہل خبر کے پاس حضور ﷺ کے ذاتی اوصاف، آپ کی بھرپور علامات، حضور ﷺ کے شخصی کمالات اور آپ کے ورود کے موقع پر پیش آنے والے واقعات تک کی خبریں موجود تھیں۔ بعض اہل کتاب اس بات سے بھی واقف تھے کہ آپ کی پیدائش کس خاندان میں ہوگی۔

چنانچہ قرآن پاک کی پہلی آیت کے وقت نزول میں جب جبرائیلؑ کے سلوک نے حضور ﷺ کو خوفزدہ کر دیا تو آپ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ حضور نبی اکرم ﷺ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور ان کے سامنے غار حرا میں پیش آنے والے واقعات کا اعادہ کیا تو وہ پکار اٹھے کہ "یہی تو وہ ناموس ہے جو پہلے انبیاءؑ کے پاس بھی آتے تھے۔ آپ ہی نبی آخر الزماں ﷺ ہیں جن کا ہمیں انتظار تھا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں جب آپ کی قوم آپ کو آپ کے وطن

Marfat.com

سے نکال دے گی۔''اس واقعہ سے پہلے جب ابو طالب آپ کو ۵۸۲ء میں جب آپ کی عمر صرف ۱۲ برس تھی ایک تجارتی قافلے کے ہمراہ شام کے سفر پر لے گئے۔ یہ قافلہ دوران سفر ستانے کے لئے حوران کے قصبے بصری میں مقام تیماء پر ایک صومعہ کے کنارے اترا۔ جہاں بحیرا نامی ایک پادری متمکن تھا۔ بحیرا سریانی زبان میں متجر عالم کو کہتے ہیں اور آرامی کے مطابق اس کے معنی ہیں ''چنا ہوا شخص''۔ بحیرا کا اصلی نام جرجیس تھا لیکن وہ اپنے علمی مرتبے کی وجہ سے بحیرا کہلایا۔ بحیرا عیسائیوں کے نسطورا فرقے کا ایک ایسا اہل علم فرد تھا جس کے پاس خالص انجیل مقدس کا علم تھا۔ عرب کے تجارتی قافلے اکثر اس راستے سے گزرتے اور وہ ان سب سے بے خبر اپنے حال میں مگن رہتا۔ لیکن ابو طالب کے قافلے کی اس نے خاص طور پر مدارات کی اور سب کو مدعو کیا۔ اہل قافلہ حضور ﷺ کو کمسن سمجھ کر سامان کی نگرانی میں چھوڑ آئے۔ بحیرا نے دریافت کیا کہ اُس بچے کو کیوں نہیں لائے جس کے سر پر میں نے بادلوں کو سایہ فگن دیکھا ہے۔ چنانچہ ابو طالب نے اس کے کہنے پر اپنے نو عمر بھتیجے کو بلا بھیجا۔ دستر خوان سے فراغت پانے کے بعد بحیرا نے آپ سے چند سوالات کئے۔ آپ کے طعام و قیام، آپ کی نشست و برخاست، آپ کی بیداری اور نیند کے بارے میں استفسار کیا اور پھر آپ کی کمر سے کپڑا اہٹا کر شانوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا۔ پھر ابو طالب سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ یہ لڑکا آپ کا رشتے دار ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میرا فرزند ہے۔ لیکن بحیرا نے کہا کہ یہ آپ کا فرزند نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ہماری آسمانی کتابیں بتاتی ہیں کہ اس لڑکے کے والد اس کے بطن مادر ہی میں انتقال کر جائیں گے۔ ابو طالب نے کہا ! ہاں یہ میرا بھتیجا ہے۔ اس پر بحیرا پادری چلا اٹھا۔ اسے فوراً وطن واپس لے جائیں، اس کی حفاظت کریں اور اسے یہودیوں سے بچا کر رکھیں۔

(بحوالہ۔ سیرت مصطفیٰ ﷺ مولانا محمد ادریس کاندھلوی)

ان واقعات سے دو چیزیں واضح ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ اعلان نبوت سے قبل بھی

Marfat.com

علامات نبوت آپ میں پوری طرح جلوہ گر تھیں۔ دوسرے یہ کہ اس زمانے میں بہت سے اہل علم اور اہل کتاب تھے جو حضور نبی محترم ﷺ کی آمد سے نہ صرف آگاہ تھے بلکہ وہ شدت سے منتظر بھی تھے۔ ان میں صرف عیسائی راہب ہی نہیں تھے بلکہ یہودی علماء بھی تھے، جو تحریف سے پاک توریت کے مالک تھے اور خدا کے احکامات پر عمل پیرا تھے اور توریت کی پیش گوئی کے مطابق حضور ﷺ کے منتظر تھے۔ ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف بن محمود بن لبید بن عبدالاشہل نے حضرت سلمہؓ بن وقش کے حوالے سے روایت کی ہے (حضرت سلمہؓ اصحاب بدر میں سے تھے) کہ بنوالاشہل کے محلے میں ایک یہودی ہمارے پڑوس میں مقیم تھا۔ میری کم سنی کے زمانے میں وہ ایک دن اہل محلّہ کے سامنے قیامت روز حشر، میزان عدل، جنت اور دوزخ کا ذکر کرنے لگا۔ اس کے خطاب پر مشرکین اور بت پرست چین بہ جبیں ہوئے اور اسے برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ جس پر اس نے برافروختہ ہونے کی بجائے کفار کو سمجھانے کے انداز میں یہ بات زور دے کر کہی کہ "ہاں لوگ قیامت کے روز دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور پھر جنت اور دوزخ کی طرف لے جائیں گے۔ کاش دوزخ کے بدلے دنیا میں کوئی مجھے دہکتے ہوئے تنور میں دھکیل کر اس کا منہ بند کر دے تاکہ اس کے بدلے میں روز قیامت عذاب دوزخ سے محفوظ رہوں۔" اس کے بعد اس یہودی نے مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ "ان شہروں کی طرف ایک نبی ظاہر ہونے والا ہے۔" حاضرین نے متجسس ہو کر سوال کیا کہ وہ کب تک ظاہر ہو گا۔ حضرت سلمہ بن وقشؓ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت حاضرین میں سب سے کم عمر تھا۔ یہودی عالم نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر اس لڑکے کی عمر نے وفا کی تو یہ اس نبی کا زمانہ پالے گا۔ حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں کہ اس خوشخبری کو ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا اور ہم آپ پر ایمان لے آئے لیکن وہ یہودی اپنی سرکشی اور حسد کی وجہ

Marfat.com

سے دولت ایمان سے بے بہرہ رہا۔

(بحوالہ۔نقوش۔رسول نمبر۔محمد رسول اللہ ﷺ)

ہر دور کے مختلف لوگوں نے اپنے اپنے علم کے مطابق لوگوں کو نبی آخرالزماں ﷺ کی پیدائش کی خبر دی اور اس بشارت کو سن کر ہر شخص نے اپنی اپنی عقیدت کے مطابق ردعمل ظاہر کیا۔حضور نبی اکرم ﷺ کی پیدائش سے سات سو برس قبل یمن پر تبع خاندان کی حکومت تھی۔ بلوغ الارب کی جلد سوم کے مطابق یہ خاندان ملکہ سبا کی اولاد میں سے تھا۔ان میں ایک بادشاہ تبع بن کلیلرب جسے ابو کرب تبع الاوسط بھی کہتے ہیں۔ایک دفعہ چار سو علماء تورات کے ہمراہ مدینہ منورہ کی سرزمین سے گزر رہا تھا کہ علماء نے دوران سفر مستقبل میں یثرب کے تقدس کے پیش نظر بادشاہ سے وہاں قیام کی اجازت طلب کی۔تبع حمیری نے اس کا سبب دریافت کیا،تو علماء نے بتایا کہ ہم نے انبیاءؑ کے صحیفوں میں پڑھا ہے کہ یہ سرزمین آخری نبی محمد ﷺ کا دارالہجرت ہوگی۔بادشاہ نے یہ سن کر نہ صرف انہیں قیام کی اجازت دی بلکہ ان سب کی رہائش کے لئے وہاں مکانات تعمیر کروائے۔سب کو زندگی گزارنے کے لئے مال ودولت سے نوازااور ایک مکان خاص طور پر حضور سرور کائنات ﷺ کے لئے تعمیر کروایا اور ساتھ ہی اپنی طرف سے ایک خط لکھ کر اس وصیت کے ساتھ ان میں سے ایک عالم کے حوالے کیا۔اگر تم نبی اکرم ﷺ کا زمانہ پاؤ تو یہ خط ان کی خدمت میں پیش کر دینا ورنہ اپنی اولاد کو اسی وصیت کے ساتھ منتقل کرتے رہنا۔تواریخ وسیر سے یہ بات ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے مدینہ پاک ہجرت کے بعد حضرت ابوایوبؓ انصاری کے جس مکان میں قیام فرمایا وہ دراصل تبع کا حضور ﷺ کے لئے تعمیر کردہ مکان ہی تھا اور ابو ایوب انصاریؓ اسی حامل رقعہ عالم کی اولاد میں سے تھے۔جسے آپ نے حضور سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کیا۔

(بحوالہ۔سیرت مصطفی ﷺ مولانا محمد ادریس کاندھلوی)

Marfat.com

علم حاصل کرنے کے تین ذرائع ہیں۔ پہلے نمبر پر مشاہدہ، اس کے بعد سینہ بہ سینہ سفر کرتی ہوئی روایات کا حصول اور تیسرے نمبر پر مختلف کتابوں میں بکھرے ہوئے موتیوں کی تلاش۔ آج ہمیں حضور نبی اکرم فخر موجودات ﷺ کے بارے میں کچھ جاننے کے لئے قرآن پاک، کتب احادیث اور تاریخ وسیرت کی کتابوں پر ہی انحصار کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اس منبع علم سے نکلنے والے چشمے خشک ہو چکے ہیں۔ خالص سیرت واحادیث کی محفلیں ناپید ہو چکی ہیں۔ چند گریباں چاک لوگ ٹوٹے پھوٹے پتوار لے کر اپنے فرقے کی کشتی کو سنبھالنے میں مصروف ہیں۔ ایسے میں کتاب کے سوا کوئی حقیقی راہنمائی نہیں کر سکتا۔ ایک دفعہ حضور سرور کائنات ﷺ کے زمانے میں ہی دنیا میں آپ کی آمد اور آپ کی بعث کے بارے میں بات چل نکلی کہ اس محفل میں حضرت سلمان فارسیؓ بھی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے حضرت عباسؓ سے اپنے قبول اسلام کی روداد کہی۔ حضرت سلمانؓ فارسیؓ کا اصل نام مابہ بوذ خشاں بن مور سلمان بہبوران بن فیروزین سہرکب تھا۔ آپ الملک کی اولاد سے تھے جو ملک فارس میں مجوسی مذہب کے پیروکار اور آتش کدے کے متولی تھے۔ ایک دن آپ اتفاق سے گھر سے بھاگ کر عیسائی پادریوں سے جا ملے۔ آپ کو ان کا طریق عبادت پسند آیا۔ وہاں سے راہنمائی حاصل کرتے کرتے آپ شام، موصل اور پھر تلاش حق میں روم کے شہر عموریہ جا پہنچے۔ جہاں آپ نسطورا فرقے کے ایک پادری کے ہاں مقیم ہوئے۔ نسطورا فرقے کے پادری عیسائیوں کی اُس شاخ سے تعلق رکھتے تھے جنہیں حضرتِ عیسیٰؑ کی اصل انجیل سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا تھا۔ اسی لئے وہ حضرت عیسیٰؑ و حضرت مریمؑ کے بارے میں پراگندہ عقائد سے نفور تھے۔ حضور ﷺ کے بارے میں بشارت دینے والا بحیرا راہب بھی نسطوری تھا۔ جب اُس پادری کا وقت وفات قریب آیا تو حضرت سلمانؓ نے اس سے رہبری چاہی تو وہ کہنے لگا کہ "ہماری کتابوں کے مطابق ایک آخری پیغمبر ﷺ کے ظہور کا زمانہ قریب آ رہا ہے جو دین

Marfat.com

ابراہیمی کے پیروکار ہوں گے۔ وہ کھجوروں والے شہر میں ہجرت فرمائیں گے۔ ان کی علامتیں بہت واضح ہوں گی۔ ان کے شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ وہ ہدیے تناول فرمائیں گے، لیکن صدقات قبول نہیں فرمائیں گے۔ اگر تم سے ممکن ہو سکا تو ان کی خدمت میں حاضر ہونا۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے دل میں عشق رسالت ﷺ کی جوت جگا کر وہ پادری دنیا سے رخصت ہوگئے۔ چنانچہ آپ عموریہ سے بنو کلاب کے ایک قافلے کے ہمراہ عرب کی وادی قریٰ میں پہنچے۔ وہاں بنو قریظہ کے ایک یہودی نے آپ کو خرید لیا۔ یوں آپ تاجدار نبوت کی غلامی اختیار کرنے کے لئے شہر شہر بکتے، غلامی کی راہوں پر آزادی کے چراغ جلاتے مدینہ میں آستانہ نبوت پر حاضر ہوئے لیکن دل کو کیسے یقین آئے کہ آپ وہی پیغمبر ہیں زمانہ جن کا منتظر تھا۔ ایک دن آپؓ کچھ ماکولات لئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ ''کچھ چیزیں بطور صدقہ قبول فرمائیں۔ آپ ﷺ نے صدقے کا نام سن کر ہاتھ کھینچ لیا۔ دوسرے دن آپ کھانے پینے کی کچھ اور چیزیں لے کر آستانہ نبوت ﷺ پر حاضر ہوئے اور فرمایا کہ میں یہ سب کچھ آپ کو بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں۔ جسے آپ نے قبول فرما لیا۔ دو علامات درست ثابت ہونے کے بعد آپ تیسری علامت کے تجسس میں رہے کہ ایک دن حضور خاتم الانبیا ﷺ ایک جنازے کے ہمراہ بقیع غرقد یعنی جنت البقیع کی طرف رواں تھے۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ میں تیسری علامت کی تصدیق کے لئے بہت بے قرار تھا۔ کیونکہ یہ آخری علامت مجھ پر یقین و اثبات کے تمام دروازے کھول سکتی تھی۔ اچانک حضور ﷺ کے آئینہ قلب پر میرا ارادہ منکشف ہوا اور آپ نے اپنی کمر سے چادر ہٹالی۔ مہر نبوت کو دیکھتے ہی میں آپ کے جسم اطہر سے لپٹ گیا اور وہاں بوسہ عقیدت دیا اور فوراً اسلام قبول کر لیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے ڈھائی سو برس عمر پائی اور عہد عثمان غنیؓ میں ۳۵ھ کو وفات پائی۔

(بحوالہ۔ نقوش۔ رسول نمبر۔ محمد رسول اللہ ﷺ۔ شیخ محمد رضا)

Marfat.com

زرتشت کو پارسی اپنا نبی مانتے ہیں۔ مجوسیوں کا مذہب زرتشت کی لائی کتاب ''اوستا'' پر مبنی ہے۔ اوستا کی اصل کتاب ''ژند'' زبان میں تھی لیکن ژند گردش ایام کے ساتھ ساتھ دنیا سے ناپید ہوگئی تو مجوسی علماء نے اپنی کتاب کا خلاصہ اور شرح لکھی جس کا نام پاژند رکھا۔ احکامات اور عبادات پر مشتمل اس کا کچھ حصہ آج کی دنیا تک پہنچا ہے جسے اوستا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اوستا میں دوسری باتوں کے علاوہ زرتشت کا یہ بیان بھی ملتا ہے کہ :۔

''میں نے دین کو مکمل نہیں کیا۔ میرے بعد ایک اور نبی آئے گا جو اس کی تکمیل کرے گا۔ وہ ساری کائنات کے لئے باعث رحمت ہوگا یعنی رحمت اللعالمین ہوگا۔''

اس کے علاوہ ہندوؤں کی کتابوں وید، پران اور اُپنسند ہیں پران کے دس حصوں میں سے ایک میں حضور سرور کائنات ﷺ کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے کہ :۔

''آخری زمانے میں ایک شخص ریگستان کے علاقے میں پیدا ہوگا۔ اس کی ماں کا نام ''قابل اعتماد'' اور باپ کا نام ''اللہ کا غلام'' ہوگا۔ وہ اپنے وطن سے شمال کی جانب جا کر بسنے پر مجبور ہوگا اور پھر وہ اپنے وطن کو دس ہزار آدمیوں کی مدد سے فتح کرے گا۔ جنگ میں اس کی رتھ کو اونٹ کھینچیں گے اور وہ اونٹ اس قدر تیز ہوں گے کہ آسمان تک پہنچ جائیں گے۔'' (بحوالہ۔ خطبات بہاولپور۔ ڈاکٹر حمید اللہ)

یہ شہادتیں اس امر کی شاہد ہیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری سے قبل ذہن انسانی اور صحیفہ کائنات پر آپ کا اسم گرامی مرتسم ہو چکا تھا اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ لوح محفوظ جیسا امین از خود اسے طشت از بام کر چکا تھا۔ خود صاحب اسرار اپنے شاہکار کو جریدہ عالم پر ثبت کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا اور صدیوں سے ان کی آمد کی ڈونڈی پٹوائی جا رہی تھی تا کہ ہر زرہ کائنات آپ ﷺ کی آمد کا منتظر رہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ حق ناشناس انسانوں کو اپنے انعامات سے کبھی نہیں نوازتا۔ نہ جانے آج وہ کتابیں کس گوشہ گمنامی میں جا چھپی ہیں۔ کن بدبختوں کی تحریف کے گھاٹ اُتر

Marfat.com

گئیں۔ وہ تورات وانجیل جن میں حضور ﷺ کا تذکرہ، ان کی علامات اور آمد کی بشارتیں درج تھیں اور جنہیں پڑھ کر وہ لوگ حضور ﷺ کے منتظر رہتے تھے۔

اصحاب فیل کا ابرہہ جب اپنے مذموم ارادے کے باعث قہر الٰہی کا شکار ہو گیا تو اس کا بیٹا یکسوم یمن کی بادشاہت کا مالک بنا۔ یکسوم کے بعد اس کا بھائی مسروق تخت وتاج کا وارث بنا۔ لیکن سیف بن ذی یزن نے کسریٰ کی مدد سے فوج کشی کر کے اسے معزول کر دیا اور خود یمن اور حبشہ کو ملا کر ایک عظیم سلطنت کی بنیاد ڈال کر بادشاہ بن بیٹھا۔ اس نے اپنی کامیابی کا جشن منانے کے لئے عربوں کے اشراف کو مدعو کیا۔ جن میں امیہ بن شمس، عبداللہ بن جدعان اور اسد بن خویلد، عبدالمطلب بن ہاشم کی سرکردگی میں قریش کی نمائندگی کرتے ہوئے شریک ہوئے۔

تمام لوگ ایک ماہ تک سیف بن ذی یزن کے دستر خوان شاہی سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ ایک ماہ کے بعد بادشاہ نے عبدالمطلب کو اپنے خلوت کدے میں طلب کیا اور کہا کہ ''اے عبدالمطلب! میں اپنے علم کا ایک راز آپ کے سپرد کر رہا ہوں یہ راز آپ کے نہاں خانہ قلب میں محفوظ رہنا چاہیے۔ یہاں تک کہ خدا اس کے فاش کرنے کی اجازت دے۔ یہ راز میں نے پوشیدہ کتاب سے جسے ہم نے دوسروں سے چھپا کر رکھا ہوا ہے حاصل کیا ہے۔ ابن ذی یزن نے عبدالمطلب کے اصرار پر بتایا کہ جب تہامہ میں ایک ایسا بچہ ہوگا جس کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک خال ہوگا تو پھر اس کی سرداری اور تمہاری سرداری قیامت تک قائم رہے گی۔'' عبدالمطلب کے مزید استفسار پر ابن ذی یزن نے بتایا کہ یہ اس کے پیدا ہونے کا وقت ہے یا وہ پیدا ہو چکا ہے۔ اس کا نام ''احمد'' ہوگا۔ اس کے ماں باپ وفات پا جائیں گے۔ اس کے دادا اور چچا اس کے کفیل ہوں گے۔ وہ دوستوں کو عزت بخشے گا اور دشمنوں کو ذلت۔ وہ اچھے اچھے ملکوں کو فتح کرے گا۔ بتوں کو توڑ دے گا۔ اس کا قول فیصلہ کن اور حکم عادلانہ ہوگا۔'' عبدالمطلب نے یہ خوشخبری سن کر بادشاہ کو بہت دعائیں دیں اور مزید

Marfat.com

وضاحت چاہی۔ ابن ذی یزن نے کہا'' پردوں والے گھر (کعبہ) کی قسم! اے عبدالمطلب! تو ہی اس کا دادا ہے۔'' یہ سن کر عبدالمطلب سجدے میں گر گئے اور بادشاہ سے فرمایا: ''بے شک وہ پیدا ہو چکا ہے۔ میں نے اس کا نام محمد ﷺ رکھا ہے۔ اس کے ماں باپ وفات پا چکے ہیں۔ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان خال ہے۔ شاہ حبشہ نے رازدارانہ انداز میں کہا کہ اسے یہودیوں سے بچائے رکھنا۔ اگر اس کی بعثت سے پہلے مجھے موت نہ آ گئی تو میں اپنی پیادہ اور گھوڑسوار فوج لے کر یثرب پہنچوں گا جو ان کا دارالہجرت ہوگا۔ جہاں ان کی حکومت ہوگی اور جہاں ان کی قبر ہوگی۔

(بحوالہ۔ بلوغ الادب جلد سوم)

اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ پر نازل ہونے والے صحائف میں حضور نبی اکرم ﷺ کی علامات کے بارے میں اتنی جزئیات بیان فرما دی تھیں کہ ان کا علم رکھنے والا یقین کی اُن حدود کو چھو لیتا جن پر آپ کے بعض ہم عصر بھی نہ پہنچ سکے۔ جس طرح اُس نے انسانی روحوں سے اپنی ہستی کا اقرار لیا۔ اسی طرح اُس نے قبل از پیدائش اور قبل از بعثت آگاہ کر کے خبر کی حجت قائم کر دی تاکہ کوئی شخص بے خبری کی آڑ نہ لے سکے۔

جس طرح خدا تعالیٰ نے قرآن پاک میں **اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول** کہہ کر رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت سے مربوط کر لیا اسی طرح اپنی ربوبیت کے ساتھ اپنے نبی ﷺ کی نبوت کو بھی منسلک رکھا اور انکے لئے **ورفعنا لک ذکرک** کا اہتمام یوں فرمایا کہ نہ صرف دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپ کا ذکر قائم رکھا بلکہ دنیا میں ورود اور تشریف آوری سے قبل بھی آپ کا غلغلہ بلند رکھا۔ کسی زمانے کا کوئی گوشہ، کسی دور کا کوئی ورق۔ کتاب ہستی کا کوئی صفحہ آپ کے اسم گرامی سے خالی نہیں رہنے دیا۔ ہر مخبر نے اُس نبی صادق ﷺ کے بارے میں دنیا کو نئی علامات سے آگاہ کیا۔ ہر صاحب کتاب نے دنیا کو اُس آفتاب نبوت ﷺ کے نئے پہلو سے روشناس کرایا۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی اپنی تالیف ''رہبر کامل'' میں لکھتے ہیں کہ

Marfat.com

سات برس کی عمر میں ایک دفعہ حضور رسالت مآب ﷺ آشوب چشم میں مبتلا ہو گئے۔ طویل علاج سے بھی آفاقہ نہ ہوا تو ایک دن عبدالمطلب سے کسی نے کہا کہ آپ انہیں فلاں طبیب کے پاس لے جائیں جو راہب بھی ہیں اور عکاظ کے قریب مقیم ہیں۔ جب عبدالمطلب اپنے عظیم المرتبت پوتے کو لے کر طبیب کے مکان پر پہنچے تو ان کا دروازہ بند پایا۔ قریب رہنے والوں نے بتایا کہ طبیب ایک برس سے اپنے مکان کے اندر بند ہے اور سب سے ملنا جلنا ترک کر چکا ہے۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ طبیب کی رہائش گاہ پر زلزلہ طاری ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے طبیب گھبرا کر اپنے خلوت کدے سے باہر نکل آیا۔ باہر آتے ہی اس کی نظر کمسن "محمد ﷺ" پر پڑی۔ اس نے آپ کے دادا سے سوال کیا کہ کیا یہ آپ کا صاحبزادہ ہے، آپ اسے یہاں کیوں لائے ہیں۔ عبدالمطلب نے حضور ﷺ کے آشوب چشم کی طرف اشارہ کیا۔ طبیب نے کہا کہ آپ کا صاحبزادہ بہت عظیم الشان انسان ہوگا۔ یہ وہ نبی آخرالزمان ﷺ ہوں گے جن کا ذکر آسمانی کتابوں میں ملتا ہے۔ ان کا لعاب ہی مخزن شفا ہے۔ جاؤ اور ان کی آنکھوں پر لگاؤ اور ہاں انہیں یہودیوں سے بچا کر رکھنا۔ وہ ان کی جان کے دشمن ہوں گے۔"

(بحوالہ۔ رہبرِ کامل۔ عبدالمجید سوہدروی)

مذکورہ واقعات سے جہاں یہ بات پوری طرح عیاں ہے کہ عیسائی اور یہودی اپنے مقدس صحائف کی پیش گوئیوں کی وجہ سے نہ صرف حضور خاتم الانبیا ﷺ کی بعثت سے پوری طرح آگاہ تھے بلکہ انہیں اپنا نجات دہندہ بھی سمجھتے تھے۔ لیکن یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ ہر دو اکابرین مذاہب کی طرف سے یہودیوں کے خطرے کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ آخر کیوں؟ دراصل یہودیوں کو اپنی قومی اور نسلی اہمیت اور برتری کے پیش نظر یہ یقین تھا کہ خدا کے وہ برگزیدہ نبی ﷺ (جنہیں پیغمبر موقت کہنا زیادہ موزوں ہوگا) ہماری قوم میں پیدا ہوں گے اور ہمارے کھوئے ہوئے وقار میں اضافے کا باعث بنیں گے۔ لیکن جب خدا تعالیٰ نے آپ کو دعائے خلیل

Marfat.com

کے صدقے میں حضرت اسحاقؑ کی بجائے شاخ اسماعیلؑ میں پیدا فرمایا تو ان کے خود ساختہ تفاخر کو سخت ٹھیس لگی اور وہ اپنے فطری حسد کے مارے حضورﷺ کی دشمنی پر اتر آئے حضرت حلیمہ سعدیہؓ فرماتی ہیں کہ بچپن میں بھی یہودی آپﷺ کو دیکھ کر پہچان لیتے اور ایک دوسرے کو آپ کے قتل پر اکساتے لیکن میں آپ کو لوگوں کی نظروں سے چھپائے رکھتی۔ (بحوالہ۔محمد رسول اللہ۔شیخ محمد رضا)

ابن سعدؒ کے حوالے سے سیارہ ڈائجسٹ رسول نمبر میں ایک واقعہ درج ہے جو یہودیوں کی شقاوت قلبی اور جہالت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ابو صحرا العقیلیؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں مدینہ گیا تو حضور نبی اول و آخرﷺ مجھے اس حالت میں ملے کہ آپ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی معیت میں جا رہے تھے۔ چلتے چلتے آپ ایک یہودی کے قریب سے گزرے جو اپنے مریض بھتیجے کو توریت پڑھ کر سنا رہا تھا۔ نبی اکرمﷺ جب اس کے قریب پہنچے تو آپ نے اس سے پوچھا! ''اے یہودی! تجھے اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰؑ پر توریت نازل کی اور نبی اسرائیل کے لئے سمندر میں راستہ بنایا۔ کیا تو اپنی توریت میں میری صفت، میرا ذکر اور میرے ظہور کا مقام لکھا ہوا پاتا ہے''؟ تو یہودی نے سر کے اشارے سے کہا ''نہیں'' جس پر اس کا بیمار بھتیجا فوراً بول اٹھا ''میں گواہی دیتا ہوں۔ قسم اس ذات کی جس نے حضرت موسیٰؑ پر توریت نازل کی اور بنی اسرائیل کے لئے سمندر میں راستہ بنایا۔ بے شک آپؐ کی تعریف، آپ کی صفت اور آپؐ کا مقام ظہور توریت میں موجود ہے۔'' یہ کہہ کر اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ حضورﷺ نے اسے اشارہ فرمایا کہ اس یہودی کو اپنے پاس سے اٹھا دو۔ اسی دوران وہ نوجوان وفات پا گیا تو حضورﷺ نے خود اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اپنے ہاتھوں سے اُسے قبر میں اتارا۔

کتب احادیث و سیرت پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ لوگوں نے آپ کو امتحانات کی کن کٹھن وادیوں سے گزارا۔ آپ پر کیسے کیسے سوالات کی بوچھاڑ کی۔ آپ کو ماضی

Marfat.com

کی کیسی کیسی کہنہ روایات میں الجھانے کی کوشش کی گئی۔ کبھی گڑھے والوں (اصحاب الاخدود) کے بارے میں سوال کیا گیا۔ کبھی غار والوں (اصحاب کہف) کے متعلق پوچھا گیا۔ کبھی آپ سے قصہ یوسف علیہ السلام سنانے کی فرمائش کی گئی۔ کبھی احوال خضر و موسیٰ بیان کرنے کو کہا گیا۔ لیکن وہ تلمیذ الرحمٰن، جن کی نوک زبان پر حق نازل ہوتا اور وہ مہبط وحی جولسان نبوت کے نام سے معروف تھی۔ ایسے حوصلہ شکن سوالوں پر کبھی بھی شکست آشنا نہ ہوئی۔ زمانہ جاہلیت میں قیس بن نشبہ ایک فلسفی اور منجم تھا اور اپنے علم وایقان سے لوگوں کو النبی الخاتم ﷺ کے معبوث ہونے کی خبر دیا کرتا تھا۔ جب اسے آپ کے منصب رسالت پر سرفراز ہونے کی اطلاع ملی تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ اے ''محمد ﷺ'' کحلہ'' کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا۔'' آسمان۔'' پھر اس نے پوچھا'' محکہ'' کیا ہے؟ آپ نے پھر فرمایا'' زمین۔'' یہ سن کر وہ آپ پر ایمان لے آیا اور کہنے لگا کہ یہ رمز نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر اس نے احساس تفاخر میں سرشار ہو کر اپنے قبول اسلام کے متعلق چند اشعار کہے۔

1- میں نے دین محمد ﷺ کی اتباع کی اور اپنے دین اور مذہب کی حیثیت سے اس دین کو پسند کر لیا۔

2- میں ہمیشہ سے یہ امید کرتا اور ان کے ظہور کے وقت کا انتظار کرتا۔ پھر خدا نے میرے لئے یہ مقدر فرما دیا کہ نبی ﷺ مجھے راہ راست دکھائیں۔

3- ان سے میری مراد حضرت آمنہؓ کے فرزند امین اور وہ مقدس ہستی ہیں جن کے واسطہ سے میں قیامت کے ہولناک عذاب سے نجات پانے کی امید رکھتا ہوں۔

(بحوالہ۔ نقوش۔ رسول نمبر۔ محمد رسول اللہ ﷺ۔ شیخ محمد رضا)

تاریخ مذاہب کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ زمانہ قبل از تاریخ سے لے کر طلوع اسلام تک سیاست و مذہب آپس میں دست و گریباں رہے ہیں۔ اعیان حکومت مذہب پر تسلط جمانے کی کوشش میں رہتے اور اہل مذاہب اپنے اسقف و رہبان کی

Marfat.com

سر کردگی میں اہل سیاست پر غلبہ پانے میں مصروف رہتے۔ اس آویزش میں اگر سیاست فتحیاب ہو جاتی تو وہ مذہب کو جڑ سے اکھاڑ دیتی اور اگر مذہب کامیاب ہو جاتا تو تخت وتاج کو اپنے زیر نگیں کر لیتا۔ ان حالات میں عوام کی حالت جانوروں کے اس گلے سے مختلف نہ ہوتی جسے ایک گروہ ادھر ہانک کر لے جاتا اور دوسری طاقت اُدھر ہانک کر لے جاتی۔ حضورﷺ نے دین وسیاست کو یکجا کرنے کے لئے بادشاہوں کو قبول اسلام کی دعوت دی۔ آپ جانتے تھے کہ عوام ہمیشہ اپنے بادشاہ کے دین پر ہوتے ہیں۔ ایک بادشاہ کا قبول اسلام پوری رعایا کے لئے قابل تقلید ہوگا۔ لیکن بعض بادشاہوں نے اپنی شان وشوکت کے تفاخر میں پیغمبر صحراﷺ کا دین قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بعض اپنے ہاں کی مذہبی قوتوں کے خوف سے نئے دین کو سچا سمجھ کر بھی اُسے قبول نہ کر سکے لیکن جو بادشاہ مسلمان ہو گئے انہوں نے برسر عام توریت وانجیل کی پیش گوئیوں کا اقرار کیا۔

حضور رسالت مآبﷺ نے سب سے پہلی دعوت حبشہ کے بادشاہ اصحمہ بن ابجر نجاشی کو دی۔ جو انجیل مقدس کے غیر تحریف شدہ صحیفے سے فیضیاب تھا۔ چنانچہ وہ حضرت جعفر طیارؓ سے قرآن پاک کی سورۃ مریم کی تلاوت سن کر فوراً ایمان لے آئے اور کہنے لگے کہ حضرت عیسٰیؑ و مریمؑ کے بارے میں قرآن کا نقطہ نظر حقیقت پر مبنی ہے۔ ایسا ہی ایک خط آپ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کے ہاتھ مقوقس مصر بن یامن کو روانہ فرمایا۔ بن یامن حاکم مصر ہی نہیں تھا بلکہ اسکندریہ کا اسقف بھی تھا۔ حضورﷺ نے انہیں دعوت اسلام پیش کی اور فرمایا کہ اگر انکار کرو گے تو اہل قبطہ کے گناہ کا وبال تم پر ہوگا۔ مقوقس خط پڑھ کر گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر رات کے وقت خفیہ طور پر حضورﷺ کے قاصد کو طلب کیا اور ان سے اسلام کی تعلیمات، حضورﷺ کی دعوت، ان کی عبادات، ان کے حسن سلوک اور آپ کے شب وروز کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ کی انقلاب انگیز دعوت اور فکر ونظر کے مختلف زاویوں سے آگاہی کے بعد

Marfat.com

کیا۔ آپ کی انقلاب انگیز دعوت اور فکر و نظر کے مختلف زاویوں سے آگاہی کے بعد پکار اُٹھا کہ ''میں جانتا تھا کہ خداوند کے آخری پیغمبر ﷺ کو ابھی آنا ہے۔ مگر میرا خیال تھا کہ آپ ؐ شام میں ظہور پذیر ہوں گے۔ کیونکہ اس سے پہلے تمام پیغمبر وہیں پیدا ہوئے مگر اب دیکھتا ہوں کہ وہ جدوجہد اور مصیبت کی سرزمین عرب میں پیدا ہوئے ہیں۔ اے ابن ابی بلتعہ ؓ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے پیغمبر ﷺ کا اس ملک پر غلبہ ہو جائے گا۔ ان کے ساتھی نیل سے گھرے ہوئے میدانوں میں اُتریں گے اور چھا جائیں گے۔ (بحوالہ۔ سیارہ ڈائجسٹ۔ رسول نمبر)

اسی طرح قیصر روم کو آپ نے ایک نامہ مبارک حضرت وحیہ ؓ بن خلیفہ کلبی کے ہمراہ روانہ فرمایا۔ جس میں نہایت دلنشین، مختصر اور بلیغ انداز میں دعوت اسلام دی گئی تھی۔ ان دنوں قیصر روم نے ایرانیوں پر فتح حاصل کی تھی اور پورے روم میں جشن فتح کی کیفیت طاری تھی۔ جس میں مختلف ممالک کے نمائندے شریک تھے۔ مکے سے ابو سفیان جشن میں شرکت کے لئے روم موجود تھے۔ قیصر نے انہیں طلب کیا اور ان سے حضور فخر عالم ﷺ کے متعلق مختلف معلومات حاصل کیں۔ ابوسفیان ؓ نے وہاں حیرت انگیز طور پر حق کو سچائی کی زبان میں بیان کر دیا۔ قیصر نے پیغمبر آخرالزمان ﷺ کے بارے میں پوری تصدیق کرنے کے بعد اعلیٰ سطح کی ایک مذہبی مجلس مشاورت منعقد کی اور ہال کے دورازے بند کروا دیئے اور علمائے کلیسا کے سامنے آپ کا نامہ مبارک پڑھا۔ خط سن کر تمام لوگ غصے سے باہر کی طرف بھاگے لیکن دروازہ بند پا کر واپس پلٹ آئے۔ قیصر روم نے حالات کا جائزہ لے کر فوراً انداز نظر بدل کر کہا کہ میں تو آپ لوگوں کا امتحان لے رہا تھا۔

بعض روایات میں یہ بھی ملتا ہے کہ خط سنتے ہی سب لوگ ایک ساتھ چیخ اُٹھے اور کہنے لگے، کیا تم چاہتے ہو کہ ہم نصرانیت کو چھوڑ دیں اور حجاز سے آنے والے اس اعرابی کے غلام بن جائیں۔ قیصر نے جب ان کو برگشتہ دیکھا تو جان گیا کہ یہ لوگ باہر

Marfat.com

جاتے ہی سارے روم میں میرے خلاف فساد برپا کر دیں گے۔ اس نے خوفزدہ ہوکر یہ حیلہ سازی کی کہ میں تو آپ کو آزمارہا تھا کہ آپ لوگ اپنے عقیدے میں کتنے راسخ ہیں۔ اس واقعہ کی تفصیلات پڑھ کر پوری طرح عیاں ہوتا ہے کہ خود قیصر روم کے دل میں نامہ مبارک کے مندرجات، ابوسفیانؓ کے مکالمات اور انجیل میں پیش کی گئی پیش گوئیوں کی وجہ سے نرم گوشہ پیدا ہو گیا۔ لیکن اہل کلیسا کے خوف سے وہ قبول حق نہ کر سکا۔

حضور سرور کائنات ﷺ نے رومی شہنشاہ کو دوسرا خط میدان تبوک سے رجب ۹ھ کو بھیجا۔ جس کے جواب میں قیصر نے آپ کی تصدیق کی اور حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کی زبانی اُس بشارت کا ذکر کیا جو انجیل کے اوراق میں محفوظ تھی۔

''احمد رسول اللہ ﷺ کی طرف جن کی بشارت عیسیٰؑ نے بھی دی ہے۔ بادشاہ قیصر روم کی جانب سے۔''

''میرے پاس آپ کا قاصد آپ کا خط لے کر آیا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ آپ کا ذکر ہم نے انجیل میں پایا ہے اور عیسیٰ ابن مریمؑ نے آپ کی بشارت دی ہے۔ میں نے اہل روم کو دعوت دی کہ وہ آپ پر ایمان لائیں۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اگر وہ میری بات مان لیتے تو بلاشبہ اس میں ان کے لئے خیر ہی تھی۔ اگر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوسکتا تو آپ کے پاؤں دھوتا۔''

(بحوالہ۔ سیارہ ڈائجسٹ۔ رسول نمبر)

قیصر روم اپنی شاہانہ شان وشوکت اپنے قدیم مذہب اور اپنی قوت وطاقت کے فراز کوہ سے اُتر کر عرب کے ریگستانوں کا حلقہ بگوش ہو گیا۔ نہیں بلکہ اس نے اپنی شاہانہ قوت کو شہنشاہ کونین ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ایک عام انسان بھی کسی کی عظمت کا اتنی آسانی سے اقرار نہیں کرتا جتنی آسانی سے بادشاہ اپنی جبین دربار رسالت ﷺ میں جھکا رہے ہیں۔ آخر کیوں؟ سلمان فارسیؓ کا

Marfat.com

قبول اسلام اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے ظہور قدسی کی بشارتوں اور علامتوں کو بھی باقاعدہ جانچ پڑتال اور پوری طرح کھوج کے بعد سچائی کا اقرار کیا۔ کہاں ایک شہنشاہ کا یہ کہنا کہ: ''اے ابن ابی بلتعہؓ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے پیغمبر ﷺ کا اس ملک میں غلبہ ہو جائے گا۔ اس کے ساتھی نیل سے گھرے ہوئے میدانوں میں اتریں گے اور چھا جائیں گے۔'' یا قیصر روم کا یہ کہنا کہ: ''اگر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتا تو آپ کے پاؤں دھوتا'' .... معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کی آمد سے پہلے ہی آپ کے متعلق اتنا زبردست چرچا کر رکھا تھا۔ آپ کی اتنی علامات انسانوں تک پہنچا رکھی تھیں۔ تورات و انجیل میں اس انداز سے آپ کا تعارف کروایا گیا تھا اور صدیوں سے نسل در نسل لوگ اس بے قراری سے آپ کی بعثت کے منتظر تھے کہ آپ کا اسم گرامی سنتے ہی وارفتہ ہو کر آپ ﷺ پر ایمان لے آتے۔ جب آپ نے اپنا نامہ مبارک یمامہ کے بادشاہ ہوزہ بن علی حنفی کو بھیجا تو اس وقت ہوزہ کے پاس دمشق کا ایک بہت بڑا عیسائی زمیندار روحی موجود تھا۔ ہوزہ نے خط پڑھ کر روحی کو اس کے مندرجات سے آگاہ کیا تو روحی فوراً پکار اٹھا کہ بلاشبہ یہ وہی عربی پیغمبر ﷺ ہیں جن کی آمد کی بشارت حضرت عیسیٰ بن مریمؑ دے چکے ہیں اور ہماری کتاب انجیل میں آپ کا نام محمد رسول اللہ ﷺ لکھا ہوا موجود ہے۔'' بعد میں یہ زمیندار حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ مشرف بہ اسلام ہوا۔ ایک مختصر سے مضمون میں سیرت کی کتابوں میں سے ان تمام واقعات کا بیان مضمون کی طوالت کا باعث ہوگا۔ واقعات دراصل وہ دلائل ہیں جن سے نفس مضمون کو ثابت کیا جاتا ہے اور حوالے کے ساتھ بیان کئے گئے چند دلائل ہی کافی ہوتے ہیں اور پھر اس ذاتِ گرامی ﷺ کا بیان زمین و آسمان کی وسعتیں، ان میں پائی جانے والی مخلوقات زمین کے سینے پر پھیلے ہوئے کروڑوں کلمہ گو مسلمان۔ اَن گنت مستشرقین کا اقرارِ عظمت اور خود خالق کونین کا یہ حکم کہ:

Marfat.com

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے فرشتے رسول ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔''

کیا اس بات کا امین نہیں کہ آپ اس بزمِ ہستی میں روح کی مانند ہیں، جب تک روح جسم کے اندر ہوتی ہے، جسم زندہ کہلاتا ہے۔ آپ کی پیدائش سے پہلے دنیا میں ہر چیز موجود تھی۔ لیکن پھر بھی آپ کا انتظار کیا جارہا تھا۔ آخر کیوں؟ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک تمام انبیاءؑ اپنی اپنی طویل عمروں میں پوری انسانیت کو خدا کی واحدانیت پر جمع نہ کر سکے۔ ظالموں کے ظلم و بربریت سے نہ بچا سکے۔ کاہنوں اور جادوگروں سے محفوظ نہ رکھ سکے اور جہالت کے اندھیروں کو دور نہ کر سکے۔ انا پرستوں کی زبردستی جاہلی تہذیبوں کے تاریک سایوں، نسلی تفاخر کے خون آشام رویوں نے وقت کے اوسان خطا کر رکھے تھے۔ اہل زمیں کے غفلت زادوں کے درمیان شب زندہ دار اس اجالے کے لئے دست بہ دعا تھے۔ وقت محض کسی مدبر، فرزند آدم کا نہیں رہبر آدمیت کا منتظر تھا۔ زمانہ بارگاہ ایزدی میں ہاتھ اٹھائے کسی ایسے انسان کامل ﷺ کے انتظار میں تھا جو وقت کے چاک داماں کو رفو کر سکے جو ٹوٹے ہوئے دلوں کو اپنی دلآویز مسکراہٹ اور سکینت بھری شفقت سے جوڑ سکے جو سسکیاں بھرتی ہوئی انسانیت کو اپنے دامن نبوت کی پناہ میں لے سکے، جو جذبوں کو زبان دے سکے، جو دعاؤں کو مستجاب کر سکے، جو بے آب و گیاہ زمین کو سرسبز و شاداب کر سکے، جو زندہ درگور کی جانے والی بچیوں کی آہوں کو سن سکے، جو غلامی کے بندھنوں کو توڑ سکے، جو زیردستوں کو زبردستوں کے بوجھ سے آزاد کرا سکے، جو انسانوں کو جاہلانہ رسم و رواج کی مصیبتوں سے بچا سکے، جو سابقہ انبیاءؑ کی تعلیمات کو زندہ کر سکے، ان کی حرمت کو قائم کر سکے، جو خدا کی بادشاہت اور سطوت کو زمانے سے منوا سکے کہ یکایک ابر کرم نے اُس درناسفتہ کو زمین کی گود میں ڈال دیا جو قیامت تک کے لئے خاتم دہر کا نگیں ٹھہرا۔

Marfat.com

مرکز عشق ووفا صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت خُبیب بن عدیؓ پا بجولاں تیغم کے مقام پر سُولی کے قریب کھڑے تھے۔ ان کے گرد مکہ کے تمام مرد وزن جمع تھے۔ کچھ ڈھول پیٹ پیٹ کر اور نفیریاں بجا بجا کر اس دہشت ناک منظر کو تماشا بنانے کی کوشش میں مصروف تھے۔ بہت سے لوگوں نے مختلف رنگوں کے جھنڈے اٹھا رکھے تھے۔ ان کے بے ہنگم نعروں۔ وحشیانہ اُچھل کود اور بے محابہ شور وغل نے ایک جشن کا سماں پیدا کر رکھا تھا۔ دوسری طرف حضرت خبیب انصاریؓ کوہ وقار بن کر خاموش کھڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ ان کے چہرہ اقدس پر طمانیت اور سکون کی ایسی پرچھائیں رقص کناں تھی۔ جو کھلے ہوئے پھول پر نظر آتی ہے یا دمکتے ہوئے چاند پر۔ حضرت زیدؓ بن دشنہ اور حضرت عبداللہؓ بن طارق کو کفار نے بدر واحد میں اپنے مقتولین کا انتقام لینے کے لیے دھوکے سے مکے بلوایا۔ اور تین صحابہ اکرامؓ کو عام حملے میں شہید کرنے کے بعد حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کو مکہ کے بازار میں فروخت کر دیا۔ چنانچہ حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹے نے اپنے باپ کا انتقام لینے کے لیے حضرت خبیبؓ کو سو اونٹوں کے عوض خرید لیا۔ اور حضرت زیدؓ بن الدشنہ کو صفواں بن امیہ نے پچاس اونٹوں کے عوض خریدا تاکہ اپنے باپ اُمیہ بن خلف کے خون کا بدلہ لے سکے۔ جو غزوہ بدر میں آپ کے ہاتھوں واصل بہ جہنم ہوا تھا۔ (بحوالہ۔ تمیں پروانے رسالت کے)

حضرت خبیب انصاریؓ کو سزا دینے سے پہلے کفار نے تمام مکے میں اعلان

Marfat.com

کروا دیا۔ جس کی وجہ سے سارا مکہ یہ تماشا دیکھنے کے لیے اُمڈ پڑا۔ حرم سے باہر تنعیم کے مقام پر سولی گاڑھ دی گئی اور انہیں نیزوں کی انی اور تلواروں کی نوک سے کچو کے دے کر ہلاک کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔ آپؓ اس تمام ہنگامہ شوروشر سے بے نیاز نظریں اٹھائے وہاں سے تین سومیل دور اپنے جاں نثاروں کے جلو میں زینت آرا اس روشن چہرے کو دیکھ رہے تھے جس کی تابانی سے سارا جہاں روشن ہے۔ دارورسن کو چومنے سے پہلے آپ نے کفار سے دو رکعت نوافل پڑھنے کی اجازت طلب کی۔ قتل گاہ میں خوف وہراس کے عالم میں ادا کیے گئے یہ نوافل قیامت تک کے شہیدان محبت کے لیے سنت ٹھہرے۔ آپ جلدی سے نوافل ادا کر کے سولی کے نیچے جا کھڑے ہوئے۔ پھر اپنی غریب الوطنی بے بسی اور بے کسی کی فریاد کرتے ہوئے خدا سے دعا کی کہ ''اے خدا ہم نے تیرے رسول ﷺ کا پیغام ان لوگوں تک پہنچا دیا ہے تو بھی اپنے رسول برحق کو میرے حال کی خبر پہنچا دے۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی نے بھی شاعرانہ حسن بیان سے پھولوں کی خوشبو سے معطر بادنسیم کے ہاتھ اپنا حالِ دل حضور نبی اکرم تک ان الفاظ میں پہنچایا تھا۔

نسیما جانبِ بطحا گزر کن
ز احوالم محمد ﷺ را خبر کن

حضور رحمت عالم ﷺ تک اپنے حال کی خبر پہنچانے کی آرزو میں دادخواہی، پناہ طلبی وفا کشی اور فدا کاری کے کتنے ہی معنی پوشیدہ ہیں۔ گردن کے گرد پھندا کسنے سے پہلے کفار میں سے کسی نے انہیں حضور نبی اکرم ﷺ کے حلقہ محبت سے برگشتہ کرنے بلکہ انؓ کے عشق رسالت کا امتحان لینے کے لیے یہ دلفریب ترغیب پیش کی اور قسم دے کر پوچھا کہ:

''کیا آپ کو پسند ہے کہ آپ کی جگہ محمد رسول اللہ ﷺ سولی پر ہوں اور آپ گھر میں آرام سے بیٹھے ہوں۔''

Marfat.com

کسی عافیت گاہ میں بیٹھے ہوئے شخص سے ایسا سوال کیا جائے تو اس کے جواب پر حیرت نہیں ہوتی۔ لیکن گلے میں پھانسی کا پھندا ہو تو ہر انسان اپنی جان بچانے کے لیے اپنی گردن کا پھندہ کسی بھی گردن میں ڈالنے کو فوراً تیار ہو جاتا ہے لیکن حضرت خبیبؓ تڑپ کر گویا ہوئے کہ ''خدا کی قسم مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھ جائے اور میں اپنے گھر میں آرام سے پڑا رہوں۔''

(بحوالہ۔ محمد رسول اللہ۔ شیخ محمد رضا)

تختہ دار پر کھڑے ہو کر اور موت کو اتنے قریب پا کر بھی ان کے دل میں ذات اقدس ﷺ کے عشق کی شمع کتنی فروزاں تھی کہ دم واپسیں بھی لبوں پر ان کا نام۔ سانسوں میں ان کی مہک اور نگاہوں میں ان کی تصویر سجی ہوئی تھی۔ عقیدت، احترام کرنا سکھاتی ہے۔ محبت میں انسان محبوب کے حکم کی تعمیل کر سکتا ہے۔ فریفتگی وارفتہ ہو کر کسی حسن مجسم کے دیدار سے مشرف رہنا چاہتی ہے۔ لیکن ایک جذبہ عشق ہے جس کا حق مال اور جان کی قربانی دے کر بھی ادا نہیں ہوتا بلکہ قربان ہونے والا اس آرزو میں جان دیتا ہے کہ کاش سو زندگیاں عطا ہوں اور وہ اسی انداز سے قربان کرتا چلا جائے۔ دراصل عشق ہر دل کی مراد ہے جو اگر خدا سے کیا جائے تو کامل ہو جاتا ہے لیکن جب پیغمبروں کی بعثت کے وقفے سے خدا کا تصور دھندلا گیا تو پیکر محسوس کے خوگر خیالی خداؤں کے صنم تراش کر اپنی جبینوں میں تڑپتے ہوئے سجدوں اور اپنے دل میں دھڑکتے ہوئے جذبہ عشق کی تسکین کا سامان کر لیا۔ صدیاں یونہی گزرتی رہیں۔ آرزوئیں یوں ہی تشنہ کام رہیں۔ جذبہ عشق پروان چڑھتا رہا۔ آخر رحمت الٰہی کو جوش آ گیا۔ اُس نے جذبہ عشق کی لاج رکھ لی اور اس وارفتگی اور تشنہ کامی کی تسکین و اطمینان کے لیے ایک ایسے وجود کو کائنات کی زینت بنایا جسے دیکھ کر دیدار الٰہی کے جذبے کی پیاس بجھ سکے، جسے دیکھ کر تمنائیں بارآور ہوں۔ آرزوئیں مشرف ہو جائیں۔ کائناتِ عشق کو محبوب نظر مل جائے۔ یہ مقدس وجود حضور آقائے دو جہاں ﷺ کا ذات گرامی تھا جن کے

Marfat.com

آنے کی خبر سے زمانے کا کوئی گوشہ بے خبر نہ تھا۔ جو ذات صدیوں سے انتظار کا محور تھی۔ پہاڑوں کے دل کی آواز تھی غاروں کی چاہت کا ارمان تھی۔ درختوں کی اُمنگوں کی ترجمان تھی حیوانوں پر شفقت کا سامان تھی۔ خدا تعالےٰ کے وعدے کی مجسم صورت تھی اور انسان کے قلب و نظر کی معراج تھی۔ علامہ اقبال نے اس وسعتِ امکانی کو اجمال کے کس پیکر میں محفوظ کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

عقل کی منزل ہے وہ عشق کا حاصل ہے وہ
حلقہء آفاق میں گرمیء محفل ہے وہ

لوگ اپنے بادشاہوں کا احترام بھی کرتے ہیں۔ اپنے سرداروں کی تعظیم بھی کرتے ہیں۔ ایمان لانے والوں نے اپنے انبیاء سے حسن سلوک بھی کیا ہے لیکن ہو سکتا ہے اس احترام کے پیچھے خوف کا کوئی جذبہ کار فرما ہو۔ تعظیم کی وجہ کوئی مجبوری بھی ہو سکتی ہے۔ اور حسن سلوک کی بنیاد خاندانی شرف پر بھی رکھی جا سکتی ہے لیکن جب حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو خدا کے حکم سے جنگ کی دعوت دی تو قوم کا جواب تعظیم اور محبت کی پیشانی پر آج بھی بدنما داغ ہے عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق جب حضرت عیسیٰؑ کو مصلوب کیا گیا، تو ان کے حواریوں نے چھپ کر اپنی جانیں بچا لیں۔ کیا نبی سے محبت کا یہی انداز ہوتا ہے؟ نہیں چشمِ فلک نے اس سے مختلف مناظر بھی دیکھے ہیں۔ جب بیعت عقبہ ثانیہ میں اہل مدینہ کے پچھتر مقدس افراد نے آپ کو مکے کے مصائب و آلام سے پناہ دینے کی پیش کش کی تو حضرت عباسؓ بن عبادہ نے فرمایا کہ ''تم لوگ جانتے ہو کہ نبی کریم ﷺ سے کس بات پر بیعت کر رہے ہو۔ تمام حاضرین نے بیک آواز کہا۔ ہم جانتے ہیں۔'' حضرت عباسؓ نے پھر وضاحت کی کہ تم ان سے سرخ اور سیاہ لوگوں سے جنگ پر بیعت کر رہے ہو اگر تمہارا یہ خیال ہو کہ جب تمہارے اموال کا صفایا کر دیا جائے گا اور تمہارے اشراف کو قتل کر دیا جائے گا تو تم ان کا ساتھ چھوڑ دو گے تو ابھی چھوڑ دو۔ کیونکہ اگر تم نے انہیں جانے کے بعد چھوڑ

Marfat.com

دیا تو یہ دنیا و آخرت کی رسوائی ہوگی۔'' اس پر سب نے دوبارہ وعدہ کیا کہ'' ہم مال کی تباہی اور اشراف کے قتل کا خطرہ مول لے کر انہیں قبول کرتے ہیں۔''

(بحوالہ۔ الرحیق المختوم۔ ص ۲۵۷)

تاریخ گواہ ہے کہ ان لوگوں نے مواخات سے لے کر غزوات تک میں اپنے اموال اور اپنی جانوں کو اس طرح محبوب خدا ﷺ پر قربان کر دیا کہ جانثاری و جاں سپاری کی تاریخ آج تک انگشت بدنداں ہے۔ ایک دفعہ جب مالِ غنیمت کی حکمت آمیز تقسیم پر بعض لوگوں نے سوءِ ظن کو ہوا دینے کی کوشش کی تو حضور افصح العرب ﷺ نے نہایت رقت آمیز انداز میں فرمایا کہ'' کیا آپ لوگ نہیں چاہتے کہ لوگ تو مال لے جائیں اور میں آپ کے حصے میں آؤں۔'' یہ الفاظ دراصل اُسی عہد کی یاد دہانی تھی۔ جنہیں سن کر سب کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ واقعی حضور نبی آخرالزماں ﷺ کی ذات گرامی دنیا کی ہر چیز سے زیادہ انمول اور قیمتی ہے۔

غزوہ احد مسلمانوں کا بہت بڑا امتحان تھا۔ کوہ احد کے عقب سے کفار کا حملہ، زبردست شکست اور حضور نبی کریم ﷺ کی شہادت کی افواہ نے نہ صرف مسلمانوں کے قدم اُکھاڑ دیئے بلکہ ان کے دل بھی توڑ کر رکھ دیئے لیکن جب وہ دل آویز اور حیات بخش صدا بلند ہوئی۔ کہ محمد ﷺ نے فرمایا مَنْ رَّجُلٌ یَّشْرِی لَنَا نَفْسَه، '' کون ہے جو میرے لیے اپنی جان فروخت کرے گا۔'' یہ ارشاد سن کر زیادؓ بن السکن پانچ صحابہؓ کے ہمراہ حضور نبی ﷺ کی مدافعت میں حصار بن کر کھڑے ہو گئے اور ایک ایک کر کے آپ پر اپنی جانیں قربان کرتے رہے۔ زیادؓ زخموں سے چور ہو کر گر پڑے۔ حضور رحمت عالمؐ نے محبت سے فرمایا اُدْنُوهُ مِنِّی انہیں میرے قریب کر دو۔ یہاں تک کہ ان کا رخسار حضورؐ کے زانوئے مبارک پر تھا کہ ان کی روح پرواز کر گئی۔

(بحوالہ۔ سیرت ابنِ ہشام جلد دوم۔ ص ۶۴)

جنگ کے خاتمے کے بعد جب زخمیوں کی مرہم پٹی اور شہداء کی تدفین ہو رہی تھی

Marfat.com

تو اچانک حضور کاشف الاسرار ﷺ نے فرمایا کہ کون سعدؓ بن الربیع کی خبر لا سکتا ہے۔
ایک صحابی نے کہا میں لا سکتا ہوں یا رسول اللہ ﷺ وہ انہیں شہداء کی لاشوں کے درمیان تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ شدید زخمی حالت میں زندگی کی آخری سانس لے رہے تھے لیکن موت کے قریب بھی وہ کسی کے متلاشی تھے۔ ان کی نگاہیں آخری جھپکی لینے سے پہلے کسی کے دیدار کو بے قرار تھیں۔ جب اس حالت میں انہیں رحمت عالم ﷺ کا پیغام ملا تو بولے کہ ''حضور ختم المرسلین ﷺ کو میرا اسلام پہنچا دینا اور عرض کرنا کہ میرا بدن زخموں سے چور ہے اور میری موت یقینی ہے۔ حضورؐ سے میرے لیے دعائے مغفرت کی التجا کرنا اور مسلمانوں کو بھی میرا پیغام دینا کہ ''اگر تم میں آنکھ جھپکانے کی بھی سکت ہوئی اور پھر بھی حضور نبی عالم ﷺ دشمنوں کے ہاتھوں شہید کر دیئے گئے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا کوئی بھی عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔''

(بحوالہ۔ سیرت ابنِ ہشام جلد دوم۔ ص ۶۴)

جب اسلامی لشکر واپسی پر مدینہ پاک میں داخل ہوا تو اس کا گذر بنو دینار کی ایک خاتون کے مکان پر ہوا جس کا شوہر باپ اور بھائی جنگ میں شہید ہو چکے تھے۔ اسے تینوں کی شہادت سے مطلع کیا گیا لیکن اس نے ان تینوں جانگداز حادثوں کی خبر سننے کے بعد پوچھا تو یہ کہ بتاؤ ''حضور نبی اکرم ﷺ کیسے ہیں۔'' جب اُسے بتایا گیا کہ اللہ کے فضل سے وہ زندہ ہیں۔ تو اُس نے آپ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد کہا **کُلُّ مُصیبۃ بعدک جلل یا رسول اللہ** ''یا رُسول اللہؐ۔ آپ کے ہوتے ہوئے ہر مصیبت ہیچ ہے۔

(بحوالہ۔ خطبات مدارس۔ ص ۸۷)

عروہ بن مسعود ثقفی کی وہ گواہی آج بھی تاریخ کے اوراق میں زندہ و روشن ہے۔ اس زمانے میں یہ رواج تھا کہ ہم مرتبہ اشخاص بے تکلفی کے عالم میں ایک دوسرے کی داڑھیوں پر ہاتھ پھیر کر بات کیا کرتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار کی طرف سے جب عُروہ بن مسعود صلح کی بعض شرائط طے کرنے حضور سرور کونین ﷺ

Marfat.com

کے پاس آیا تو سرداری کے زعم اور ہم مرتبہ ہونے کے خیال سے دورانِ گفتگو اپنا ہاتھ بار بار حضور علیہ وسلم ﷺ کی ریش مبارک کی طرف بڑھاتا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ حضور نبی رحمت ﷺ کی پشت پر تلوار لیے ایستادہ تھے اور حضرت صدیق اکبرؓ آپ کے ہم نشیں تھے۔ عُروہ جب بھی اپنا ہاتھ حضورؐ کے چہرے کی طرف بڑھاتا۔ حضرت مغیرہؓ فوراً اس کا ہاتھ جھٹک دیتے عُروہ اپنی عادت کے مطابق بار بار اس کا اعادہ کرتا رہا۔ لیکن حضور نبی اکرمؐ کے پروانوں کو آپ کی توہین کب گوارا تھی۔ آخر انہیں کہنا پڑا کہ ''او دشمن خدا اپنا ہاتھ روک لو۔ ورنہ یہ واپس نہیں جائے گا۔ اسی دوران اس نے سلطان عرب وعجم ﷺ سے ان کے جانثاروں اور پرستاروں کا طرزِ سلوک دیکھا۔ ان کے احترام کا مشاہدہ کیا ان کی تعظیم کے مناظر ملاحظہ کئے۔ آپ سے تعلق خاطر کا احوال دیکھ کر جب وہ اپنے رفقاء کے پاس لوٹا تو کہنے لگا۔

''اے قوم! بخدا میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں جا چکا ہوں لیکن میں نے تعظیم کے وہ مناظر کہیں نہیں دیکھے، جتنا احترام ''محمد'' کے ساتھی کرتے ہیں۔ بخدا وہ تھوک بھی پھینکتے ہیں تو صحابہؓ اسے ہاتھوں میں لے کر اپنے جسموں اور چہروں پر مل لیتے ہیں۔ آپ کے وضو سے گرتے ہوئے پانی کے حصول کے لیے چھینا چھپٹی کرتے ہیں۔'' پاس عظمت کی وجہ سے وہ آپ کے چہرے کو نظر بھر کر نہیں دیکھتے۔ آپ کے حکم کی بجا آوری کے لیے ٹوٹ پڑتے ہیں تم لوگ ایسی قوم پر غلبہ نہیں پا سکتے۔

(بحوالہ۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت عروہؓ بن مسعود نے بعد میں اپنی قوم سے مایوس ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

حضور رحمت عالم ﷺ کے آبِ وضو کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ حضرت حنینؓ آپ کے غلام تھے آپ حضورؐ کے وضو کا مستعمل پانی صحابہ اکرامؓ میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے تقسیم کا یہ عمل روک دیا تو صحابہ اکرامؓ بے قرار ہو گئے۔ انہوں نے حضورؐ سے شکایت کی، استفسار پر معلوم ہوا کہ حضرت حنینؓ نے وہ

Marfat.com

پانی اپنی پیاس بجھانے اور وضو کے لیے ذخیرہ کرنا شروع کر دیا ہے۔

(بحوالہ۔ اصح السیر۔ ص ۶۰۳)

یہ کیسا جذبہء عشق و محبت تھا۔ یہ کیسا تعلق خاطر تھا۔ یہ کیسی عقیدت تھی کہ وہ لوگ آپ کی ذات گرامی ہی سے نہیں آپ کی نسبت پر بھی جان چھڑکتے تھے۔ کیونکہ وہ آپ کو خدا کا، فرستادہ یا محض پیغام رساں نہیں سمجھتے تھے، وہ نبیؐ کے مقام سے آگاہ تھے۔ وہ جانتے تھے کہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سلطنت خداوندی کے وائسرائے ہیں۔ وہ صرف احکامات نافذ نہیں کرتے بلکہ اپنے پیکر فانوس کو نور ہدایت سے منور کر کے ماحول کو روشنی عطا کرتے ہیں۔ آپ وحی کے الفاظ میں اپنے عمل کی روح پھونک کر اُسے صحابہ اکرامؓ کے لیے قابل عمل بناتے ہیں۔ بقول واصف علی واصف

جس ذات پر نزولِ کلام مجید ہو
وہ ذات کم نہیں ہے مقدس کتاب سے

خود حضور محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خدا سے بے پناہ عشق تھا۔ آپ اس کے ہر حکم تعمیل اور بجا آوری کے لیے بڑی سے بڑی مشکل کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ آپ نے خدا کا پیغام پہنچانے کے لئے کسی جبروت کی پرواہ نہیں کی کسی انفرادی یا اجتماعی قوت سے خوفزدہ نہیں ہوئے کسی ظلم کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جو عمل عشق میں ڈوب کر کیا جائے وہ حیات ابدی کا سزاوار ٹھہرتا ہے۔ وہ انسانوں میں ابلاغ اور فروغ کا باعث بنتا ہے۔ علامہ اقبال نے اپنے ایک شعر میں اسی بلیغ نکتے کے طرف کیسا واضح اشارہ کیا ہے۔

مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصلِ حیات، موت ہے اس پر حرام

پہلے حضور نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود خدا کے حکم کی تفسیر بنتے پھر صحابہ اکرامؓ آپ کے عمل کی تقلید کی کوشش فرماتے۔ ان تصویروں کا رنگ اتنا پختہ ہے کہ زمانے کی گردشیں

Marfat.com

بھی انہیں دھندلا نہیں سکیں۔ کیونکہ یہ رنگ صبغتہ اللہ ہے اس میں عشق، لگن اور فریفتگی اتنی پختگی ہے کہ یہ رنگ قیامت تک کے انسانوں میں بھی تقسیم کر دیا جائے تو اس میں کمی واقع نہیں ہو سکتی۔ حضور میر امم ﷺ کی ذات اقدس سے عشق و محبت زمانہ مابعد کی بات نہیں بلکہ اس کا اعتراف آپ کے صحابہؓ نے بھی کیا ہے۔ اس کا اقرار آپ کے جانثاروں نے نہ صرف اقوال سے بلکہ اپنے اعمال سے بھی کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بہت بلند مرتبت صحابی اور بہت بڑے شاعر تھے۔ گویا صاحب سیف و قلم تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ عمرے کی غرض سے جب اونٹ پر سوار مکہ میں داخل ہو رہے تھے۔ حضرت عبداللہؓ ناقہ کی مہار تھامے یہ اشعار پڑھتے آپ کے ہمراہ تھے۔

خَلُّو نبیِ الکُفَّارِ عَنْ سبیلِہ　　خَلُّوفَکُلُّ الْخیرَ فِی رَسُولِہ

یَـارَبِّ اِنـیِّ مُوٴ مِنُ بِقیلِـہ　　اَعْـرِفُ حَقَّ اللہ فِی قَبوُلِہ

اوکفار کی اولاد! راستہ چھوڑ دو کہ ساری خیر و فلاح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہے۔ اے اللہ میں ان کے اقوال پر ایمان لایا۔ اور میں نے انہیں قبول کر کے ہی حق کو پہچانا ہے۔　(بحوالہ۔ سیرت ابن ہشام جلد دوم۔ ص ۴۳۴)

اسی طرح غزوہ موتہ کے موقع پر آپ نے مدینہ پاک سے باہر جا کر لشکر اسلام کو الوداع فرمایا۔ جب آپ نے حضرت عبداللہؓ بن رواحہ سے الوداعی مصافحہ کیا۔ تو ان پر گریہ طاری ہو گیا اور اسی عالم میں آپ نے حضورؐ کی خدمت میں یہ شعر نذرانہ عقیدت کے طور پر پیش کئے۔

فَثَبَّتَ اللہ مَا اٰتَاکَ مِن حَسَنِ　　تَثبیتَ مُوسیٰ وَ نَصراَ کَا لَّذی نُصِرُو

اِنِّی تَضَرَّستُ فِیکَ الخیرَ نَافِلَۃَ　　اللہ یَعلَمُ اِنِّی ثَابِتُ البَصرِ

اٰنتَ الرَّسُولُ فَمَن یُحرَمَ نوَافِلَہ،　وَالوَجہ، مِنہُ فَقد آزری بِہِ القَدَرُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو محاسن عطا فرمائے وہ پایہ ثبوت پر پہنچ گئے۔ جس طرح حضرت موسیٰ کے محاسن پایہ ثبوت تک پہنچ گئے۔ اس نے آپ کی مدد و نصرت کا معاملہ

Marfat.com

بھی پایہ تکمیل پر پہنچا دیا۔ جس طرح دیگر انبیاء کی پوری مدد فرمائی۔ میں نے یہ بات پوری فراست سے سمجھ لی ہے کہ آپ کی طرف سے عطا کردہ خیر و فلاح خدا کا تحفہ ہے آپ پیغمبر خدا ہیں جو شخص آپ کے عطیوں اور ہدایتوں سے محروم رہے گا یہ اس کی بد قسمتی ہے۔ (بحوالہ۔ سیرت ابنِ ہشام جلد دوم۔ ص ۴۳۴)

میدان جنگ یعنی جائے شہادت کی طرف روانہ ہوتے ہوئے بھی وہ لوگ حضور نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام نبوت کا اعلان کرتے جاتے۔ اپنی زبان و قلم سے آپ کا ذکر کرتے جاتے۔ آپ کی نعت کہتے اور آپ کے فراق کے گیت گاتے۔ وہ جانتے تھے کہ پوری وادی بطحا آپ کی خوشبو سے مہک رہی ہے۔ ان کی منزل کوئی شہر نہیں تھا۔ ان کا مقصود مال غنیمت نہیں تھا۔ وہ جنت کی آرزو بھی کرتے تھے تو اس لیے کہ وہاں بھی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت نصیب ہوگی۔ آپ کی ذات اقدس کے سوا ان کی کوئی منزل نہیں تھی۔ حضرت حسان بن ثابتؓ نے حضور ختم الانبیاء کی وفات پر جو اشعار کہے ان میں اسی قربت کی خواہش کی تھی جیسے۔

یَا رَبِّ فَاجْمَعْنَا مَعاً وَّ نَبِيَّنَا فِي جَنَّةٍ مُثْنِي عُيُونُ الْحُسَّدِ

"اے پروردگار تو ہم سب کو ہمارے نبیؐ کے ساتھ اس جنت میں ایک جگہ جمع کر دے جو حاسدوں کی نگاہوں سے پاک ہو۔"

شورش کاشمیری نے ایک جگہ کہا ہے کہ عقل دلیل دیتی ہے اعتقاد نہیں، اعتقاد شخصیت سے پیدا ہوتا ہے۔ "صحابہ اکرامؓ کے پاس قواعد و ضوابطہ اور احکام و فرامین کی صورت میں قرآن حکیم موجود تھا۔ خدا اگر چاہتا تو کسی فرشتے کے ذریعے قرآن کریم کی ایک جلد دنیا میں بھیج دیتا اور انسانوں کو اس پر عمل کرنے کا حکم بھی سے دیتا، لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ کیونکہ شخصیت کے بغیر قواعد و احکامات دفتر بے معنی بن کر رہ جاتے ہیں۔ شخصیت پہلے دلوں پر اپنی ذات کا اعتقاد پیدا کرتی ہے۔ پھر محبت و یگانگت کا رشتہ استوار کرتی ہے۔ پھر دلوں میں عشق کی جوت جگاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ مرحلہ آجاتا

Marfat.com

ہے کہ شخصیت کا ہر عمل، حکم کے درجے پر پہنچ جاتا ہے۔ شخصیت کا ہر قول شریعت بن جاتا ہے اور خود شخصیت ایمان کا حامل ٹھہرتی ہے۔

علامہ اقبال نے اپنے شعر میں اسی خیال کو قلمبند کیا ہے کہ:

دیں مجو اندر کتب اے بے خبر　　　علم و حکمت از کتب دیں از نظر

یعنی اے بے خبر دین کو کتابوں میں تلاش نہ کر۔ کتابوں سے علم و حکمت تو مل سکتے ہیں لیکن دین نگاہ کامل ہی سے ملتا ہے۔

عرب میں رواج تھا کہ جب کسی کا پاؤں سُن ہو جاتا تو وہ اپنے کسی محبوب کو پکارتا تو اس کا پاؤں ٹھیک ہو جاتا۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا پاؤں مسلسل بیٹھے رہنے کی وجہ سے سُن ہو گیا۔ کسی نے انہیں کہا کہ آپ کو جس سے بہت محبت ہے اس کا نام پکاریں۔ آپ نے فوراً کہا: ''یارسول اللہؐ!

(بحوالہ۔ سیرت ابنِ ہشام جلد دوم۔ ص ۴۳۸)

بات یقین یا تو ہم کی نہیں محبت کی ہے کہ آپ کی ذات گرامی صحابہ کرامؓ کے قلب و ذہن اور خون میں سرایت کر چکی تھی۔ ان کے عشق و محبت کا یہ عالم تھا کہ نہ صرف آپ کے لعاب دہن کو اپنے چہرے اور جسم کی زینت بنا لیتے بلکہ آپ کا خون بھی ان کے لیے باعث سعادت تھا۔ غزوہ احد میں عتبہ بن ابو وقاص نے حضور نبی اکرم ﷺ کا دانت مبارک شہید کر دیا۔ نیچے کا لب مبارک زخمی کر دیا۔ عبداللہ بن شہاب نے آپ کی پیشانی کو خون آلود کر دیا۔ اور ابن قمیہ نے آپ کے خود پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ رخسار مبارک میں گڑھ گیا۔ آپ زخمی ہو کر ابو عامر کے کھودے ہوئے گڑھے میں گر گئے۔ حضرت علیؓ نے آپ کا دست مبارک پکڑا حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے آپ کو سہارا دے کر کھڑا کیا اور حضرت ابو سعید خدریؓ کے والد مکرم حضرت مالکؓ بن سنان نے آپ کے چہرہ اقدس سے خون چوس کر نگل لیا۔ جب آپ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا۔ مِن مس دمی، دمه تعبه النار۔

Marfat.com

جس کے ''خون میں میرا خون شامل ہو گیا۔ اس پر دوزخ کی آگ اثر نہیں کرے گی۔'' حضرت طلحہ بن عبداللہؓ کے بارے میں فرمایا: مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی شَهِیدٍ عَلٰی وَجهِ الاَرْضِ فَلْیَنظُرْ اِلٰی طَلْحَۃَ بن عَبِیدُاللّٰه ۔

جو شخص زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھنا چاہے وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔

خونی رشتے بھی کسی کے خون سے عقیدت و محبت کی ایسی داستان مرتب نہیں کر سکتے۔ خون جیسی کریہہ چیز کو سید الانبیاء ﷺ کی نسبت سے قابل نوش قرار دینے والے افراد کو رسول خدا ﷺ سے کس قدر محبت ہو گی جذبوں کی پیمائش صرف عمل سے ہو سکتی ہے۔ عمل جذبوں کا مقیاس ہے۔ عشق بھی ایک جذبہ ہے اور قربانی اس کا پر گواہی۔

اصح السیر کے مطابق امام بخاریؒ نے معمر بن عبداللہ بن حنظلہ بن عوفؓ کے حوالے سے ایک حدیث پاک بیان کی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے حکم سے آپ کے سر اقدس کی داہنی طرف کے بال کاٹے گئے اور انہیں حاضرین میں تقسیم کیا گیا۔ پھر سر اقدس کی بائیں طرف کے بال کاٹ کر حضرت ابو طلحہؓ کو عطا فرمائے گئے۔

حضرت انسؓ بن مالک کا بیان ہے کہ حجام رسول خدا ﷺ کے بال تراش رہا تھا اور صحابہ کرامؓ آپ کے گرد حلقہ باندھے آپ کے موئے مبارک سمیٹ رہے تھے۔

ابن سیرین فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبیدہؓ سے کہا ''میرے پاس نبی اکرم ﷺ کے کچھ موئے مبارک ہیں جو میں نے حضرت انسؓ سے حاصل کیے ہیں یہ سن کر عبیدہؓ نے فرمایا کہ ''بخدا اگر میرے پاس ان میں سے ایک بال بھی ہو تو یہ مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔ (بحوالہ۔ ہلال میلاد النبی۔ ص ۱۷۴)

چنانچہ طبقات ابن سعد کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا وقت وفات قریب آیا تو آپ نے بعض صحابہ کرامؓ سے حضور رحمت عالم ﷺ کے کچھ بال مبارک اور ناخن منگوا کر وصیت کی کہ میرے کفن میں رکھ دیئے جائیں۔ آپ کی عقیدت صرف آپ کے بالوں اور ناخنوں تک ہی محدود نہیں رہی

Marfat.com

بلکہ حضرت اسعد ابن زرارہؓ نے رسول خدا ﷺ کو ایک چارپائی بطور ہدیہ پیش کی جس کے پائے ساگوان کے تھے۔ حضورؐ کبھی کبھار اس پر استراحت فرمایا کرتے حتیٰ کہ آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کو اسی چارپائی پر لٹایا گیا۔ بعد میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے جسد خاکی کو بھی بطور عقیدت اسی چارپائی پر لٹایا گیا۔ روایات میں آتا ہے جب تک یہ چارپائی قابل استعمال رہی لوگ بطور تبرک اپنے مرنے والوں کو اس پر لٹاتے رہے یہاں تک کہ بنوامیہ کے عہد میں اسے میراث حضرت عائشہؓ کے طور پر فروخت کیا گیا تو عبداللہ بن اسحاق نے اس کے تختے چار ہزار درہم میں خرید لیے۔ (بحوالہ۔ تشریح بخاری، خواجہ حسن نظامی۔ ص۔۱۰۳)

اسی طرح بعض مواقع پر ناخن ترشوا کر بھی

صحابہ میں تقسیم کرائے گئے اور انہوں نے اپنے ورثا کو موئے مبارک اور ناخن اپنے ساتھ قبر میں دفن کرنے کی وصیتیں کیں۔ (اصح البتر۔ ص ۵۳۳)

نسبت سے محبت صرف صحابہ اکرامؓ کا معیار عشق ہی نہیں تھا بلکہ حضور نبی آخرالزماں ﷺ کا ارشاد گرامی بھی تھا۔ کوہ احد سے اپنی نسبت کی بناء پر ہی آپ نے فرمایا تھا کہ ''احد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم احد سے محبت کرتے ہیں۔'' اس نسبت کو زندہ رکھنے کے لیے مزید فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی احد پر آئے اس پر اُگی ہوئی کوئی سبزی، جڑی بوٹی چاہے وہ سوکھی ہوئی جھاڑی ہی کیوں نہ ہو ضرور کھائے۔'' حضور رحمت عالم ﷺ کی نسبت نے احد کو کیا سعادت عطا کی ہے۔ ہجرت مدینہ کے بعد آپ نے سب سے پہلے مسجد قبا تعمیر کی۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ صاحب حوض کوثر ﷺ ہر ہفتے اونٹنی پر سوار ہو کر اور کبھی پیدل مسجد قبا تشریف لے جاتے اور وہاں دو رکعت نماز ادا کرتے، یہ آپ کا معمول رہا، پھر اس نسبت کو زندہ رکھنے کے لیے اس معمول کو معیار عمل بنانے اور اپنی سجدہ گاہ کو دوام بخشنے کے لیے سید البشر ﷺ نے فرمایا ''جو شخص مسجد قبا میں دو رکعت نماز ادا کرے گا اسے ایک عمرے کے برابر

Marfat.com

ثواب ملے گا۔'' آپ نے ایک اور جگہ فرمایا کہ مسجد قبا میں دو رکعت ادا کرنا میرے نزدیک اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں دو مرتبہ بیت المقدس کی زیارت کروں۔'' حضرت عمر فاروقؓ نے آپ کے اسی تعلق اور آپ کی نسبت کے احترام میں فرمایا کہ ''میں نے اپنی آنکھوں سے رسول اکرمؐ کو اس مسجد کی تعمیر کے لیے پتھر ڈھوتے دیکھا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مسجد قبا کو ہم سے قریب کر دیا۔ اگر یہ دنیا کے دور دراز گوشے میں بھی ہوتی تو ہم اپنے اونٹوں کے کلیجے اس کی طلب میں فناہ کر دیتے۔'' ایسا کیوں نہ ہو کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کی یادگار قیامت تک کے لیے سنت قرار دی جاسکتی ہے۔ صفا و مروہ کے درمیان حضرت ہاجرہؓ کی سعی حج کا حصہ بن سکتی ہے۔ مقام ابراہیمؑ مسجود خلائق کا درجہ حاصل کر سکتا ہے۔ تو حضور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی سجدہ گاہ میزان میں ''عمرے'' کے برابر کیوں نہیں ہو سکتی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی نسبت سے آپ کے حجرے سے منبر تک کا حصہ ریاض الجنت بن چکا ہے۔ آپ کی مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے یہاں تک کہ آپ کے مزار مبارک کی زیارت آپ کی طرف سے بخشش کی سفارش کا باعث ہے۔ من زارا قبری واجبت له شفاعتی ۔ یہی وجہ ہے کہ اس مقدس قافلہ انسانی کا ہر فرد محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جان اپنی والا داور اپنا مال خوش دلی سے نثار کر دیتا تھا۔ نسبتیں یادوں کا خزینہ ہوتی ہیں۔ نسبتیں، تعلقات کی دستاویز پر شہادت کی مہریں ہوتی ہیں، جنہیں زندہ اور قائم رکھنا محبت کے ایوانوں کو آباد رکھنا اور سنت نبوی کے چمن کو شاداب رکھنے کے مترادف ہے۔ حضور مفسر قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''جس نے میری ایک سنت کو زندہ کیا اس پر میری شفاعت واجب ہو گئی۔''

کیونکہ آپ کا ہر عمل قرآن کی تفسیر ہے۔ آپ کا ہر عمل سنت ہے اور سنت ہی شریعت ہے۔ سنت ہی بقائے عمل کی روح ہے۔ جسے زندہ رکھنا ہر زمانے کی ضرورت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے چلے جانے کے بعد ان کی رفاقتوں کے امین اور ان کی

Marfat.com

خلوتوں کے ساتھی حضرت ابوبکر صدیقؓ پر صدموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے قلب ونظر میں بسنے والے نہ رہیں تو دونوں کی دنیا اجڑ جاتی ہے۔ دنیا سے رخصتی سے قبل آپؐ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کی سرکردگی میں ایک لشکر ترتیب دیا۔ لیکن بعد میں منکرین نبوت اور مانعین زکوٰۃ نے حالات میں وہ ابتری اور انتشار پیدا کر دیا کہ حضرت عمر فاروقؓ جیسے عبقری کو بھی یہ مشورہ دینا پڑا کہ آپ لشکر کی روانگی ملتوی کر دیں تو آپ نے فرمایا۔

وَالَّذی نفسی بیده لو ظَنَنْتُ السباع تخطفی لانفدت جَیش اُسَامَه کمااَمربه رسول الله صلی الله علیه وسلم ولولم یبق فی القُرىٰ غیری لانفدته. (بحوالہ۔ نقوش۔ رسول نمبر۔ ص۔ ۵۷۴۔ جلد۔ نہم)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر مجھ کو یہ گمان ہوتا کہ درندے مجھ کو اٹھا کر لے جائیں گے تو بھی میں حضورؐ کے حکم کی تعمیل میں اُسامہؓ کا لشکر ضرور بھیجتا۔ اگر بستیوں میں میرے سوائے ایک متنفس بھی باقی نہ رہے تو بھی اس کی روانگی کا حکم ضرور دیتا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے بعد یہ سب سے پہلا سرکاری حکم تھا۔ جس میں ایک جانثار اور فدائی کی شان جھلکتی ہے۔ جسے اپنی خلافت بچانے سے سروکار نہیں آپؐ کے حکم کی تعمیل میں جان قربان کرنے کا سودا ہے۔ جسے مصلحت سے واسطہ نہیں، عشق مصطفےٰؐ کی لاج نبھانے سے غرض ہے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ

ہر کہ عشقِ مصطفےٰ سامان اوست ۔۔۔ بحر و بر در گوشہ دامانِ اوست

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس جب دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تو چاند کے چھپنے کے بعد ستاروں نے اس کی روشنی کو دنیا میں پھیلانے کا عزم کر لیا۔ انہوں نے آپ کے قرآن کو منضبط کیا۔ آپ کے اقوال کو محفوظ کیا۔ اور آپ کے اعمال کو اپنے شب و روز کا معمول بنا کر آپ کی ہستی کو قیامت تک کے لیے چشمہ فیض

Marfat.com

بنا ڈالا۔ اپنے قلب ونظر کو کسی ذات اقدس سے آباد رکھنے کا طریقہ یہی ہے کہ اس کے اسوہ حسنہ کو زندہ رکھا جائے حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک دن حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا۔

الطلق نبا الیٰ اُمّ ایمن نذودھا کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزودھا۔ (بحوالہ۔ نقوش۔ رسول نمبر۔ ص ۶۱۱۔ جلد۔ نہم)

چلو آج سنت کی پیروی میں ام ایمن سے چل کر ملیں۔

ام ایمن حضور سرور کائناتؐ کی آیا تھیں آپؐ اکثر انہیں ملنے جایا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم مکہ مکرمہ کے راستے میں منصرف کی پہاڑیوں کے پاس پہنچے تو وہاں ایک درخت تھا۔ صحابہ اکرامؓ نے ہمیں بتایا کہ حضور رحمت عالم ﷺ یہاں تشریف لایا کرتے۔ یہاں وضو فرماتے اور اس درخت کی جڑوں کو پانی دیتے۔ چنانچہ ہم نے بھی سنت نبویؐ کی پیروی میں اس درخت کو پانی دیا۔

بیویاں قریب ترین ساتھی ہونے کی بناء پر اپنے شوہر کے اوصاف ومعائب سے آگاہ ہوتی ہیں۔ اسی لیے وہ اس کے مقام ومرتبے کے مطابق تعظیم کرنے سے قاصر رہتی ہیں۔ لیکن حضور نبی اکرم ﷺ کی زندگی ایک کھلی کتاب تھی جس کا کوئی ورق آپ کے قریب ترین ساتھیوں سے بھی پوشدہ نہ تھا۔ آپ کی کتاب ہستی کے تمام اوراق اتنے روشن، اجلے اور بے داغ تھے کہ تحقیق کرنے والے بھی آپ کے اعلیٰ کردار پر فریفتہ ہو کر آپ کے حلقہ بگوش ہو جاتے۔ جب وحی اول کے نزول کے بعد آپ نے اپنی گھبراہٹ اور نا معلوم وسوسوں کا اظہار حضرت خدیجہ الکبریٰؓ سے کیا اس وقت انہوں نے جو کلمات ادا کیے وہ اپنے شوہر کی بے پناہ تعظیم اور بلند مرتبے کی نشاندہی کرتے ہیں آپؓ نے فرمایا کہ "آپ فکر مند نہ ہوں۔ خدا آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ آپ غریبوں اور محتاجوں کے ہمدرد اور بہی خواہ ہیں۔" اسی طرح جب فتح مکہ سے قبل ابوسفیان کو کسی طرح حضور نبی محترم ﷺ کے ارادوں کی خبر ہوئی، تو وہ بحیثیت سردار مکہ

Marfat.com

جنگ کو ٹالنے اور اپنی قوم کو پناہ دینے کی درخواست لے کر مدینے آیا۔ اسے براہ راست حضور سرورکونین ﷺ کی خدمت میں جانے کا حوصلہ تو نہ ہوا لہٰذا وہ سب سے پہلے اپنی بیٹی ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کے ہاں سفارش کی غرض سے پہنچا۔ جب گھر میں داخل ہو کر چارپائی پر بیٹھنے لگا تو حضرت ام حبیبہؓ نے بستر کھینچ لیا۔ ابوسفیان نے اپنی بیٹی سے حیران کن لہجے میں باپ سے اس ہتک آمیز سلوک کی وجہ پوچھی، بیٹی نے جواب دیا کہ یہ رسول خدا ﷺ کا پاکیزہ بستر ہے تم مشرک اور نجس ہو، تمہیں اس پر بیٹھنے کا کوئی حق نہیں، ایک پاکباز بیوی نے اپنے باپ کے مقابلے میں مقدس شوہرؐ کے احترام کا حق ادا کر دیا۔

حضور روح کائنات ﷺ کی پوری زندگی میں ایسے بے پناہ واقعات ملتے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ اکرامؓ نے احترام کا کوئی ایسا پہلو محبت کا کوئی ایسا انداز اور عشق کی کوئی ایسی ادا نہیں جو محبوب خدا ﷺ کے لیے وقف نہ کر دی ہو۔ انسانی قدرت میں کوئی ایسا امکان نہیں جسے انہوں نے آپ پر نثار نہ کر دیا ہو۔ کوئی ایسا حیطہ اختیار نہیں جسے انہوں نے آپ کے حوالے نہ کر دیا ہو۔ انسانی انا کی کوئی ایسی حس نہیں جس کی انہوں نے آپ کے حضور نفی نہ کر دی ہو۔ انسان کے عشق و محبت کا کوئی ایسا دعویٰ نہیں جو آپ کے لیے مخصوص نہ کر دیا گیا ہو۔ انسان کی باغیانہ سرشت کا کوئی ایسا عنصر نہیں جو انہوں نے آپ کے قدموں میں ڈھیر نہ کر دیا ہو۔ حضرت عمر فاروقؓ نے صلح حدیبیہ کی کمزور شرائط پر معمولی سی تنقید کی تھی۔ لیکن اپنی اس گستاخی پر اظہار تاسف کے طور پر تمام عمر صدقہ ادا کرتے رہے۔ جب جنگ احد میں آپ کا چہرہ اقدس زخمی ہوا۔ حضرت علیؓ ڈھال میں پانی بھر کر لائے اور آپ کے چہرہ مبارک کا خون دھونا شروع کر دیا۔ آپ پانی اپنے سر پر بہاتے جاتے اور ساتھ ساتھ یہ فرماتے جاتے۔

اللہ کا غضب اس شخص پر شدید ہو گیا۔ جس نے نبی کا چہرہ خون آلود کیا۔''

(بحوالہ۔ سیرت ابن ہشام۔ جلد دوم۔ ص ۶۹)

سعدؓ بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ ''خدا کی قسم میرے دل میں کسی آدمی کو قتل

Marfat.com

کرنے کا ایسا جذبہ کبھی پیدا نہیں ہوا جتنا اپنے بھائی عتبہ کو قتل کرنے کے لیے پیدا ہوا۔"
کیونکہ اُس نے حضور ختم المرسلین ﷺ کو زخمی کیا تھا اور میرے لیے حضور نبی اکرم ﷺ کا یہی فرمان کافی تھا کہ جس نے چہرہ رسول ﷺ کو زخمی کیا اس پر اللہ کا غضب نازل ہو گیا۔

اُن جانثاروں کے نزدیک حضور نبی آخر الزماں ﷺ کی حیثیت محض ایک پیغام بر کی نہیں تھی۔ بلکہ آپ کلام خداوندی کے عملی و علمی شارح بھی تھے۔ **لقد کان لکم فِی رَسُولِ اللہِ اُسوۃ حَسَنَۃ** ۔راہ خدا میں گامزن انسانوں کے لیے ایک قابل تقلید مثال بھی تھے۔آپ جو کرتے وہ خدا کا حکم ہوتا۔آپ جو کہتے وہ خدا کی زبان ہوتی۔آپ شاہد ہونے پر بشیر اور نذیر بھی ہیں۔گو خدا نہیں لیکن نائب خدا ہیں۔آپ نے جن چیزوں سے منع کیا یا جن کی اجازت دی وہی قانون خداوندی ٹھہرا۔کیونکہ قرآن میں اس کا حکم موجود ہے۔

وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہ وَمَا نَھٰکُمْ ۔ (سورہ حشر: ۷)

"جو کچھ رسول خدا تمہیں دے دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں، رک جاؤ۔"

قرآن حکیم کے الفاظ میں آپ سلطنت خداوندی کے چیف جسٹس بھی ہیں۔

اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَی اللہِ وَرَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔ (سورہ النور: ۵۱)

مومن صرف وہ ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول انہیں کسی فیصلے کے لیے بلائیں تو وہ کہیں ہم نے سن بھی لیا اور مان بھی لیا۔

نہ صرف یہ بلکہ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللہ: جن لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔انہوں نے اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی گویا دست رسولؐ ہی خدا کا وہ ہاتھ ہے جس کی تعریف علامہ اقبال نے ان الفاظ میں کی ہے۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ
غالب وکار آفرین کار کشا کار ساز

خدا نے آپ کو ربوبیت، خالقیت اور مسجود خلائق ہونے کے علاوہ ہر وصف سے نواز کر، ہر خوبی سے سجا کر ہر زینت سے آراستہ کر کے اور ہر صلاحیت سے مزین کر

Marfat.com

کے دنیا میں بھیجا۔ پھر ان کے تمام محاسن کو ایسے قدر دان اور ان کی شمع جمال کو ایسے پروانے عطا کیے۔ اس چاند کو ایسے ستاروں کے جھرمٹ میں رکھا۔ جنہوں نے آپ کو اپنی آرزوؤں کا محور بنالیا۔ اپنی محبت کی دنیا میں آباد کرلیا۔ اپنے عشق کے آئینے میں سجا لیا۔ اپنی سیرتوں کو اُنؐ کی سیرت میں ڈھال کر سیرت محمد ﷺ کو دنیا کا آئینہ خانہ بنا ڈالا۔ آپ کے حسن کی روشنائی میں عقیدت کا قلم ڈبو کر اپنی داستان حیات رقم کرلی۔ وہ شکستوں سے چور اور زخموں سے چھلنی ہو کر بھی آپ کے حکم پر لبیک کہتے وہ گرمی کے جھلستے موسم میں کھجوروں کے پکے ہوئے خوشوں اور انگوروں کی بیلوں کی گھنی اور ٹھنڈی چھاؤں کو چھوڑ کر صرف حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمان پر تبوک کے تپتے ہوئے صحراؤں میں بھوک اور پیاس سے نبرد آزما ہوئے اور جب البکاؤن کے تین صحابہؓ حضرت کعبؓ بن مالک، حضرت مرارہؓ بن ربیع اور حضرت بلالؓ بن امیہ کے خلاف سوشل بائیکاٹ کا حکم دیا گیا تو اللہ کے حبیب ﷺ کے حکم پر مدینے کے پورے معاشرے، ان کے احباب، ان کی اولادوں یہاں تک کہ ان کی بیویوں نے بھی ان سے یوں منہ موڑ لیا جیسے ہر رشتے کا ہر سرا نبی محترم ﷺ کی ذات سے بندھا ہوا ہے۔

وہ محبت جو صحابہ اکرام کو آپ کی ذات گرامی سے تھی۔ کیا وہ آپ کی دنیاوی زندگی کے ساتھ ہی ختم ہوگئی؟ نہیں بلکہ حضورؐ کی محبت ایمان کا جزو اعظم تھی اور ایمان دنیا و آخرت دونوں پر محیط ہوتا ہے۔ آپ کے وصال سے ان کی دنیا تاریک ہوگئی لیکن ایمان روشن رہا اور ایمان کے ساتھ ساتھ جذبہ عشق بھی قائم رہا، ہاں وہ رونقیں اجڑ گئیں۔ وہ محفلیں ویران ہوگئیں۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ''جس دن رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کی ہر چیز آپ کی آمد سے روشن اور منور ہوگئی اور جس دن آپ کی وفات ہوئی اس دن اس کی ہر چیز تاریک ہوگئی۔

(بحوالہ۔ نبی رحمت ﷺ۔ ابوالحسن علی ندوی)

حسان بن ثابتؓ کا کیا حال ہوا ہوگا جو ان کے سراپے کو اپنی نعت کا عنوان بنا لیتے۔ انہوں نے مہر عالمتاب کے چھپ جانے سے یقیناً یہی محسوس کیا ہوگا۔

یبکُونَ مِن تَبکیِ السَّموٰت یَومَہ' وَمَن قَدبَکَتہُ الاَرضُ فاالنَّاسُ اَکمَد

Marfat.com

یہ لوگ اس ہستی پر رو رہے ہیں جن کی وفات پر آج آسمان بھی رو رہا ہے۔ اور زمین بھی، اور لوگ اُن سے بھی زیادہ غم زدہ تھے۔

تَقَطَّعَ فِیهِ مَنزَل الُواحِی عَنهُم   وَقَد کَانَ زَانُورِ یَغُودُوَیَنجِدُ

اُس دن وہ شخص لوگوں سے منقطع ہوگیا۔ جس پر وحی کا نزول ہوتا تھا اور جن کا نور ہر پست و بلند کو منور کرتا تھا۔

جب وہ لوگ مسجد میں آپ کی خالی نشست کو دیکھتے تو اُن کے دل سے آہ بلند ہوتی جسے وہ شعر کا لباس یوں پہناتے۔

وَ مَسجَدَ ہ' نالمُوَحِشاتِ لِفَقدِہٖ   خَلاء" لَہ' فِیهِ مَقَام وَمَقعَدُ

جس مسجد میں آپ کی نشست و برخاست تھی اسے خالی دیکھ کر بڑی وحشت ہوتی ہے۔

یہ جذبہ عشق ہے جو زندگی کی حدیں پھلانگ کر موت کے بعد بھی قائم رہتا ہے

فَبَکّی رَسُولُ اللّٰه یاعَینُ عِبرَۃَ   وَلَااَعرَفنکَ الدَّهرَ رَمعکَ یَجمَدُ

اے آنکھ! تو ایسی نعمت والے رسولؐ پر خوب رو اور میں کبھی نہ دیکھوں کہ تیرے آنسو خشک ہوگئے ہیں۔

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق اور جدائی کے عالم میں خون کے آنسو رلانے والے اشعار سے ہی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی جدائی میں ان کی کیا حالت ہوئی، جو آنکھیں ان کے چہرے کی ضیاء سے روشن تھیں۔ جو دل ان کے جمال سے مطمئن تھے۔ جن کی گفتگو نے ان کی سماعت کے ایوان آباد رہتے۔ جن کے لبوں کا تبسم ہی ان کے عمل کا صلہ تھا۔ جب وہ ہی نہ رہے تو ان کی دنیا اندھیر ہوگئی۔ حضرت صدیق اکبرؓ کا داماں ہستی تو آپ کی شخصیت سے معمور تھا۔ آپ کے جانے سے ان کا حال تو یہ ہوا جو موسم بہار کے شاداب چمن سے جانے کے بعد ہوتا ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کا مرثیہ انہیں کیفیات کا غماز ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ ۔ المتوفی۔ ۱۳ھ۔ ۶۳۴ء

یَاعَینُ فَابکِی وَلَا تَسَاءمِی   وَحَقّ البُکَاءِ عَلَی السَّیّدِ

تو اے آنکھ خوب رو، اب یہ آنسو نہ تھمیں   قسم ہے سرورِ عالم پر رونے کے حق کی

عَلٰی خَیرِ خِندف عِندَ البَلَاءِ   اَمسیٰ یُغَیَّبُ فِی المَلحَدِ

Marfat.com

خندف کے بہترین فرزند پر آنسو بہا　جو غم والم کے ہجوم میں سرِ شام گوشہ قبر میں چھپا دیا گیا

فَصَلَّى المَلِيکُ وَلِىُّ العِبَا　دِوَ رَبُّ العِبَا عَلٰى اَحمَدِ

مالک الملک، بادشاہ عالم، بندوں کا والی اور پروردگار، احمد مجتبیٰ ﷺ پر سلام و رحمت بھیجے

فَکَيفَ الحَيَاةُ لِفَقدِ الحَبِيبِ　وَ زَينَ المَعَا شِرِ فِى المَشهَدِ

اب کیسی زندگی، جو حبیب ہی بچھڑ گیا اور وہ نہ رہا جو زینت دہِ یک عالم تھا

فَلَيتَ المَمَاتَ لَنَا کُلِّنَا　فَکُنَّا جَمِيعًا مَعَ المُهتَدِ

کاش موت آتی تو ہم سب کو ایک ساتھ آتی آخر ہم سب اس زندگی میں بھی ساتھ تھے

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضور نبی اکرم ﷺ کا تعلق کس سے پوشیدہ ہے۔ آپ نے اپنے شوہر اقدس ﷺ کے لئے ایک مرثیہ کہا جس کا ایک شعر ہی گداز قلب کا آئینہ دار ہے۔

ذَهَبَ الَّذِينَ يَعَاشَ فِى اَکنَافِهِم　وَبَقِيتُ فِى خَلفٍ کجدالاجواب

''وہ تو چلے گئے جن کے ساتھ زندگی سکون سے بسر ہوتی تھی اور میں ان کے بعد بیمار کی کھال کی طرح رہ گئی ہوں۔''

حضرت بلالؓ نے اذان دینا ترک کر دیا۔ جو اَشهَدُ اَنَّ مُحَمَّدُ الَرسُولُ اللّٰه کہتے تو ان کی نگاہیں آپؐ کے چہرے کا طواف کرتیں۔ اور آپؐ کے بعد ان کا یہ حال تھا۔

اَاُقِيمُ بَعدَکَ بِالمَدِينَةِ بَينَهُم　يَا لَيتَنِى صُبحَتَت سُمُّ الاَسوَدِ

''کیا میں آپؐ کے بغیر مدینہ میں لوگوں کے درمیان رہ سکوں گا۔ اے کاش صبح ہی صبح مجھے کالے ناگوں کا زہر پلا دیا جاتا۔''

اور انہوں نے واقعی مدینہ چھوڑ کر شام کو اپنا مستقر بنا لیا۔ صرف آپ کی ہی نہیں تمام انصار و مہاجرین کی یہ حالت ہو گئی تھی۔

يَا وَيحَ اَنصَارَ النَّبِىِّ وَرَهطِهِ　بَعدَ المُغَيَّبِ فِى سَوَاءِ المَلحَدِ

ضَاقَت بِالاَنصَارِ البَلَادِ فَاصبَحُوا　سُودًا وُجُوهُهُم کَلَونِ الاَثعَدِ

رسول اللہ ﷺ کے لحد کے اندر دفن ہونے کے بعد انصار نبی کا کتنا برا حال ہو گیا

Marfat.com

ہے۔انصار مدینہ کے لئے تمام بلا و تنگ ہو گئے۔اس لئے اب ان کے چہرے سرمے کی طرح سیاہ پڑ گئے۔"

(بحوالہ۔سیرت ابن ہشام۔جلد دوم)

حقیقت کا ذکر کتاب میں ہے لیکن حقیقت کا مشاہدہ کتاب سے باہر ہے۔یہی وجہ تھی کہ صحابہ اکرامؓ کتاب یعنی قرآن پاک سے نظریں اٹھا کر جمال مصطفےٰ ﷺ میں کھو جاتے، الفاظ سے نگاہیں ہٹا کر حسن معنیٰ میں محو ہو جاتے۔مصور کا ذکر سن کر اس کی تصویر میں گم ہو جاتے۔وہ اللہ کی پناہ چاہتے تو آغوش رسالت مآب ﷺ میں چھپ جاتے۔خدا کے راستے پر چلنا چاہتے تو حضور ﷺ کے قدموں پر نگاہیں بچھا دیتے۔ اگر راہ خدا میں مال خرچ کرنے کا مرحلہ درپیش ہوتا تو اپنا مال رسول خدا ﷺ کی جھولی میں ڈھیر کر دیتے۔اگر خدا کے دین پر چلنا چاہتے تو فرمان مصطفوی ﷺ پر عمل پیرا ہو جاتے۔کیونکہ وہ پوری طرح جانتے تھے کہ

بمصطفےٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
گر بہ اُوَ نہ رسیدی تمام بولہبی است

آج کی دنیا میں یہودی بھی خدا پرست ہیں۔عیسائی بھی خدا کو مانتے ہیں۔ ہندو بھی اپنے دیوتاؤں کو خدا کا اوتار قرار دیتے ہیں۔لیکن خدا پرستی کے اس سمندر میں عشق مصطفوی ﷺ ہی ایک ایسا لائٹ ہاؤس ہے جس کی روشنی میں سفر کرتے ہوئے ہم توحید اور اسلام کی اصل منزل تک پہنچ سکتے ہیں۔حضور نبی محترم ﷺ کی ذات گرامی میں ہی ہماری پہچان ہے۔آپؐ کی شخصیت ہماری نظریاتی وحدت کا سامان ہے۔آپؐ کی ذات سے محبت اور آپؐ کی شخصیت سے جذباتی وابستگی ہی ہمارے دین کی بنیاد ہے، ہماری شریعت کی نہاد ہے اور ہمارے ایمان کی اصل ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

صاحبِ اَسرار صلی اللہ علیہ وسلم

انبیائے کرام علیہم السلام کو انسانی معاشرے میں تبلیغِ مذاہب کی کامیابی کے لئے خدا کی طرف سے ظاہر و باطن کے خصوصی اوصاف سے نوازا جاتا ہے۔ ظاہری طور پر وہ شخصی وجاہت، حسن تناسب اعضاء، خاندانی عظمت اور فصاحت زبان و بیان کے مالک ہوتے ہیں تاکہ انہیں ایک نظر دیکھنے والے بھی نہ صرف یہ کہ نظر انداز نہ کر سکیں بلکہ ان کی عقیدت کے حلقہ بگوش ہو کر رہ جائیں۔ انسانی نگاہیں انہیں دیکھیں تو پھر انہیں کسی اور طرف دیکھنے کی حاجت نہ رہے۔ اس کے علاوہ اُن نفوسِ قدسیہ کو بعض ایسی مافوق الفطرت قوتیں عطا کی جاتی ہیں۔ جو عام انسانوں کی حدِ ادراک اور قوت کار سے ماوریٰ ہوں۔ انہیں اشیاء کی حقیقت و ماہیت کے بارے میں آگاہ کیا جاتا ہے۔ وہ پرندوں، چرندوں یہاں تک کہ کیڑے مکوڑوں تک کی زبان سے آشنا ہوتے ہیں۔ انہیں جن وانس کی فطرت کا ادراک ہوتا ہے۔ ماضی و مستقبل ان کی نگاہوں کے سامنے شفاف آئینے کی مانند کھلے ہوتے ہیں۔ لوہا ان کے ہاتھوں میں موم ہو جاتا ہے۔ دشت وجبل ان کے حضور سرنگوں ہوتے ہیں۔ وہ غیر معمولی جسمانی اور ذہنی قوتوں کے مالک ہوتے ہیں معجزوں کی قوت ان کی پشت پر، خدا کی مدد ان کے شاملِ حال اور فرشتوں کے لشکر ان کے اشاروں کے منتظر ہوتے ہیں۔ ان سب کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بار بار اپنی قوتوں کا مظاہرہ نہیں کرتے بلکہ معاشرے کا حصہ بن کر لوگوں کے دل جیتتے ہیں۔ ان کا مقصد خوف وتشدد کے ذریعہ لوگوں کو مجبور کرنا نہیں ہوتا

Marfat.com

بلکہ وہ لوگوں کے دلوں کی کھیتیوں میں محبت وعقیدت کے بیج بو کر توحید کی فصل اُگاتے ہیں تا کہ معاشرہ اور ماحول اس کی خوشبو سے مہک اٹھے۔

حضور نبی آخرالزماں ﷺ نے جس معاشرے میں اپنی نبوت کا اعلان کیا۔ وہ اس لحاظ سے ایک زندہ معاشرہ تھا کہ ان لوگوں کی کچھ روایات تھیں۔ کچھ رسم ورواج تھے جن پر وہ پوری قوت سے عمل پیرا تھے۔ ان میں تمام مذاہب کے لوگ اور ہر قسم کی صلاحیتوں کے افراد موجود تھے۔ ان میں ورقہ بن نوفل جیسا عیسائی راہب بھی تھا۔ مرحب جیسا بہادر، عمرؓ جیسا شہ زور، ابوجہل جیسا بت پرست، خالدؓ بن ولید جیسا جنگجو صہیبؓ جیسا تیرانداز، عبداللہ بن اُبی جیسا رئیس المنافقین، حسانؓ بن ثابت جیسا قادر الکلام شاعر الغرض اُس معاشرے میں یکتائے روزگار افراد موجود تھے۔ ان میں توحید پرست بھی تھے اور آتش پرست بھی، یہودی بھی تھے اور تثلیث کے فرزند بھی، خاندانی اور نسلی گروہ بندیوں کے باوجود ان سب کو عربی ہونے پر فخر تھا۔ یہ ایسا قبائلی معاشرہ تھا جو صدیوں سے آزاد زندگی گزارنے کا عادی تھا۔ ان کا ہر فرد اپنے نظریات کا حامی ہی نہیں موید بھی تھا۔ ایسے لوگوں میں خود کو منوالینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ یہاں ایک ایسے انسان کامل ﷺ کی ضرورت تھی جو ذاتوں، گروہوں اور نسلوں میں بٹی ہوئی ٹولیوں کو ایک قوم بنا دے۔ جو بتوں کے سامنے جھکی ہوئی جبینوں کو اٹھا کر خدا کی چوکھٹ پر سجا دے۔ جہالت کے اندھیروں کو نور ایمان سے منور کر دے۔ انہیں طرزِ کہن سے ہٹا کر نئے اسلوب میں ڈھال دے۔ ان کی جنگ جوئی کو شوق جہاد میں بدل دے۔ ان کی شعر گوئی کو قرآن کے تابع کر دے۔ ان کی دانش برہانی کو دانش نورانی میں تبدیل کر دے اور یہ کام حضور نبی اکرم ﷺ نے اس حسن وخوبی سے سرانجام دیا کہ بڑے بڑے انقلاب پرور آج تک متحیر ہیں۔ کیونکہ آپ کی ذات گرامی جن اوصاف کی مالک تھی اس کا شمار ممکن نہیں۔ تمام انبیاءؑ کی علیحدہ علیحدہ صفات خدا نے آپ کی ذات اقدس میں یکجا کر دی تھیں۔ آپ عبادت گذار ایسے

Marfat.com

تھے کہ رات کی راحتیں قیام وسجود پر نثار کر دیتے۔ امن پسند ایسے تھے کہ بات کرتے تو آپ کے لبوں سے پھول جھڑتے اور دشمن اپنی دشنام طرازیوں کے بدلے میں جب آپ کے لبوں سے دعائیں سنتے تو نادم ہو کر یہ کہہ اُٹھتے۔

کس قدر نادم ہوا ہوں میں برا کہہ کر انہیں
کیا خبر تھی جاتے جاتے وہ دعا دے جائیں گے

آپ فصیح ایسے تھے کہ قادر الکلامی آپ کی بلائیں لیتی۔ آقا ایسے تھے کہ غلام اپنے ماں باپ آپ پر نثار کر دیتے۔ شوہر ایسے تھے کہ بیویاں آپ کے حسن اخلاق کی قسم کھاتیں۔ خطیب ایسے تھے کہ عیار اپنی چوکڑیاں بھول جاتے۔ آپ انسان ایسے تھے کہ افضل البشر ﷺ کہلائے اور نبی ایسے تھے کہ امام الانبیاء ٹھہرے۔

انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ کسی بھی قوت سے اس وقت تک مرعوب نہیں ہوتا۔ جب تک اس کی ذاتی یا اس کے حامیوں کی اجتماعی قوت بھی اس کے سامنے شکست نہ کھا جائے۔ مختلف انسانوں کو مرعوب و مسخر کرنے کے لئے مختلف ابنیائے کرامؑ کو مختلف النوع صلاحیتوں اور مافوق الفطرت قوتوں سے نوازا جاتا ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ کو خدا نے اور بہت سی معجزاتی قوتوں کے علاوہ مستقبل بینی کا علم بھی عطا کر رکھا تھا۔ اسرارِ کائنات آپ پر وا تھے۔ مستقبل کی پیشانی پر رقم ہونے والی تحریریں آپ کی لوح ادراک پر اُبھر آتیں اور آپ کو پس پردہ اور پس زمانہ ہونے والے واقعات کا علم ہو جاتا۔ قرآن خود اس کا گواہ ہے اس کی روشن آیات صاف طور پر کہہ رہی ہیں کہ: ''وہی غیب کی باتیں جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے راز ظاہر نہیں کرتا مگر اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّہٗ یَسْلُکُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ رَصَدًا (الجن) اللہ جس پیغمبر کو پسند فرمائے اسے غیب کی باتیں بتا دیتا ہے اور اس کی حفاظت کے لئے آگے پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے۔''

اسی طرح سورہ ''آل عمران'' میں کفار کو مخاطب کرتے ہوئے قرآن پاک نے

Marfat.com

صاف طور پر فرمایا ہے کہ:

وَ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطلِعَکُم عَلَی الغَیبِ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَجتَبِی مِن رُّ سُلِہٖ مَن یَّشَآ ءُ. ''اللہ تمہیں غیب سے مطلع نہیں کرے گا۔ البتہ اپنے پیغمبروں میں سے جسے چاہتا ہے انتخاب کر لیتا ہے۔''

قرآن حکیم کی سورہ یوسفؑ کے مطابق بظاہر حضرت یعقوبؑ بیٹے کی جدائی میں طویل عرصہ تک روتے رہے لیکن جب فراق اور جدائی کا عرصہ ختم ہونے کو آیا اور پیراہن یوسفؑ کی خوشبو نے انہیں بے چین کر دیا تو اپنے بیٹوں کے خندہ استہزاء پر فرمایا۔ قَالَ اَلَم اَقُل لَّکُم اِنِّی اَعلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعلَمُونَ. ''کہنے لگے کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ میں خدا کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔''

اِن آیات سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس پیغمبر اور رسول کو چاہتا ہے انکشاف راز کے لئے منتخب کر لیتا ہے، غیب کے دروازے اس پر کھول دیتا ہے۔ نبی خدا کا راز دار ہوتا ہے۔ اس براہ راست تعلق میں تیسرا شخص نبی کی مرضی کے بغیر شامل نہیں ہوسکتا۔ لیکن حضور رحمت عالم ﷺ کے بارے میں تو خدا سورۃ التکویر میں خود فرما رہا ہے۔ وَمَا ھُوَ عَلَی الغَیبِ بِضَنِینٍ٥

''اور آپ کے صاحب پوشیدہ باتوں کو ظاہر کرنے میں بخیل نہیں۔''

ہاں بعض خاص چیزیں راز بھی رہتی ہیں۔ جیسے سورہ والنجم میں شب معراج کے کچھ رازوں کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ پر وا کئے۔

فَاَوحیٰ اِلیٰ عَبدِہٖ مَا اَوحیٰ٥

''پھر خدا نے اپنے بندے کی طرف جو بھیجا سو بھیجا۔''

یعنی خدا نے جو عطا کیا وہ راز صرف پیغمبر ﷺ جانتے ہیں۔ دوسرے انبیاء کو خدا تعالیٰ نے خاص خاص مواقع پر بہت کم اشیاء کی حقیقت سے آگاہ کیا ہے لیکن حضور نبی اکرم ﷺ کے لئے خدا نے اپنی ذات کو بھی پوشیدہ نہیں رکھا۔

Marfat.com

تاریخ و سیر کی کتابیں ایسے بے شمار واقعات سے مزین ہیں۔ فتح ایران کے بعد جب سراقہؓ بن مالک کو کسریٰ کے کنگن پہنائے گئے تو اس موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے تقریباً پندرہ برس قبل دورانِ ہجرت کی گئی پیش گوئی کے عملی اظہار پر بہت سے صحابہؓ آبدیدہ ہو گئے۔ حجاز مقدس اس سردار عرب و عجم ﷺ کی بعثت تک مجموعی طور پر انتشار اور غربت کا شکار تھا۔ جسے اس حالت میں دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ کبھی یہ خطہ تہذیب و تمدن کا گہوارہ ہوگا۔ اور کبھی یہ قوم دنیا کی مہار تھام کر اس کی رہبری کرے گی۔ یونان کا علمی ورثہ اور روم و ایران کی سلطنتیں اپنی دولت وحشمت سمیت عربوں کے قدموں میں ہوں گی لیکن حضور ﷺ کی چشم بینا نے نہ صرف آنے والے زمانے کی پوری تصویر دیکھ لی بلکہ دکھا بھی دی۔ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ ایک دن رسول کریم ﷺ میرے گھر تشریف لائے اور مجھے پھٹے ہوئے بوریے پر بیٹھے دیکھ کر فرمایا کہ ''جابرؓ! قالین پر بیٹھے ہو؟'' میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں قالین کا کیا کام۔'' اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: ''وہ وقت بہت قریب ہے جب تم قالینوں پر بیٹھو گے۔'' حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ چند سال بعد وہ دن آ گیا جب ہم ایران و شام کی فتح کے بعد قالینوں پر بیٹھے۔ اسی طرح ایک اور موقع پر اللہ کے پیغمبر ﷺ نے اسلام کی ترقی و عروج کے بارے میں پیش گوئی فرماتے ہوئے عدیؓ بن حاتم سے کہا کہ عدیؓ شاید تمہیں دین اسلام میں داخل ہونے سے یہ چیز روک رہی ہے کہ مسلمان اس وقت دولتمند نہیں۔ خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ وہ وقت دور نہیں جب دولت کی اتنی فراوانی ہوگی کہ کوئی خیرات لینے والا نہیں ملے گا۔ شاید تمہیں دشمنوں کی کثرت اور مسلمانوں کی قلت تعداد دین اسلام میں داخل ہونے سے روک رہی ہے۔ خدا کی قسم وہ وقت دور نہیں جب تم سن لو گے کہ ایک عورت اونٹ پر بیٹھ کر قادسیہ سے نکلی اور تنہا سفر کرتی ہوئی بلا خوف و خطر بیت اللہ پہنچی (یعنی قادسیہ بھی اسلام کے زیر نگیں ہوگا) شاید تمہیں یہ چیز اسلام میں داخل ہونے سے روک رہی ہے کہ

Marfat.com

مسلمانوں کے ہاتھوں میں حکومت وسلطنت نہیں۔ خدا کی قسم! وہ وقت دور نہیں جب تم سن لو گے کہ مسلمانوں نے ملک بابل کے سفید قصر فتح کر لئے ہیں۔ چنانچہ عدیؓ بن حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے دولت، حشمت، وسعت اور فرمانروائی کی تمام پیش گوئیاں پوری ہوتی دیکھ لیں۔ اس پیش گوئی میں حضرت عدیؓ کی زندگی کے بارے میں بھی پیش گوئی موجود ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسلام کی شان وشوکت اور عروج وغلبہ کے صدیوں بعد مسلمانوں کی ذلت ورسوائی اور زوال وانتشار کو بھی آپ نے دیکھ لیا اور صحابہ کرامؓ کی ایک پوری جماعت کو آگاہ بھی فرما دیا کہ ''وہ زمانہ قریب آرہا ہے جب دنیا کی قومیں تم پر حملہ کرنے کے لئے ایک دوسرے کو اس طرح پکاریں گی جس طرح کھانے والے کھانے پر پکارتے ہیں۔'' صحابہؓ نے عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ کیا اس زمانے میں ہم مسلمان تعداد میں کم ہو جائیں گے؟'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ تم اُن دنوں بہت زیادہ تعداد میں ہو گے۔ لیکن تمہاری حالت ایسی ہو جائے گی جیسے سیلاب کے پانی پر جھاگ اور خس وخاشاک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رُعب اُٹھا لے گا اور تمہارے دلوں میں کمزوری ڈال دے گا۔

حضور ﷺ کے وصال کے بعد بھی صحابہ کرامؓ اکثر آپ کی پیش گوئیوں کا تذکرہ فرماتے رہتے۔ ایک دفعہ اسلام میں فتنوں کے پھوٹنے کی بات چل نکلی تو حضرت عمر فاروقؓ نے صحابہ سے استفسار کیا کہ حضور ﷺ نے سمندر کی طرح موجیں مارنے والے فتنے کی نسبت جو فرمایا تھا وہ کس کو زیادہ یاد ہے؟'' حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں: ''امیر المومنینؓ! آپ کا اس فتنے سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق آپ کے اور فتنے کے درمیان ایک بند دروازہ ہے اور وہ بند دروازہ آپ ہیں۔'' حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ ''یہ بند دروازہ کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کے ارشاد مبارکہ کے مطابق یہ بند دروازہ توڑا جائے

Marfat.com

گا۔'' یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا: ''پھر تو یہ کبھی بند نہیں ہوگا۔'' اس حدیث پاک میں واضح طور پر یہ پیش گوئی موجود ہے کہ حضرت عمرؓ شہید کئے جائیں گے اور ان کی شہادت کے بعد عالمِ اسلام فتنوں کا شکار ہو جائے گا۔

آپ نے مختلف مواقع پر آنے والے زمانے کی بابت' بہت واضح طور پر بیان فرمایا، بعض مقدس شخصیات کے بارے میں اور ان کے ساتھ پیش آنے والے حادثات و واقعات کی مکمل تصویر کشی فرمادی اور ایسی تمام خبریں مستقبل قریب و بعید میں سچ ثابت ہوئیں۔ غزوہ احد کے بعد رسول اکرم ﷺ جبل اُحد پر کھڑے تھے، آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمان غنیؓ بھی موجود تھے۔ یکا یک پہاڑ تھرّا اُٹھا۔ آپ نے پہاڑ کو ٹھوکر مارتے ہوئے فرمایا: ''اے اُحد! ٹھہر جا کہ تجھ پر ایک نبیؐ، ایک صدیقؓ اور دو شہیدؓ کھڑے ہیں۔ ایک جگہ حضرت علیؓ کے بارے میں بھی ایسی ہی پیش گوئی حضور ﷺ کی زبان اقدس سے صادر ہوئی۔ آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: ''اے علیؓ تمہیں معلوم ہے کہ گذشتہ اُمتوں میں سب سے زیادہ شقی کون تھا اور اس اُمت میں سب سے زیادہ شقی کون ہے''؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: ''اللہ کے رسول ﷺ کو بہتر علم ہے۔'' حضورؐ نے فرمایا:۔

''گذشتہ اُمتوں میں سے سب سے زیادہ بد بخت قوم ثمود کا وہ سرخ رو آدمی تھا جس نے ناقۃ اللہ (اللہ کی اونٹنی) کی کونچیں کاٹیں اور اس اُمت کا بد بخت ترین وہ آدمی ہے جو تمہاری گردن پر تلوار مارے گا۔ یہاں تک کہ تمہاری ریش تمہارے خون سے سرخ ہو جائے گی۔''

آپ کے آئینہ گفتار میں ماضی و حال یوں منکشف ہوتے تھے، جس طرح شفاف آئینے کے پار ہونے والے واقعات کا علم ہو جاتا ہے۔ ایک دن حواری رسول ﷺ حضرت زبیر بن العوامؓ اور حضرت علیؓ ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہنستے ہوئے بارگاہ رسالت میں تشریف لائے۔ انہیں دیکھ کر حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے استفسار

Marfat.com

فرمایا:۔

''اے علیؓ! کیا تم زبیرؓ کو دوست رکھتے ہو؟''انہوں نے کہا،

''بے شک یارسول اللہ ﷺ وہ میری پھوپھی کے فرزند ہیں اور میرے دین پر ہیں۔''پھر نبی اکرم ﷺ نے حضرت زبیرؓ سے پوچھا''اے زبیرؓ! کیا تم علیؓ کو دوست رکھتے ہو؟''وہ بولے''یارسول اللہ ﷺ میں ان کو دوست کیوں نہ رکھوں گا وہ میرے ماموں کے بیٹے ہیں اور میرے دین پر ہیں۔''اس پر لسانِ نبوت ﷺ یوں گویا ہوئی:''وہ وقت آنے والا ہے کہ جب تم علیؓ سے قتال کرو گے اور اُس وقت علیؓ حق پر ہوں گے۔''چنانچہ جنگ جمل میں جب زبیرؓ حضرت علیؓ کے مقابل ہوئے تو حضرت علیؓ نے انہیں حضور نبی اکرم ﷺ کی وہ پیش گوئی یاد دلائی جسے سن کر حضرت زبیرؓ نے جنگ سے منہ موڑ لیا۔

سیرت نگاروں نے حضور نبی آخرالزماں ﷺ کی اتنی پیش گوئیوں کو محفوظ کر رکھا ہے کہ آج کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ کو غیب کی باتوں کا علم نہیں تھا۔آپ پس پردہ واقع ہونے والی باتوں کو نہیں جانتے تھے۔حضرت مالک بن عوفؓ نے جب اسلام قبول کیا تو حضور ﷺ کی شان اقدس میں ایک نعت کہی۔جس میں اور خوبیوں کے علاوہ آپ کی صفت کاملہ کا بھی اعتراف کیا۔ابن ہشام نے اپنی سیرت میں وہ اشعار محفوظ کر لئے ہیں:۔

مَا اِن رایت ولا سمعتُ بمثله

فی النّاس کلّھم بمثل مُحمّد ﷺ

دنیا کے تمام انسانوں میں محمد ﷺ جیسا آدمی میں نے دیکھا نہ سُنا۔

اَوفی واعطی للجذیل اذااقبدی

ومتی تشاء یخبرک عمامی غد

جب ان سے عطیے طلب کئے جاتے ہیں تو پوری طرح عنایت فرماتے ہیں اور تم

Marfat.com

جب چاہو مستقبل میں ہونے والی بات بتا دیتے ہیں۔

(بحوالہ۔ سیرت ابن ہشام۔ جلد دوم۔ ص۔ ۵۹۲)

سواد بن قارب اپنے وقت کے بہت بڑے عالم، ساحر اور شاعر تھے۔ ایک جن ان کا خادم تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک رات نیند کے عالم میں میرے جن نے مجھے بیدار کیا اور کہا کہ ''اے سواد اُٹھو اور عقل سے کام لو، قبیلہ لوئی بن غالب میں ایک نبی مبعوث ہوا ہے اس پر ایمان لاؤ'' سواد فرماتے ہیں کہ: ''میں نے جن کی بات نظر انداز کر دی۔ یہاں تک کہ وہ مسلسل تین راتوں تک میرے پاس آ کر یہی بات کہتا رہا۔'' تیسرے دن صبح اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو اسلام کی طرف مائل کر دیا۔ میں نے اپنی اونٹنی پر پالان ڈالا اور مدینے پہنچ کر مدینہ پاک کے چاند کے دیدار سے مشرف ہوا۔ جو اپنے ستاروں (اصحابی کالنجوم) کے درمیان تشریف فرما تھے اور انہیں سارا واقعہ کہہ سنایا اور ساتھ ہی قبول اسلام کی خواہش کا اظہار کیا حضور ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے بعد میں نے آپ کی شان میں چند شعر کہے:۔

فاشهد انّ لا شیٍ عنده
وانّک مامونُ علیٰ کُلِّ غائب

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اور آپؐ ہر غائب بات پر معتمد علیہ ہیں۔

وانّک اذنی المرسلین وَسیلةً
الی الله یاَ ابن الاکرمین الاطالیب

آپؐ تمام انبیاء کے مقابلے میں اللہ تک پہنچنے کا قریب ترین وسیلہ ہیں۔ اے ذی عزت اور پاک لوگوں کی اولاد۔

وکن لی شفیعًا یوم لا ذو شفاعةٍ
بمُغنٍ فتیلاً عن سواد بن قاربٔ

Marfat.com

یارسول اللہ ﷺ آپ اس دن میرے شفیع ہونا جس دن کوئی اور سفارشی سواد بن قارب کو ذرہ بھر فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔ (بحوالہ۔ بلوغ الادب۔ جلد چہارم۔ ص ۲۰۴)

سواد کہتے ہیں کہ میرے اشعار سن کر حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ اتنے خوش ہوئے کہ ان کے چہرے پر خوشی کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔

مذکورہ اشعار میں حضور نبی اکرم ﷺ کی غیب بینی کی شہادت موجود ہے۔ جنہیں سن کر اُس زمانے میں بھی کسی کو اعتراض کی جرات نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ حقیقت آشنا، نبوت کی حقیقت سے واقف تھے۔ وہ جانتے تھے کہ انبیاء کو قدرت کی طرف سے چشم بینا عطا کی جاتی ہے۔ کوئی آنکھ فرشتوں کو ان کی اصل حالت میں دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتی سوائے نبی کی آنکھ کے، اور جس کی نگاہ رسا کائنات کے سب سے بڑے راز یعنی خود خالق کائنات کو دیکھ سکتی ہے۔ اس کے لئے باقی راز کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ اپنی نگاہوں پر نبوت کی دوربین سجائے اُس عَلِیمُ بِذَاتِ الصُّدُوْر سے لے کر ماہ وسال کے دبیز پردوں بلکہ آہنی دیواروں کے پار دیکھنے کی صلاحیت بھی رکھتے تھے۔ ابن ہشام ہی اپنی سیرت النبی ﷺ میں اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ:۔

جب نبی محترم ﷺ فتح مکہ کے بعد بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ کے ہمراہ حضرت بلالؓ بھی تھے۔ جنہیں آپ نے اذان کہنے کا حکم فرمایا۔ اذان کی آواز سن کر صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے کفار ابوسفیان بن حرب، عتاب بن اُسید اور حارث ابن ہشام کے درمیان ایک مکالمہ ہوتا ہے۔

عتاب بن اُسید:۔ اللہ نے میرے باپ اُسید کو یہ شرف بخشا کہ اس کے کان میں یہ آواز نہ پڑی۔ اگر وہ یہ سنتا تو کبھی برداشت نہ کرتا۔

حارث ابن ہشام:۔ خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اُسید اس آواز کو مٹانے کی کوشش میں ہے تو میں اس کا ساتھ دیتا۔

ابوسفیان بن حرب:۔ ان دونوں کی باتیں سن کر ابوسفیان نے کہا "میں کچھ نہیں کہتا

Marfat.com

کیونکہ اگر میں نے کچھ کہا تو صحن کعبہ کی کنکریاں بھی آپ کو یہ خبر پہنچادیں گی۔
اس ساری گفتگو کے بعد رسول کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم لوگوں نے جو باتیں کی ہیں مجھے ان کی خبر ہو چکی ہے۔آپ نے ان کا پورا مکالمہ دہرا دیا۔ یہ سن کر حارث اور عتاب فوراً پکار اٹھے کہ ''ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپؐ واقعی اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔کیونکہ یہ باتیں ہم تینوں میں راز تھیں۔

(بحوالہ۔اصح السیر ۔ص ۳۰۶)

حضور ﷺ نے حارث بن عمیر ازری کو بصریٰ کے حاکم حارث بن ابی شمر غسانی کے نام ایک نامہ گرامی دے کر بھیجا۔حارث ابن شمر قیصر روم کی طرف سے شام کا حاکم تھا۔اُس نے شاہی رعونت میں حضور ﷺ کے قاصد کو شہید کروادیا۔قاصد کی شہادت کی خبر سن کر حضور ﷺ کو سخت رنج پہنچا۔آپ نے اس بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی کا بدلہ لینے کے لئے حضرت زید بن حارثؓ کو تین ہزار کا لشکر دے کر ''موتہ'' روانہ فرمایا اور ساتھ وصیت بھی فرمادی کہ اگر زیدؓ امیر عساکر کے طور پر شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابی طالبؓ سپہ سالار ہوں گے۔ان کے بعد عبداللہؓ بن رواحہ سالار لشکر ہوں گے۔اگر وہ بھی شہادت کے مرتبے پر فائز ہو جائیں تو پھر فوج کو امیر لشکر کے انتخاب کی اجازت ہے۔

شرجیل بن عمرو غسانی ایک لاکھ افراد پر مشتمل رومی فوج لے کر مقابلے پر آیا۔کفار کی اتنی بڑی تعداد دیکھ کر مسلمانوں کے دل حلق میں آ گئے۔بالآخر جذبہ شہادت سے سرشار ہو کر مسلمان میدان جہاد میں کود پڑے۔ابھی جنگ کے نتائج کی اطلاع مدینہ نہیں پہنچی تھی کہ جمعہ کے خطبے میں حضور ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ ''مجاہدین یہاں سے روانہ ہو کر دشمن سے نبرد آزما ہوئے تو حضرت زیدؓ بن حارثؓ شہید ہو گئے۔پھر علم حضرت جعفرؓ نے سنبھالا، لیکن وہ بھی شہید ہو گئے۔پھر عبداللہؓ بن رواحہ سالار لشکر مقرر ہوئے لیکن وہ بھی جنگ میں کام آئے، دوران گفتگو آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔پھر آپ نے فرمایا کہ ان کے بعد تلوار خالدؓ بن ولید کے ہاتھ آئی اور خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کو فتح سے سرفراز فرمایا، خالدؓ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار

Marfat.com

ہیں۔'' یہیں سے آپ کا لقب سیف اللہ پڑ گیا۔

یہاں بعض حلقوں کی طرف سے یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر حضور نبی اکرم ﷺ غیب کے رازوں سے واقف ہوتے تو صلح حدیبیہ کے وقت کفار کی طرف سے شہادت عثمانؓ کی افواہ پر یقین کر کے بیعت رضوان کیوں کی گئی۔ غزوہ اُحد کے نتائج کے متعلق پہلے سے اطلاع کیوں نہ ہوسکی۔ بیرِ معونہ کے مقام پر حضرت عاصم بن ثابتؓ اور ان کے ساتھی دھوکے سے بلا کر قتل کر دیئے گئے اور حضور نبی اکرم ﷺ کو اس کی پیشگی اطلاع نہ ہوسکی۔ اور بہت سے واقعات ایسے ہوں گے جو نبی اکرم ﷺ کی غیب دانی پر استرداد کی حیثیت رکھتے ہوں گے۔ لیکن اعتراض کرنے والے بھول جاتے ہیں کہ خدائے محمد ﷺ تو مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی خبر رکھتا تھا۔ اس نے اپنے نبی ﷺ کو اور ان کے ساتھیوں کو ان حادثات کی پہلے ہی اطلاع کیوں نہ دی یا اُن کے تحفظ کے لئے حفاظتی اقدامات کیوں نہ کئے۔ ہم خدا تعالےٰ پر کسی قسم کا الزام نہیں رکھ سکتے تو پھر ظاہر ہے کہ اسباب کی دنیا میں ایسے واقعات کا ظہور ضروری تھا اور حضور ﷺ نے پوری نبوی زندگی میں کبھی بھی جا و بے جا معجز برپا کر کے یا ہر بات کے بارے میں قبل از وقت اطلاع دے کر صحابہ کرامؓ کو کاہلی اور سستی کا شکار نہیں ہونے دیا۔ آپؐ نے ہمیشہ اپنے ساتھیوں کو اسباب پر نظر رکھنے کی تربیت دی تاکہ میرے بعد میرے اصحاب خود کو بے یار و مددگار نہ سمجھیں۔

آپؐ کو خدا کی طرف سے ہر چیز کی حقیقت و ماہیت کا علم تھا۔ زمانہ ماضی و مستقبل اپنا دامن پھیلائے آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ آپؐ جو بات مناسب سمجھتے قبل از وقت بتا دیتے اور جس پر چاہتے خاموشی اختیار کئے رکھتے۔ کیا آپؐ حضرت عائشہؓ کی پاک دامنی سے بے خبر تھے۔ لیکن آپؐ جانتے تھے کہ ان کے کردار پر لگائے گئے الزام کی صفائی وحی الٰہی کی منتظر ہے۔ چنانچہ آپؐ نے اس بارے میں کھل کر اظہار خیال نہ کیا۔ لیکن احادیث اور سیرت کی کتابوں میں مختلف صحابہؓ کے حوالے سے ملنے والی احادیث کو جھٹلانا ممکن نہیں۔ یہ واقعہ بہت سی کتابوں میں درج ہے کہ قریش ہجرت کے بعد بھی آپ کو ہر طرح سے ختم کرنے کی کوشش میں تھے۔ یہ

Marfat.com

مسلمانوں سے ذاتی انتقام سے لے کر اجتماعی تباہی مسلط کرنے کی تدبیریں تھیں۔ اسی سلسلے کے تحت قریش نے عمیر بن وہب کو آنحضرت ﷺ کے قتل پر مامور کیا۔ وہ گلے میں تلوار لٹکائے مدینہ منورہ پہنچا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اسے دیکھ لیا اور پکڑ کر بارگاہ نبوت میں لے آئے۔ حضور ﷺ نے عمیر سے پوچھا:۔

''کس ارادے سے آئے ہو؟'' کہنے لگا! میں اپنے بیٹے سے ملنے آیا ہوں جو آپ کی قید میں ہے۔'' آپؐ نے پوچھا کہ ''یہ تلوار کیوں گلے میں لٹکا رکھی ہے؟'' کہنے لگا'' میں آتے وقت اسے اتارنا بھول گیا تھا۔'' یہ سن کر حضور سرور کائنات ﷺ نے اس سے پوچھا: ''کیا تم نے اپنے دوست صفوان بن اُمیہ کے ساتھ حجرے میں بیٹھ کر میرے قتل کی سازش نہیں کی اور اس کے بدلے میں صفوان نے تمہارا قرض ادا کرنے اور تمہارے اہل وعیال کی کفالت کا ذمہ نہیں لیا؟'' یہ سن کر عمیر سناٹے میں آ گیا اور اس نے نہ صرف اس سازش کا اعتراف کر لیا بلکہ اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

مذکورہ واقعات کو کوئی شخص قیاس کا نام بھی دے سکتا ہے لیکن حضرت ابوذر غفاریؓ کے بارے میں آپ کی پیش گوئی کو کیا نام دیا جائے گا۔ جب تبوک پر لشکر کشی کے دوران جو شخص قافلے سے پیچھے رہ جاتا تو صحابہؓ آ کر عرض کرتے کہ یا رسول اللہ ﷺ فلاں شخص پیچھے رہ گیا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے اسے چھوڑ دو اگر اس میں کچھ خیر ہو گا تو خدا اسے ہمارے ساتھ ملائے گا۔ حضرت ابوذرؓ کا اونٹ بہت سست رو تھا۔ آپ نے تاخیر سے بچنے کے لئے اپنا سامان کندھے پر اٹھایا اور پیدل چلنے لگے۔ صحابہ کرامؓ ایک مقام پر رُکے اور دور دیکھتے ہوئے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کوئی شخص دور سے تنہا آ رہا ہے۔ حضور ﷺ نے فوراً فرمایا: ''ابوذرؓ ہوں گے۔ خدا ابوذرؓ پر رحم فرمائے وہ تنہا چلیں گے، تنہا مریں گے اور قیامت کے دن تنہا اٹھائے جائیں گے۔'' ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو ایک نواحی گاؤں ربذہ کی طرف جلاوطن کر دیا۔ ان کی زوجہ محترمہ اور ان کا غلام ان کے ہمراہ تھے۔ جلاوطنی کے عالم میں ایک ویرانے میں جب ان پر موت کی کیفیت طاری ہوئی تو آپ نے اپنی

Marfat.com

زوجہ محترمہ سے فرمایا کہ "تم مجھے نہلا کر اور کفن پہنا کر راستے میں رکھ دینا اور جو پہلی جماعت آئے اسے کہنا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ابوذرؓ ہیں۔ انہیں دفن کرنے میں ہماری مدد کیجئے۔ چنانچہ ان کی وصیت کے مطابق ایسا ہی کیا گیا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اپنی جماعت کے ہمراہ وہاں تشریف لائے۔ جب غلام نے انہیں حضرت ابوذر غفاریؓ کی موت سے آگاہ کیا تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور کہا کہ "رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا کہ "ابوذرؓ تنہا چلے گا، تنہا مرے گا اور قیامت کے دن تنہا اٹھایا جائے گا۔"

اسلامی لشکر جیش العسرت غزوہ تبوک کی طرف روانہ ہوا۔ بے سروسامانی کا عالم، گرمی کی شدت، طویل فاصلہ لیکن حضور نبی پاک ﷺ کے حکم اور شوق شہادت کے سامنے ان مصائب کی کیا حیثیت تھی۔ دوران سفر راستے میں آپ نے ایک جگہ پڑاؤ کیا اور ہر شخص کو تاکید کی کہ "آج رات سخت آندھی آئے گی۔ لہٰذا اپنے اپنے اونٹوں کو مضبوطی سے باندھ لو اور کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ اُٹھے۔" چنانچہ رات کو زبردست آندھی نے گردوغبار کا ایسا طوفان برپا کیا کہ انسان تو انسان جانور بھی خوفزدہ ہو گئے لیکن قبیلہ بنوساعدہ کے دو آدمیوں نے آپ کے حکم کی خلاف ورزی کی۔ نتیجتاً ایک کو تو ہوا نے اڑا کر دور دراز پہاڑ پر پھینک دیا اور دوسرے کا کسی نے گلا دبا دیا۔

(بحوالہ۔ محمد رسول اللہ ﷺ۔ ص۔ ۶۵۵)

تبوک کے راستے ہی میں خود حضور کاشف الاسرار ﷺ کی اونٹنی گم ہو گئی صحابہ کرامؓ اس کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑے، لیکن اونٹنی نہ مل سکی۔ شاید اونٹنی کی گمشدگی میں صحابہ کرامؓ کو آپ کی قوت ادراک سے آگاہی کا راز پوشیدہ تھا۔ حضرت عمارہؓ بن حزم انصاری کے کجاوے میں زید بن لصیت قینقاعی آپ کا ہم سفر تھا۔ وہ منافق تھا۔ اُس نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ زہر پھیلانا شروع کر دیا کہ "یوں تو محمد ﷺ خدا کے نبی ہونے اور لوگوں کو آسمان کی خبریں بتانے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن آپ کو یہ بھی خبر نہیں کہ آپ کی اونٹنی کہاں ہے؟" جب یہ بات حضور نبی اکرم ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ میرا تمام علم خدا کا عطا کردہ ہے۔ اس نے مجھے مطلع کر دیا

Marfat.com

ہے کہ میری اونٹنی کی نکیل فلاں وادی میں ایک درخت کی شاخوں میں اُلجھ گئی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ وہاں رُکی ہوئی ہے۔ چنانچہ آپؐ کی اطلاع پر صحابہ کرامؓ اُس مقام کی طرف روانہ ہوئے اور اونٹنی کو شاخوں سے چھڑا لائے۔

(بحوالہ۔ محمد رسول اللہ ﷺ۔ ص۔ ۶۵۶)

ایسا ہی ایک واقعہ ابن ہشام نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ رسول معظم ﷺ غزوہ بنو مصطلق کی فتح کے بعد مال غنیمت کے ہمراہ مدینہ پاک کی طرف رواں تھے۔ قیدیوں میں جویریہ بنت حارث بھی تھیں۔ جسے آپ نے ایک انصاری کی حفاظت میں دے رکھا تھا۔ جب جیش اسلام مدینہ پاک پہنچا تو دوسرے ورثاء کی طرح حارث بھی اپنی بیٹی کا زرفدیہ لے کر حضور محسن انسانیت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن جب وہ وادی عقیق میں پہنچے تو ان کے دل میں لالچ پیدا ہوا اور انہوں نے مال فدیہ کے دو اونٹ عقیق کی گھاٹی میں چھپا دیئے۔ حضور رسول اکرم ﷺ نے ان کے مال پر ایک نظر ڈالی اور حارث سے پوچھا کہ وہ اونٹ تم نے عقیق کی فلاں گھاٹی میں کیوں چھپائے ہیں۔ حارث یہ سن کر ششدر رہ گئے۔ کیونکہ اس راز کی ان کے سوا کسی کو خبر نہیں تھی۔ اس انکشاف راز نے ان کے دل پر نبوت کی سچائی واضح کر دی اور آپ نے اسلام کی حقانیت کو تسلیم کر لیا۔ نہ صرف یہ بلکہ بعد میں انہیں حضور نبی اکرم ﷺ کو اپنا داماد بنانے کا شرف حاصل ہوا۔

کفار کے بعض افراد اپنا مال تجارت لے کر عراق، شام، اور ایران جاتے، وہاں کے لوگوں سے مختلف قصے کہانیاں سن کر آتے تو ختم المرسلین ﷺ کی نبوت کا امتحان لینے کے لئے ان سے سوال کرتے ایک دفعہ انہوں نے ذوالقرنین کے بارے میں دریافت کیا جس کا جواب اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی سورہ کہف میں دے دیا۔ کبھی حضرت داؤدؑ کی زندگی کے حالات پوچھتے کبھی حضرت یوسفؑ اور زلیخا کے واقعے کی تفصیل پر استفسار کرتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے ان تمام سوالوں کے جواب دیتا۔ تمام اُلجھنیں سلجھا دیتا۔ یہ تمام سوالات دراصل حضور ﷺ کے دعویٰ نبوت کو جھٹلانے کے لئے کئے جاتے کہ آپ زمانہ قدیم کے کسی واقعے یا کسی شخصیت کے

Marfat.com

متعلق آگاہی حاصل نہ کرسکیں تو انہیں آپ ؐ کی نبوت کو جھٹلانے کا موقع میسر آسکے۔ کیونکہ یہ حقیقت تو بہرحال ان کے فہم وادراک کے ہر گوشے میں جاگزیں تھی کہ خدا تعالیٰ سے براہ راست تعلق کی بناء پر نبیؐ سے کائنات کی کوئی چیز یہاں تک کہ ماضی و مستقبل بھی پوشیدہ نہیں ہوتے۔ ہاں اس کا افشا خدا کی رضا کے تابع ہے۔ جس طرح مستقبل بینی کا علم حضرت موسیٰؑ کو حضرت خضرؑ کے ذریعے عطا فرمایا گیا۔ قرآن پاک کی ایک سورہ کہف میں اس کی تفصیل ملتی ہے جس کی طرف علامہ اقبالؒ نے بڑی خوبصورتی سے اشارہ کیا ہے:۔

کشتی مسکین و جان پاک و دیوار یتیم
عقل موسیٰؑ بھی ہے جسکے سامنے حیرت فروش

عقل اس لئے حیرت میں ڈوب جاتی ہے کہ یہ کوتاہ نظر ہے۔ اس کا علم صرف محسوسات تک محدود رہتا ہے۔ معجزے بھی عقل کو شکست دینے اور اسے مرعوب کرنے کے لئے برپا کئے جاتے ہیں۔ انبیاءؑ کی ماضی و مستقبل سے آگاہی بھی ایک معجزے کی حیثیت رکھتی ہے جو عقل کے لئے واقعی ناقابل یقین اور حیرت انگیز چیز ہے لیکن جس طرح شفاف آئینے میں ہر چیز کا عکس نہایت واضح طور پر اُبھرتا ہے بلکہ دوربین کے ذریعے ایسی چیزیں بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ عام آنکھ جس کا مشاہدہ نہیں کرسکتی۔ مولانا روم نے اس کی مثال یوں دی ہے:۔

آئینہ دل چوں شود صافی وپاک
نقش ہابینی بروں از آب وخاک

یعنی جب دل کا آئینہ پاک وصاف ہو جائے تو آب وخاک سے پاک چیزوں کا نقش اس پر اُبھر آتا ہے۔ انبیاء کے دل دنیاوی آلائش سے پاک اور ان کا آئینہ دل خدا کی یاد سے اتنا صیقل ہوتا ہے کہ خدائی راز اُن پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ لیکن خدا نے اپنے پیغمبر دو جہاں ﷺ کو ایسی بصیرت سے نواز رکھا تھا۔ ان کا آئینہ دل اتنا شفاف تھا کہ مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والے ہر حادثے یا واقعے کا عکس پوری طرح اس پر واضح ہو جاتا تھا۔ آپ ؐ نے مختلف صحابہ کرامؓ کو مختلف رازوں سے آگاہ بھی

Marfat.com

کیا۔ بعض محفلوں میں قربِ قیامت کی علامات، قیصروکسریٰ پر فتح اور پھر زوال اُمت کی اجتماعی خبریں دیں۔ بعض صحابہ کرامؓ کو ان کی ذات کے متعلق آگاہ کیا اور بعض صحابہ کرامؓ کو غزوات کے نتائج، زندگی اور موت اور مسلمانوں میں چھپے ہوئے منافقین کی بابت صاف بتا دیا۔ جب سلام بن شکم یہودی کی بیوی زینب بنت حارث نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو حضور ﷺ کے ہمراہ ایک صحابی بشرؓ بھی شریک طعام تھے۔ وہ تو زہر خورانی سے انتقال کر گئے لیکن حضور صاحب اسرا ﷺ نے زہر کی تلخی محسوس کر کے لقمہ پھینک دیا۔ بعد میں نبی آخرالزمان نے اس یہودی عورت کو بلا کر تحقیق کی تو اس نے سازش کا اقرار کرتے ہوئے ایک عجیب بات کہی کہ :۔ ''ہم نے زہر اس لئے دیا تھا کہ اگر آپؐ سچے نبی ہیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا اور اگر آپ جھوٹے ہیں تو ہم آپ سے نجات پا جائیں گے۔ (بحوالہ۔ اصح السیر۔ص۔۲۴۶)

گویا ان کے نزدیک سچے نبی کی علامات میں سے یہ بھی ایک پہچان تھی کہ وہ غیب اور چھپی ہوئی حقیقتوں سے آگاہ ہو۔ نبی کا فہم کائنات کے تمام انسانوں سے ارفع ہو۔ نبی کا ادراک ذہین ترین انسانوں کے ذہنوں میں بھی چھپی ہوئی تدابیر اور سازشوں سے آگاہ ہو۔ نبی کی بصیرت لاینحل مسائل کو حل کر سکے۔ ہر مشکل کو آسان کر سکے۔ ہر چیز میں پوشیدہ حکمت کو سمجھ سکے۔ آسمان پر ہونے والے فیصلے اس کی نظروں کے سامنے ہوں لوح محفوظ اس کی ہتھیلی پر ہو۔ تقدیر کے فیصلے تک اس کی رسائی ہو اور اسے زندگی اور موت کے حدود و تعین کا علم ہو۔ اور سیرت کی کتابیں، تاریخ کے اوراق اور احادیث کے دفتر اس حقیقت کے شاہد ہیں کہ حضور سرور کائنات ﷺ کو ان تمام قوتوں پر قدرت حاصل تھی۔ جنگ خندق میں یہودیوں کے پہلوان عمر بن عبدود نے میدان میں آ کر مبارزت طلب کی۔ حضرت علیؓ مقابلے پر نکلے۔ ایک طرف دشمن خدا اور دوسری طرف شیر خدا تھے۔ ایک کو زعم باطل اور دوسرے کو حضور ﷺ کی مصاجت پر فخر۔ مقابلہ خوب ہوا لیکن حضرت علیؓ کے ایک ہی کاری وار نے اسے جہنم رسید کر دیا۔ عمر بن عبدود کو مرتے دیکھ کر اس کا بھائی یاسر تڑپ کر میدان

Marfat.com

جنگ میں کودا۔ یہ بھی اپنے بھائی کی طرح بہت عظیم الجثہ اور شہ زور پہلوان تھا۔ اس کے مقابلے میں حضرت زبیر بن العوامؓ نے سالار لشکر ﷺ سے اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دے دی لیکن حضرت صفیہؓ کو خطرہ پیدا ہوا۔ آپ نے فرمایا: ''یارسول اللہ ﷺ یاسر میرے بیٹے کو قتل کر دے گا۔'' حضور نبی آخرالزماں ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، زبیرؓ اس پر غالب رہیں گے۔'' چنانچہ حضور ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق حضرت زبیرؓ نے یاسر کو قتل کر دیا۔ (بحوالہ۔ اصح السیر۔ ص۔۲۳۶)

غزوہ خیبر کے بعد حضور رحمت عالم ﷺ نے وادی القرای کا ارادہ کیا۔ کیونکہ یہودیوں کی ایک جماعت وہاں پناہ گزیں ہو چکی تھی جن میں چند عرب بھی شامل تھے آئندہ کے خطرے کے پیش نظر یہ ضروری تھا کہ فتنے کا ابھی سر کچل دیا جائے۔ وادی میں پہنچنے کے بعد ابھی مسلمان سواریوں سے اُتر ہی رہے تھے کہ یہودیوں نے تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ جس سے آپ کا ایک غلام مدعمؓ شہید ہو گیا۔ صحابہ کرامؓ نے فرمایا: ''اس کو جنت مبارک ہو۔'' لیکن اس کاشف اسرار ﷺ نے فرمایا: ''ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اس نے جنگ خیبر میں مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے جو چادر چرائی تھی وہ آگ بن کر اس پر لپک رہی ہے۔''

(الرحیق المختوم۔ص۔۶۱۰)

غزوہ خندق حق و باطل کے درمیان ایک خط امتیاز تھا۔ کیونکہ غزوہ خندق تک تمام غزوات مسلمانوں کی سرزمین پر بپا ہوئے۔ کفار ہمیشہ بڑھ چڑھ کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوتے رہے۔ لیکن جب ایک ماہ کے محاصرے کے بعد شکست خوردہ کفار اپنے خیمے، اپنے برتن، اپنے جانور اور اپنا ساز و سامان چھوڑ کر بھاگے تو انہیں دیکھ کر حضور نبی محترم ﷺ نے فرمایا:۔

اَلْآنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَا نَحْنُ نَسِيْرُ اِلَيْهِمْ۔ (صحیح بخاری)

اب یہ ہم پر کبھی حملہ آور نہ ہو سکیں گے۔ آئندہ ہم ان پر لشکر کشی کریں گے۔

(الرحیق المختوم۔ص۔۵۰۷)

تاریخ گواہ ہے کہ آپ کے اس فرمان کے بعد تمام جنگیں دشمن کی سرزمین پر

Marfat.com

لڑی گئیں اور کفار کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کی کبھی جرات نہ ہوسکی۔ حالات کو اپنی گرفت میں رکھنا اور واقعات کو اپنی مرضی سے ترتیب دینا اور بات ہے لیکن گردش ایام کے انجام کی پہلے سے خبر دینا افضل الانبیاء ﷺ کی شان ہے۔ آپ نے اپنی وفات سے قبل اپنی لخت جگر حضرت فاطمہؓ کے متعلق فرمایا کہ اہل بیت میں سے آپ مجھے سب سے پہلے ملیں گی اور ام المومنین حضرت زینبؓ کی بابت بھی ایسی ہی پیش گوئی فرمائی کہ میری وفات کے بعد میری ازواج میں سے سب سے پہلے آپ میرے پاس پہنچیں گی۔ اسی طرح اپنے نواسے حضرت امام حسنؓ کے متعلق اس وقت یہ خبر دی جب آپ ابھی طفل کمسن تھے کہ ''میرا یہ بیٹا مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کا باعث بنے گا۔'' چنانچہ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد امیر معاویہؓ نے دربار خلافت کے خلاف بغاوت کر دی اور قریب تھا کہ دونوں طرف سے مسلمان فوجیں ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں۔ آپ نے یہ کہہ کر خلافت سے دستبرداری کا اعلان فرمادیا کہ ''میں اپنی خاطر مسلمانوں کے درمیان خونریزی پسند نہیں کرتا۔'' آپ نے حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کے متعلق فرمایا کہ ''آپ خلفاء کے باپ ہوں گے۔'' گویا بنو عباسؓ کی خلافت کی خبر تھی جو بنو اُمیہ کے زوال کے بعد وجود میں آئی۔

(سیارہ ڈائجسٹ جلد اوّل)

شعب ابی طالب میں تین برس کے معاشی اور معاشرتی مقاطعے کے بعد آپ نے نظر بندی کی حالت ہی میں خبر دی کہ خانہ کعبہ میں آویزاں کفار کے عہد نامے کو دیمک نے چاٹ لیا ہے۔ آپ کی یہی خبر مقاطعے کے خاتمے کا باعث بنی۔ آپ نے حضرت عمارؓ بن یاسرؓ سے فرمایا کہ تمہیں ایک باغی گروہ قتل کر دے گا۔ جنگ صفین میں آپ کی شہادت نے فخر انبیاء ﷺ کی پیش گوئی کی نہ صرف تائید کی بلکہ حق و باطل کا فیصلہ بھی فرمادیا۔ فتح مکہ کے دن ۲۰ رمضان ۸ ھ بروز پنج شنبہ کو سرکار دو جہاں ﷺ نے شیبہؓ بن عثمان اور عثمانؓ بن طلحہ کو بیت اللہ کی کلید عطا فرماتے ہوئے کہا کہ ''لو سنبھالو یہ چابی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تم سے یہ چابی کوئی نہیں چھینے گا، مگر وہ ہی جو ظالم ہوگا۔''

اس فقرے میں دو پیش گوئیاں پوشیدہ ہیں کہ خاندان طلحہ قیامت تک کلید کعبہ

Marfat.com

کے مالک ہوں گے اور اس خاندان کی نسل قیامت تک منقطع نہیں ہوگی۔

مستقبل بعید کے بارے میں اور مسلمانوں کی نکبت و ادبار کے متعلق خبر دیتے ہوئے آپ نے بڑی وضاحت سے فرمایا کہ :۔

''اس وقت تک قیامت برپا نہ ہوگی جب تک تم اُن ترکوں سے جنگ نہ کرلو، جو چھوٹی چھوٹی آنکھوں والے سرخ چہروں والے اور پست ناک والے ہوں گے، ان کے چہرے ڈھال کی طرح چوڑے ہوں گے۔'' (نقوش رسول نمبر جلد ۹ ۳۶۳)

یہ چنگیز خاں اور اس کے لشکریوں کی طرف اشارہ ہے۔ جنہوں نے مسلمانوں کے تہذیب و تمدن کو برباد کر کے رکھ دیا۔

حضور صاحب اسراﷺ کی پیش گوئیوں کا ایک دفتر ہے۔ مستقبل قریب و بعید میں وقوع ہونے والے واقعات و حادثات کا اتنا بڑا خزانہ ہے۔ آپ کی ہر بات میں مختلف چیزوں کے متعلق اتنے واضح اشارات ملتے ہیں کہ یہ ایک غیر مختتم سلسلہ ہے۔ جس سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ آپ کے روشن ضمیر پر وقت اور زمانے کی تہوں میں چھپے ہوئے راز آشکار ہو جاتے تھے۔ جس طرح تیز قوت شامہ کا مالک دور سے کسی چیز کی خوشبو سونگھ لیتا ہے۔ غیر معمولی سماعت کا حامل کانوں میں ہونے والی کھسر پھسر بھی سن سکتا ہے۔ بعض لوگوں کی چھٹی حس انہیں آنے والے خطرات سے آگاہ کر دیتی ہے اسی طرح ان تمام خصوصیات کے ساتھ خدائے علیم و خبیر نے ایک اعلیٰ فضیلت کے طور پر اپنے محبوب کو مستقل اور طاقتور حس سے نواز رکھا تھا جو برسوں اور صدیوں کے فولادی پنجروں میں قید حقائق کے پنچھیوں کی پھڑ پھڑاہٹ کی آواز بھی سن لیتی تھی۔ بھلا عرش کی خبریں رکھنے والے فرش کے رازوں سے بے خبر کیسے رہ سکتے تھے۔

☆☆☆

Marfat.com

سیرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیوں؟

حضرت حسانؓ بن ثابت سے لے کر زمانہ حال کے نعت گو اور ابن اسحاقؒ کی المغازی اور امام مالکؒ کی موطا سے دور حاضر کے سیرت نگار تک لاتعداد اہل قلم اور اہل علم وبصیرت ہر دور اور ہر زمانے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں زبان وقلم کی پوری توانائیاں صرف کرتے نظر آتے ہیں آخر کیوں؟...... اس سے قطع نظر کہ خود خدا ثناء خوان محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اُس نے وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کا پورا اہتمام کر رکھا ہے...... آخر تمام انبیاء و مُصلحین و بانیان مذاہب میں سے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کا غلغلہ ہی کائنات پر کیوں محیط ہے۔

خالق کائنات نے انسان کی رہبری واصلاح اور کائنات کی حقیقتوں کا علم انسان تک پہنچانے کے لئے انبیاءؑ کو واسطہ بنایا۔ مختلف ادوار میں مختلف اقوام کی طرف ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ ورسلؑ مبعوث کئے گئے لیکن آج نہ تو ہم ان تمام کے اسماء گرامی سے واقف ہیں اور نہ ہی تمام کی تعلیمات حالات زندگی، تاریخ پیدائش، مقام بعثت اور سیرت کے مکمل کوائف ہمیں معلوم ہیں کہ ہم رہبری کے لئے اُن کو چراغ روشن کی حیثیت دے سکیں۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک کسی کی تعلیم اس قدر

Marfat.com

محفوظ نہیں کہ ہم جان سکیں کہ وہ فی الواقع کیا پیغام لے کر آئے تھے۔ ان کا طریقہ تبلیغ کیا تھا۔ ان کے رہن سہن، لباس اور کھانے پینے کے آداب کیا تھے۔ اگر آج ہم ان کے بارے میں کچھ جاننا چاہیں تو قرآن پاک کے چیدہ چیدہ ارشادات یا ان کے بارے میں مدون کی گئیں۔ نامکمل اور فرسودہ روایات کے سوا ہمارے پاس کوئی ایسا سرچشمہ یا ماخذ نہیں جو مستند ہو۔

توراۃ: جسے آج ہم (Old Testament) یا عہد نامہ عتیق کے نام سے جانتے ہیں۔ یہ وہ توراۃ نہیں جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی تھی۔ اس وقت عہد نامہ عتیق تین حصوں میں منقسم ہے۔ سلسلہ اول میں پانچ کتابیں ہیں جو کتب موسیٰ کہلاتی ہیں:۔

1- پیدائش Genesus.

2- خروج Exodus.

3- احبار۔ قانون Levtilcus.

4- اعداد Number.

5- استثناء Deuteronomy.

سلسلہ دوم "بنیم" کہلاتا ہے۔ اس میں بائیس کتابیں ہیں اور سلسلہ سوم "کیستم" میں بارہ کتابیں ہیں۔ ان تمام کتابوں کی تدوین و تالیف کا زمانہ متعین کرنا آج ناممکن ہے۔ بخت نصر نے یروشلم پر حملے کے وقت یہ تمام کتابیں تلف کر دیں۔ پھر تقریباً نصف صدی کے بعد ۴۴۵ ق م میں عزرا نے انہیں دوبارہ جمع کیا لیکن ۱۶۳ ق م میں یونانی بادشاہ انٹریئس نے پھر بخت نصر کی یاد تازہ کر دی۔ اس کے بعد یہودہ مقافی نے توراۃ کی از سر نو تدوین کی لیکن یہ کتابیں تیسری دفعہ پھر رومی حملہ آوروں کے دست تطاول کی نذر ہو گئیں۔ اس طرح یہ متعدد بار تلف و تالیف کے مراحل سے گزرتی رہیں اور ہر بار ان کی زبان بھی تغیر کی زد میں رہی۔ پہلے یہ عبرانی زبان میں تھی۔ عزرا

Marfat.com

نے اسے آرامی زبان میں منضبط کیا۔ پھر شاہ بطلیموس کے حکم پر اسے یونانی زبان میں مدون کیا گیا۔ (یہودیت ونصرانیت، نعیم صدیقی۔ ص۔ ۳۲۱)

نتیجتاً اصل عبرانی نسخہ آج دنیا سے ناپید ہے۔ اس کے علاوہ اس میں خالص کلام ربانی کی بجائے یہودی علماء کی تفسیریں، بنی اسرائیل کی قومی تاریخ، اسرائیلی فقہاء کے قانونی اجتہادات اور بہت سی دوسری چیزیں مختلف ادوار میں یوں خلط ملط ہوگئیں کہ آج تورات کا اصل چہرہ پہچاننا مشکل ہے۔ اگر کتاب استشناء یا تسنیہ پڑھیں تو اس کے آخری باب میں حضرت موسیٰؑ کی بیماری، آپ کی وفات اور تدفین کا ذکر ملتا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ چیزیں بعد میں شامل کی گئی ہیں۔

(خطبات بہاولپور، ڈاکٹر محمد حمید اللہ ۳۶)

اسی طرح بائبل سریانی زبان میں نازل ہوئی۔ کیونکہ حضرت عیسیٰؑ اور ان کے ہم عصر اہل فلسطین کی زبان آرامی زبان کی وہ بولی تھی جسے سریانی کہا جاتا ہے لیکن آج بائبل کی چاروں مروجہ اناجیل ان یونانی بولنے والے عیسائیوں کی لکھی ہوئی ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے بعد مذہب عیسوی میں داخل ہوئے۔ (یہودیت ونصرانیت، ۴۵۷) عیسائی مورخوں کے مطابق مختلف ادوار میں انجیلوں کے ستر نسخے وضع کئے گئے جن میں سے ایک انجیل برناباس بھی تھی لیکن چرچ نے صرف چار کو قبول کیا۔ ہمیں آج تک معلوم نہیں ہوسکا کہ مذکورہ اناجیل کی تمام روایات کن واسطوں اور کن ذرائع سے یکجا کی گئیں۔ ان کی سچائی کی سند کیا ہے اور اس ردوقبول کی وجوہ کیا ہیں۔ پھر یہ کہ ان چاروں میں ایک لوقا (Luke) کی ایک یوحنا (John) ایک متی (Matthew) کی اور ایک مرقس (Marks) کی انجیل ہے لیکن خود حضرت عیسیٰؑ کی کوئی انجیل نہیں یعنی وہ انجیل جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی۔

(الجہاد فی الاسلام)

کیونکہ آپ نے اپنی زندگی میں انجیل کا کوئی تحریری نسخہ نہیں چھوڑا۔ اس پر طرہ یہ

Marfat.com

کہ متی کی اصل کتاب لوجیا(Logia) بھی مفقود ہے اسی طرح مرقس نہ خود کبھی مسیحؑ سے ملا نہ ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہوا بلکہ ان کے ایک حواری پطرس کا مرید تھا۔ اسی طرح لوقا نے بھی حضرت عیسیٰؑ کو بچشم خود نہیں دیکھا بلکہ وہ سینٹ پال کا مرید تھا جو واقعہ صلیب کے چھ برس بعد مذہب عیسوی میں داخل ہوا۔ اسی طرح یوحنا حضرت عیسیٰؑ کا حواری ضرور تھا لیکن اہل تحقیق موجودہ انجیل یوحنا کو کسی اور یوحنا کی طرف منسوب کر کے رنگِ تشکیک کو اور گہرا کر دیتے ہیں۔ برناباس کا مصنف ''برناباس'' حضرت مسیحؑ کا حواری تھا اور اس کی انجیل کلام ربانی کے سب سے قریب تر ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس میں حضور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں واضح طور پر پیش گوئیاں موجود ہیں۔ مثلاً حضور سرور کائنات ﷺ کے لیے بائبل میں ایک لفظ Periclytos تھا جس کے معنی ''تعریف کیا گیا'' ہیں جو لفظ محمد ﷺ کا ہم معنی ہے لیکن عیسائیوں نے اسے Peracletus میں بدل دیا جس کا ترجمہ مددگار ہے۔

(یہودیت ونصرانیت۔ نعیم صدیقی)

اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں عقیدت ومحبت کا واضح اظہار موجود ہے عیسائیوں نے اس انجیل کو قبول نہیں کیا بلکہ ایک طویل عرصے تک دنیا کی نظروں سے اسے پوشیدہ رکھا۔ پھر یہ تورات وانجیل ساری پڑھ جایئے، کہیں بھی حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے واردات قلبی، اطاعت وعبادات کا بھرپور تصور، انسانوں سے حسن معاملت یہاں تک کہ اُن کی زندگی کے مسلسل اور مربوط حالات بھی نہیں ملتے۔

آج بدھ کے لاکھوں پیرو گوتم سے حسنِ عقیدت کے مدعی ہیں۔ لیکن گوتم بدھ نے کوئی مجموعہ قوانین یا مذہبی کتاب اپنے پیروؤں کے لئے نہیں چھوڑی اور نہ ہی ان کے قریبی زمانے میں کسی اور نے ان کی تعلیمات کا کوئی مجموعہ مرتب کرنے کی کوشش کی بلکہ ان کے انتقال کے سو برس بعد ان کی تعلیمات کو قلمبند کیا گیا۔ کیونکہ ان کی وفات کے بعد ان کے پیروؤں میں مذہبی امور کے بارے میں اختلافات ابھر آئے

Marfat.com

جنہیں دور کرنے کے لئے مگدھ کے نزدیک ''راجگاہ'' کے مقام پر ایک اجتماع ہوا جس میں گوتم بدھ کے بہت سے پیروکار شریک ہوئے۔ان میں سے ایک شاگرد کسیاپا (Kasyapa) نے گوتم کے فلسفیانہ اقوال سنائے جو بعد میں ''دھرم پٹیکا'' کے نام سے مشہور ہوئے۔ دوسرے شاگرد Upali نے نظم وضبط کے اصول سنائے جو ''وناپٹیکا'' کے نام سے موسوم ہوئے۔ گوتم بدھ کے ایک اور شاگرد نے مختلف موضوعات پر تقاریر کیں جو ''ست پٹیکا'' کہلائیں۔ یہ تمام کتابیں ''پالی'' زبان میں تھیں۔ یہ اس زمانے کی عوامی زبان تھی۔ ان تیری پٹیکا میں سب سے زیادہ اہمیت ست پٹیکا کو حاصل ہوئی جسے حفظ کرنے کے لئے ''دھم پد'' نام کا ایک خلاصہ تیار کیا گیا۔ (تاریخ مذاہب۔رشید احمد)

اس طرح گوتم بدھ کے اصول وقوانین کو موجودہ شکل میں پہنچنے کے لئے تین چار سو برس تک تصنیف وتالیف کے مختلف اور کٹھن ادوار سے گزرنا پڑا۔ابتدا میں گوتم بدھ کی تعلیمات میں خدا، جنت اور دوزخ کے تصورات موجود نہ تھے۔اُس میں راہبانہ زندگی کے تصورات پر زور تھا۔پھر وقت کے تقاضوں کے پیش نظر ان تمام نظریات میں ترمیم وتنسیخ روا رکھی گئی جس کی وجہ سے گوتم بدھ کی اصل تعلیمات کا چہرہ مسخ ہو کر رہ گیا ہے۔

اسی طرح ایران کے مجوسی مذہب کے بانی زروشت یا ذرتشت کی تاریخی وسوانحی حیثیت تاریخ کی نظروں سے اوجھل ہے۔ اس کی جائے پیدائش، سال پیدائش، خاندان، نظریہ تعلیم اور جائے وفات سینکڑوں اختلافات کے اندھیروں میں ہیں۔ فارسی روایات میں اس کا عہد چھٹی صدی ق م ہے لیکن قدیم یونانی تصانیف کے مطابق زروشت کا زمانہ حضرت عیسیٰؑ سے چھ ہزار برس قبل کا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی کتاب ''جنداوستھا'' آج دنیا سے ناپید ہے۔اس کا ترجمہ پازند میں کیا گیا جس کے چند پرزے تاریخ کے کونے کھدروں میں مدفون ہیں۔ زروشت نے بہت سی چیزیں

Marfat.com

مثلاً نظریہ ثنویت، عقیدہ تاریخ عالم، آتش پرستی اور نظریہ ارواح دیگر مذاہب سے حاصل کیں۔ علاوہ ازیں بابلی مذہب کے اثرات بھی اس میں ملتے ہیں۔

اب اگر حقیقت کی تلاش میں خالص کلام وتعلیمات ربانی کے حصول کے لئے انبیاءؑ وبانیان مذاہب کی طرف رجوع کریں تو ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم ایسے نبی کی طرف رجوع کریں جس نے قابل اعتماد اور مستند کتاب چھوڑی ہو جو زمانے کی دست برد سے محفوظ ہو۔ جس کے مفصل حالات زندگی بالکل محفوظ ذرائع سے ہم تک پہنچے ہوں۔ تمام مذہبی کتب، سوانح عمریوں اور کتب سیر کھنگالنے کے بعد مایوسی کی اس تاریکی میں ہمیں روشنی کی ایک تابناک کرن عرب کے دیار مقدس مکہ مکرمہ میں نظر آتی ہے۔ حضور نبی آخرالزمان ﷺ نے ایک کتاب پیش کی جو ہر آمیزش سے پاک ہے۔ اس میں حضور ﷺ کا اپنا کوئی قول آپ کے حالات زندگی کا کوئی گوشہ عربوں کے تہذیب وتمدن کا کوئی دور اور شعراء عرب کا کوئی تذکرہ شامل نہیں۔ قرآن پاک میں کلام الٰہی خالص شکل میں بزبان وحی موجود ہے۔ قرآن کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ قرآن پاک ایک ہی دفعہ نازل نہیں ہوا بلکہ تیئس سال تک ضرورت اور حالات کے مطابق نازل ہوتا رہا۔ پہلی وحی کے موقع پر سورہ اقراء کی پہلی پانچ آیات نازل ہوئیں اور پہلی وحی کے ساتھ ہی خدا اور اس کے پیغمبر ﷺ کی طرف سے حفظ وکتابت کا آغاز کر دیا گیا اور مختلف اوقات میں تقریباً چالیس کاتبان وحی اس مقدس فرض پر مامور رہے۔ کتابت کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ خود اسے سن کر اطمینان فرما لیتے اور ساتھ ہی کسی بھی آیت کی اصل جگہ ومقام کا تعین بھی فرما دیتے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب آیت وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللّٰهِ۔ نازل ہوئی تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس آیت کو سورۃ بقر کی ۲۸۰ویں آیت کے بعد لکھو۔

(تاریخ القرآن ۲۵، عبدالصمد صارم)

کتابت کے علاوہ حضور ﷺ اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہ اجمعین کو حکم دیتے کہ

Marfat.com

اسے از بر کرلو اور اپنی نمازوں میں دہراؤ۔ چنانچہ اس طرح قرآن سینوں میں بھی منتقل ہوتا رہا۔ قرآن پاک کے تحریری طور پر محفوظ ہونے کا ایک واقعہ بہت اہم ہے۔ یہ بیعت عقبہ ثانیہ کے وقت کا واقعہ ہے کہ مدینے سے کچھ لوگ آئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر مسلمان ہوئے۔ اُن میں بنی زریق کے ایک شخص کو قرآن مجید کی اُس وقت تک نازل شدہ سورتوں کا مکمل مجموعہ دیا گیا۔

(خطبات بہاولپور۔ص ۱۲۰۔ ڈاکٹر حمید اللہ)

یہ بھی روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دن کے وقت قرآن مجید کو جتنا اس سال تک نازل ہو چکا ہوتا با آواز بلند دہرایا کرتے اور ہر صحابیؓ اپنا ذاتی نسخہ ساتھ لاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت سے اس کا موازنہ کرتے۔ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق اپنی عمر کے آخری رمضان المبارک کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضوان اللہ علیہ اجمعین کو دو مرتبہ قرآن سنایا اور اطمینان حاصل کرلیا کہ قرآن مکمل اور صحیح صورت میں حفظ اور تحریر کرلیا گیا ہے۔ آج تک یہ بھی محفوظ ہے کہ پہلی وحی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر قمری حساب سے چالیس سال سات ماہ اور شمسی حساب سے ۳۹ سال ۳ ماہ اور ۱۶ دن تھی۔ دوسری وحی اڑھائی برس کے بعد ربیع الاول میں نازل ہوئی۔ آخری وحی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے ۹ دن قبل ۳ ربیع الاول ۱۱ھ یوم شنبہ کو نازل ہوئی۔ مختلف آیات کی وجہ نزول تک مفسرین نے آج تک محفوظ رکھی ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے عہد حکومت میں حضرت عمرؓ کے مشورے سے قرآن پاک کی تدوین کی اور اس اہم کام کے لیے مشہور کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ کا انتخاب کیا گیا۔ (تاریخ الخلفاء، جلال الدین سیوطی۔ص۔۹۳)

چنانچہ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے اعلان کروادیا کہ جس شخص کے پاس قرآن مجید کا کوئی حصہ تحریری صورت میں موجود ہے یا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصدیق شدہ نسخہ موجود ہے۔ وہ کمیشن کے سامنے پیش کرے اور قبول کرنے والوں پر یہ پابندی عائد کر

Marfat.com

دی کہ ہر آیت کو دو شہادتوں کے ساتھ قبول کیا جائے۔

(خطبات بہاولپور۔۱۴۔ڈاکٹر حمید اللہ)

حضرت زیدؓ بن ثابتؓ خود بھی حافظ قرآن تھے اور حضور ﷺ کے وصال کے وقت کم از کم پچیس حفاظ قرآن موجود تھے جن میں انصار بھی تھے اور مہاجرین بھی، یہ تحریری نسخہ حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں پیش کیا جو اُن کی وفات تک آپ کے پاس رہا۔ پھر یہ حضرت عمرؓ کے پاس ان کی شہادت تک رہا۔ بعد میں وہی نسخہ اُم المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس چلا گیا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عمر فاروقؓ کے وقت شہادت تک مصر، عراق، شام اور یمن وغیرہ میں ایک لاکھ قرآن پاک موجود تھے۔

(تدوین حدیث مناظر احسن گیلانیؒ ۲۰۳)

حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے دور خلافت میں قرآن پاک کی جو مستند نقلیں تیار کروا کے عالم اسلام میں پھیلا دیں ان میں سے دو آج بھی موجود ہیں۔ ایک تاشقند اور دوسری استنبول میں، خود مصحف عثمانی کا سراغ ۴۹۲ھ تک ملتا ہے جس کو بحریہ سے دمشق لایا گیا۔

(تاریخ الخلفاء ۱۴۴ سیرت النعمان شبلی نعمانی ۴۴۶)

دوسری جنگ عظیم سے قبل جرمنی کی میونخ یونیورسٹی میں قرآن پاک کی تحقیق کے لئے ایک انسٹی ٹیوٹ قائم کیا گیا۔ اس نے ساری دنیا سے مختلف ادوار کے بیالیس ہزار نسخہ جات جمع کئے اور لفظ بہ لفظ تحقیق و تقابل کے بعد رپورٹ دی کہ پہلی صدی سے ۱۴ ویں صدی ہجری تک قرآن مجید میں کوئی تغیر اور تحریف واقع نہیں ہوئی۔

(سیرت سرور عالم، مولانا مودودیؒ)

یہ ۱۹۳۳ کی بات ہے گویا وہ سب سے بڑا ذریعہ ہدایت جو حضور نبی اکرم ﷺ کے ذریعے ہم تک پہنچا وہ آج بھی اسی حالت میں موجود ہے، جس طرح زمانہ حضور ﷺ میں تھا۔ یہاں تک کہ قرآن پاک نے عربی زبان کو بھی تغیر و تبدل کی زد سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیا ہے جب کہ ہر زبان چند سو برس کے بعد ختم ہو جاتی ہے یا

Marfat.com

مکمل طور پر بدل جاتی ہے۔ آج شکسپیئر اور چاؤسر کی انگریزی عام انگریز نہیں سمجھ سکتا۔ ابتدائی اُردو آج ہمارے لئے ناقابل فہم ہے۔ قدیم فارسی، جدید فارسی سے بہت مختلف ہے۔ یونانی زبان اور سریانی زبان ناپید ہو چکی ہیں لیکن ایک زندہ کتاب قرآن مجید نے عربی زبان کو اسی طرح قائم رکھا ہے۔

یہی حال سیرت سرور کائنات ﷺ کا ہے۔ ابتدائے اسلام سے لے کر حضور ﷺ کی آخری ساعت تک جتنے انسانوں نے آپ کو دیکھا، آپ کے اقوال سنے، آپؐ کو کسی چیز کا حکم دیتے یا منع فرماتے سنا، آپ کو تبلیغ فرماتے دیکھا، غزوات میں حصہ لیتے دیکھا۔ عبادات کرتے صحابہ اکرامؓ سے معاملات کرتے اور دشمنان اسلام سے حسن سلوک کرتے دیکھا۔ خوشی میں تبسم فرماتے اور غم کے عالم میں ضبط کرتے دیکھا۔ زمانہ امن میں رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کی تصویر اور دوران جنگ اشدّاء علی الکفّار کی تفسیر بنتے دیکھا۔ ان مقدس انسانوں کی تعداد ایک لاکھ بنتی ہے۔ بلکہ حجتہ الوداع کے موقع پر صحابہ کرامؓ کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔ اُن سب نے بَلِّغُوا عَنِّی (جو کچھ مجھ سے سنو دوسروں تک پہنچادو) کے حکم کی تعمیل میں آنے والی نسلوں تک یہ تمام چیزیں اس اہتمام و احتیاط سے پہنچائیں کہ آج منکرین اسلام بھی اس کے معترف ہیں۔ اہتمام کا یہ عالم تھا کہ اصحاب صُفہ کے ستر مقدس انسان جن میں حضرت ابو ہریرہؓ بھی شامل تھے معقد جاسوسوں کی طرح آپ کی ہر حرکت دیکھتے آپ کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ سنتے اور دوسروں تک اسے پہنچانے میں مصروف رہتے۔

(سیرت النعمان، شبلی نعمانی)

حضرت ابو ہریرہؓ نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک حصے میں عبادت کرتے، دوسرے حصے میں آرام کرتے اور تیسرے حصے میں احادیث حفظ کرتے۔ (تاریخ الحدیث، عبدالصمد صارم) اور احتیاط کا یہ عالم تھا کہ ایک حدیث بیان کرنے کے دوران حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا کہ کہیں

Marfat.com

کوئی کلمہ خلاف واقعہ منہ سے نہ نکل گیا ہو۔ لوگوں کی طرف سے روایت حدیث کی درخواست پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''اگر مجھے کسی لفظ میں کمی پیشی کا خدشہ نہ ہوتا تو ضرور کہتا۔ (تاریخ الحدیث) اس اہتمام واحتیاط کے ساتھ حضورﷺ کی ہر ادا چہرے کی ہر جنبش جبیں کی ہر شکن اور لبوں سے نکلا ہوا ہر لفظ صحابہ کرامؓ کے ذریعے تاریخ کے دامن میں محفوظ ہو چکا ہے۔

آج بھی مختلف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کی تعداد روایات تک محفوظ ہیں۔ مثلاً حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ۱۴۲، احادیث بیان کیں۔ حضرت عثمان غنیؓ نے ۱۴۶ حضرت علیؓ نے ۵۰۰، احادیث بیان کیں۔ (تاریخ الخلفاء) اور سات برگزیدہ صحابہ کرام حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ نے مجموعی طور پر پندرہ ہزار آٹھ سو نوے احادیث روایت کیں۔ (خطبات مدراس، سید سلیمان ندوی ۲۵) حضور نبی کریمﷺ نے ۱۱ھ کو وفات پائی۔ ۴۰ھ تک اکابر صحابہ کرامؓ عالم وجود میں رونق افروز رہے، ۶۰ھ تک اصاغر صحابہ کرامؓ (جو حضورﷺ کے عہد میں بچے تھے) خاصی تعداد میں موجود تھے۔ سہیل بن سعدؓ مدینہ پاک کے آخری صحابی تھے۔ آپ نے ۸۸ھ کو سو برس کی عمر میں وفات پائی۔

(سیرت آئمہ اربعہ از رئیس احمد جعفری ۳۰)

حضرت انس بن مالکؓ نے ۹۳ھ میں وفات پائی، جو دس برس تک حضورﷺ کی خدمت میں رہے۔ امام جلال الدین سیوطیؒ کی تحقیق کے مطابق آخری صحابی حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہؓ نے ہشام بن عبدالملکؒ کے عہد خلافت میں ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔ یوں مختلف تحقیقات کے مطابق ایک سو سے زیادہ ہجری تک حضور سرور کائناتﷺ کے ہمعصر آپ کا پیغام آپ کی تعلیمات اور آپ کی سیرت آئندہ نسلوں تک منتقل کرتے رہے۔ صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین گروہ در گروہ دنیائے اسلام

Marfat.com

میں پھیل گئے اور حضور ﷺ کے وقائع وحالات اور احکام و سنن کی تعلیم و اشاعت میں مصروف ہو گئے۔ ان میں صرف مدینہ شہر کے تابعین کی تعداد طبقات ابن سعدؒ کے حوالے سے ۳۵۵ تھی۔ اس کے علاوہ مکہ، طائف، بصرہ، کوفہ، دمشق، یمن، اور مصر وغیرہ کے تابعین کا اندازہ لگانا مشکل نہیں جو براہ راست صحابہؓ سے تلمذ کا شرف رکھتے تھے۔ پھر یہ کہ تابعین کو حضور ﷺ کی نسبت سے حدیث سننے اور حفظ کرنے کا دیوانگی کی حد تک شوق تھا۔ جب حضرت ابو سعید خدریؓ روایت حدیث کرتے تو ان کے حضور سامعین کی ایک دیوار کھڑی ہو جاتی۔ ایک شخص شام سے حدیث حاصل کرنے کے لئے حضرت ابو الدرداءؓ کے پاس مدینہ پاک پہنچا۔

(تاریخ الحدیث، عبد الصمد صارم ۵۴)

کوفہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کے آٹھ سو (۸۰۰) شاگرد تھے۔ تابعین میں ''حمادؒ'' کوفہ کے مشہور امام اور محدث وقت تھے۔ آپ نے حضور ﷺ کے خادم خاص حضرت انسؓ سے حدیث سنی یہاں تک کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کے سلسلہ فقہ کے بھی آپ ہی جانشین ٹھہرے۔ آپ نے ۱۲۰ھ میں وفات پائی۔ سلمہ بن کہیلؒ مشہور محدث اور تابعی تھے۔ آپ نے جندب بن عبد اللہؓ اور دوسرے بہت سے صحابہ کرامؓ سے تحصیل حدیث کی۔ ابن سعدؓ نے آپ کو کثیر الحدیث لکھا ہے۔ (سیرت آئمہ اربعہ ۳۰) حضرت ابو اسحاق سبعیؒ کبار تابعین میں سے تھے۔ آپ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت زید بن ارقمؓ سے احادیث روایت کی ہیں۔ سماک بن حربؒ بہت بڑے تابعی اور محدث تھے۔ آپ نے (۸۰) صحابہ کرامؓ سے حدیث حاصل کی۔ عطار بن رباحؒ جن کے حلقہ درس سے امام ابو حنیفہؒ نے فیض حاصل کیا۔ آپ بھی صحابہ کرامؓ کی کثیر تعداد سے فیضیاب رہے جن میں حضرت ابو ہریرہ حضرت اُسامہ بن زیدؓ، حضرت ابن زبیرؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ ان کے اپنے بیان کے مطابق وہ دو سو صحابہ کرامؓ سے شرف ملاقات رکھتے

Marfat.com

ہیں۔ عکرمہ حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد اور غلام تھے۔ آپ نے حضرت علیؓ، حضرت صفوان، حضرت ابوقتادہ اور حضرت ابوہریرہؓ سے بھی احادیث حاصل کیں۔ یہی نہیں بلکہ آپ سے معروف تابعین نے تحصیل حدیث وتفسیر کی۔

(سیرت آئمہ اربعہ ۳۵)

اسی طرح حضرت نافعؒ تیس برس تک حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ رہے اور آپ کے بعد آپ کے جانشین بھی بنے۔ امام مالکؒ ۱۲ برس تک حضرت نافعؒ کے حلقہ درس میں رہے اور ۱۱۷ھ میں ان کی وفات کے بعد جانشین ٹھہرے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے حدیث رسول ﷺ کو محفوظ کرنے کے لئے اس دور کے ہر شخص کو اس کام پر مامور کر دیا بلکہ یہ سلسلہ نسل در نسل چلتا رہا۔ مشہور محدث ومصنف حاکم نیساپوری کی تحقیق کے مطابق حضور نبی اکرم ﷺ کے خاندان کے دوسو زن ومرد ایسے ہیں جن سے حدیث مروی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اولاد میں تقریباً دس اور حضرت عمر فاروقؓ کی اولاد میں تقریباً چالیس محدث پیدا ہوئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص کی اولاد کا سلسلہ ۲۵۰ھ تک چلتا ہے جن میں فقہاء، آئمہ اور حفاظ پیدا ہوتے رہے۔

(معرفۃ الحدیث حاکم نیساپوری ۱۱۰)

تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کے بعد صحابہ کرامؓ مختلف ممالک میں پھیلے تو وہاں کے لوگوں نے ان مقدس انسانوں کو عقیدت کی پلکوں پر سجا لیا اور ان سے حضور نبی محترم ﷺ کے اقوال واحادیث سننے میں کمال شوق وارادت کا مظاہرہ کیا جس کے نتیجے میں ایک ایک صحابی رسول اللہ ﷺ سے ہزاروں انسانوں نے فیض حاصل کیا اور یہ سلسلہ مدتوں زمانے کے وسیع دامن پر پھیلتا رہا۔ تابعین کے روز وشب کا مشغلہ ہی حضور ﷺ کے قول وفعل کی تبلیغ واشاعت تھا۔ اسی طرح بعد میں تبع تابعین کے زمانے میں بھی بڑے بڑے آئمہ حدیث، احادیث کی تدوین میں اپنی پوری زندگیاں اس طرح وقف کر دیتے ہیں کہ ایک ایک حدیث کے

Marfat.com

لئے سینکڑوں میل کا سفر طے کرتے۔ ہر گھر اور ہر دروازے تک پہنچتے۔ یہاں اس بات کی وضاحت کرنا بہت ضروری ہے کہ اولین دو ادوار حضورﷺ کی تعلیم وسیرت کو دنیا کے ہر گوشے اور ہر انسان کے کان تک پہنچانے میں صرف ہوئے اور تیسرا دور سینوں میں محفوظ اور بکھری ہوئی تحریروں کو یکجا کر کے مرتب کرنے کا تھا جس کی وجہ سے بعض منکرین حدیث یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حدیث سو برس بعد عالم وجود میں آئی۔ پہلا دور تقریباً ۱۰۰ھ تک کا ہے دوسرا دور ۱۵۰ھ تک اور تیسرا دور تیسری ہجری کے بعد تک چلا جاتا ہے۔ دوسرے دور میں حضرت امام ابوحنیفہؒ پیدا ہوئے آپ کی پیدائش ۸۰ھ کو ہوئی۔ آپ کے والد ثابت بن زوطی حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اور امام صاحب نے خود بچپن میں حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھنے کا شرف حاصل کیا۔ ۱۰۲ھ میں امام ابوحنیفہؒ نے مدینہ کا قصد کیا جہاں تابعین میں سے سات اشخاص علم فقہ وحدیث میں مرجع عالم تھے۔ ان میں دو سلمان اور سالم بن عبداللہ سے آپ نے ملاقات کی سلمان حضرت میمونہؓ (اُم المومنین) کے خادم تھے اور سالم حضرت عمر فاروقؓ کے پوتے تھے۔

(سیرت النعمان، علامہ شبلی ۱۹۸)

امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں یحییٰ بن سعید القطانؒ جنہوں نے اسماء الرجال کا فن ایجاد کیا تھا ان کے حضور امام احمد بن حنبلؒ بھی مودب کھڑے رہتے۔ عبداللہ بن مبارکؒ جن کو امیر المومنین فی الحدیث کا لقب عطا ہوا تھا۔ آپ نے چار ہزار شیوخ سے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ یزید بن ہارونؒ کو بیس ہزار احادیث زبانی یاد تھیں۔ آپ امام احمد بن حنبلؒ کے استاد تھے۔ امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امام محمدؒ سے ایک بار شتر علم حاصل کیا اور امام محمدؒ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد تھے۔

(سیرت النعمان ۳۲۱)

ان تمام رجال مقدسہ نے تمام علم تیسرے دور تک پہنچایا۔ تیسرے دور میں

Marfat.com

حضرت امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ اور امام اوزاعیؒ موجود تھے۔ جنہوں نے تدوین وترتیب کے لئے جواہر احادیث کی چھان پھٹک، تحقیق وتجسس اور انتخاب میں اپنی زندگی کے ماہ وسال وقف کر دیئے۔ ان کے حزم واحتیاط کے لئے دو واقعات کافی ہوں گے کہ امام بخاریؒ ایک حدیث کے حصول کے لئے دمشق پہنچے، لیکن جب صاحب حدیث کو کعبے کی طرف منہ کر کے تھوکتے دیکھا تو اس سے حدیث حاصل کرنے کا خیال ترک کر دیا کہ جو شخص تھوکنے میں اتنا غیر محتاط ہے وہ روایت وحفظ حدیث میں کیونکر محتاط ہو سکتا ہے۔

حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے دس ہزار احادیث اس لئے ترک کر دیں کہ مجھے ان کے کسی ایک راوی میں کوئی بات محل غور اور مشکوک نظر آئی۔ دوسرا واقعہ اُس محدث کا ہے جن کا نام "صاحب تاریخ الحدیث" نے نہیں دیا۔ آخر عمر میں نابینا ہو گئے۔ اس حالت میں ایک دفعہ اپنے ایک شاگرد کے ساتھ اونٹ پر سوار سفر میں تھے۔ راستے میں آپ نے اپنے سر کو نیچے جھکایا۔ شاگرد نے وجہ دریافت کی۔ محدث نے فرمایا کہ یہاں درخت کی ایک شاخ جھکی ہوئی ہے جس سے بچنے کے لئے میں نے سر جھکایا ہے۔ شاگرد نے جواب دیا کہ یہاں تو سرے سے درخت ہی موجود نہیں۔ محدث نے کہا کہ "یہیں رکو اور تحقیق کرو" اگر میری یادداشت میرا ساتھ چھوڑ گئی ہے تو میں آج ہی روایت حدیث سے توبہ کرتا ہوں۔ چنانچہ تحقیق کے بعد وہاں کے ایک عمر رسیدہ شخص نے گواہی دی کہ کسی زمانے میں یہاں ایک درخت ہوا کرتا تھا جس کی شاخ جھکی ہوئی تھی۔

(تاریخ الحدیث ۹۲ عبد الصمد صلام)

اس کے علاوہ مسلمانوں نے فن سیرت کا جو معیار قائم کیا وہ سید سلیمان ندویؒ کے الفاظ میں یوں ہے۔

"اس کا پہلا اصول یہ تھا کہ جو واقع بیان کیا جائے اس شخص کی زبان سے بیان کیا جائے جو خود شریک واقعہ ہو۔ اگر خود موجود نہ تھا تو شریک واقعہ تک تمام راویوں

Marfat.com

کے نام بالترتیب بیان کیئے جائیں ان کے ساتھ یہ بھی تحقیق کی جائے کہ جو اشخاص سلسلہ روایت میں آئے وہ کون لوگ تھے؟ کیسے تھے؟ ان کے مشاغل کیا تھے؟ ان کا چال چلن کیسا تھا؟ سمجھ کیسی تھی؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ سطحی الذہن تھے یا نکتہ رس، عالم تھے یا جاہل؟'' اور انہی تحقیقات کے ذریعے اسماء الرجال کا وہ فن ایجاد ہوا جس کی بدولت پانچ لاکھ انسانوں کے مکمل حالات زندگی محفوظ ہو چکے ہیں اور یہ تحقیق اتنی مکمل ہے کہ ہم آج چودہ صدیاں گزر جانے پر بھی یہ جانچ سکتے ہیں کہ فلاں حدیث وضع ہے یا غیر وضع، ساقط ہے یا قابل اعتبار، متصل سند کے ساتھ آئی ہے یا منقطع سند کے ساتھ۔

بلال بن علاء رتی کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت پر چار آدمیوں کے ذریعے بڑا احسان کیا ہے، فقہ احادیث میں امام شافعیؒ نے غرائب حدیث کی تفسیر میں ابو عبیدؒ نے جھوٹی احادیث کو چھانٹ کر الگ کرنے میں یحییٰ بن معینؒ نے احکام نبوی ﷺ کو نکھار کر ذکر کرنے میں امام احمد بن حنبلؒ نے۔

(خطبات مدارس، سید سلیمان ندوی)

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ ''میں حدیث سن کر تین انداز اختیار کرتا ہوں۔ ایک یہ کہ میں حدیث سنتا ہوں اور اسے جزو دین بنا لیتا ہوں۔ دوسرے حدیث سن کر توقف کرتا ہوں اور تیسرے حدیث سن کر اسے کوئی وقعت نہیں دیتا بلکہ بیان کرنے والے کا مسلک معلوم کرنا چاہتا ہوں''

(معارف حدیث از حاکم نیسا پوری ۱۶۰)

امام ذہبیؒ کا بیان ہے کہ ۱۴۳ھ میں علمائے اسلام نے حدیث فقہ اور تفسیر کو مدون کرنا شروع کیا تو ابن جریجؒ نے مکہ میں امام مالکؒ نے مدینہ میں، امام اوزاعیؒ نے شام میں، ابن ابی عروبہؒ و حماد بن سلمہؒ نے بصرہ میں، ابو عبیدہ معمرؒ نے یمن میں، اور امام سفیان ثوریؒ نے کوفہ میں حدیث کی تدوین و تعلیم کا کام شروع کیا۔ (معارف حدیث) امام ابوالولیدؒ نے تاریخ مکہ لکھی۔ امام احمد بن حنبلؒ نے مُسند جمع کیا۔ امام

Marfat.com

مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام ابوداؤدؒ، امام نسائیؒ اور امام ابن ماجہؒ نے صحیح حدیث کو جمع کرنے کا التزام کیا۔ ابو مسلمؒ نے علم وعلتِ حدیث ایجاد کیا۔ (تاریخ الخلفاء جلال الدین سیوطی ۲۹۴) گویا ایک کے بعد دوسری اور پھر تیسری نسل پاسبان حدیث کے طور پر کھڑی نظر آتی ہے اور یہ سلسلہ کسی دور میں بھی ساقط نہیں ہوا۔

اس تمام تحقیق سے یہ ثابت ہو گیا کہ ہمارے بزرگوں نے روایت وتدوین حدیث میں کتنی جانگسل محنت کی ہے۔ لیکن اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ تمام سرمایہ محض حفظ وروایات پر مبنی تھا۔ گو تاریخ سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ عربوں کی یادداشتیں غضب کی تھیں۔ وہ لوگ نہ صرف عربوں کی پوری تاریخ اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے تھے۔ بلکہ انسانوں کی خاندانی تاریخ، ان کا سلسلہ نسب بلکہ اپنے پالتو اونٹوں اور گھوڑوں کا حسب ونسب بھی انہیں از بر تھا۔ کلاسیکل شعراء کا تمام کلام انہیں زبانی یاد تھا لیکن اس کے باوجود حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانے کا بے شمار تحریری سرمایہ بھی میسر آیا کیونکہ حضور ﷺ نے مختلف اوقات میں لکھنا سیکھنے اور لکھنا سکھانے پر بہت زور دیا۔ اس سے بڑی چیز اور کیا ہو گی کہ جنگ بدر کے کفار قیدیوں میں سے بعض کے لئے تحریر سکھانے کو ہی زر فدیہ مقرر فرما دیا لیکن یہ تو بہت بعد کی بات ہے جب حضور ﷺ مکہ مکرمہ سے مدینہ پاک ہجرت فرما رہے تھے تو سراقہؓ بن مالک نے انعام کے لالچ میں آپ کو پکڑنا چاہا جب مختلف معجزات سے بے بس ہو کر انہوں نے حضور سرور کائنات ﷺ سے امان چاہی۔ امان ملنے پر انہوں نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے پروانہ امن تحریر کر دیا جائے چنانچہ آپؐ نے اپنے غلام عامر بن فہیرہ سے دورانِ سفر ہی امان کی تحریر رقم کروا کر دے دی۔ اس سے بھی قبل جب مسلمانوں نے حبشہ کو ہجرت کی تھی اس وقت بھی حضور ﷺ نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت جعفر طیارؓ کے ہاتھ نجاشی کو ایک خط روانہ کیا تھا جس کا متن یوں تھا:۔

''شروع اللہ کی حمد وثناء سے۔ اے نجاشی! میں اپنے چچا زاد بھائی کو تیرے پاس

Marfat.com

بھیج رہا ہوں۔اس کے ساتھ کچھ اور مسلمان بھی ہیں۔ یہ جب تیرے پاس پہنچیں تو ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔'' (خطبات بہاولپور۔ڈاکٹر حمید اللہ ۳۸)

تمیم داری شام کے رہنے والے تھے۔وہ مذہب عیسوی سے اسلام میں آئے تو حضور نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ آپ یا آپ کی اُمت بہت جلد میرے وطن یعنی شام کو فتح کرے گی۔ چنانچہ مجھے فلاں فلاں گاؤں بطور جاگیر مرحمت فرمائیں۔تاریخ کے مطابق حضور ﷺ نے انہیں پروانہ دے دیا کہ اگر مطوم اور خبرون وغیرہ فتح ہو جائیں تو تمیم داری کو دے دیئے جائیں۔

(خطبات بہاولپور۔ڈاکٹر حمید اللہ۔۳۹)

اس کے علاوہ دشمنوں کے ساتھ جو معاہدے عمل میں آئے وہ باقاعدہ تحریر کئے گئے۔ یہاں تک کہ صلح حدیبیہ کو بھی تحریری صورت میں محفوظ کیا گیا۔جس کی ایک نقل قریش کے پاس تھی اور دوسری خود حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس محفوظ رہی۔حضور ﷺ جب کوئی غلام خریدتے یا اُسے آزاد فرماتے تو باقاعدہ تحریری پروانہ دیا جاتا۔جب اسلامی سلطنت توسیع پاتی ہے اور مختلف اضلاع کے گورنر حضور ﷺ سے کسی مسئلے پر آپ کا حکم دریافت کرتے یا اُنہیں دربار نبویؐ سے کوئی حکم ارسال کیا جاتا تو ایسی تحریروں کو سرکاری مکتوبات کی حیثیت حاصل ہوتی اس وقت تک چار سو مکتوبات نبوی ﷺ موجود ہیں۔

(خطبات بہاولپور ۴۴)

اب ہم تحریر احادیث کی طرف آتے ہیں۔حضرت عبید اللہ بن عمرو بن العاصؓ نے جب یہ سنا کہ حضور ﷺ نے فرمایا استعن بیعینک یعنی اپنے سیدھے ہاتھ سے مدد لو۔آپ اس وقت سولہ سترہ سال کے نوجوان تھے۔آپ نے باقاعدہ حضور ﷺ کی اجازت سے احادیث قلمبند کرنا شروع کیں،اور تقریباً دس ہزار احادیث کا مجموعہ تیار کیا۔جس کا نام انہوں نے ''صادقہ'' رکھا جو آپ کے پوتے عمرو بن شعیب تک محفوظ رہا۔اس کے متعلق حضرت ابو ہریرہؓ بھی فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو بن

Marfat.com

العاصؓ کے سوا کسی کے پاس مجھ سے زیادہ احادیث نہیں کیونکہ وہ لکھ لیا کرتے تھے۔ ابورافعؓ بھی ایک آزاد شدہ غلام تھے۔ آپ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے تحریر حدیث کی اجازت طلب کی اور مجموعہ تیار کیا۔ حضرت انس بن مالکؓ بچپن سے لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ جب ان کی والدہ نے انہیں ہجرت مدینہ کے بعد حضور ﷺ کے سپرد کیا تو ان کی عمر دس برس تھی۔ آپ حضور ﷺ کی وفات تک ان کے سفر وحضر اور جلوت وخلوت میں ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ انہیں حضور ﷺ کی باطنی اور ازدواجی زندگی تک کا مشاہدہ میسر آیا اور آپؓ نے ساتھ ہی ساتھ حدیث کی کتابت بھی کی۔ (خطبات بہاولپور۔ ڈاکٹر حمید اللہ۔ ۴۵،۴۶) اسی طرح حضرت سمرۃؓ بن جندب، حضرت عبداللہؓ بن مسعود اور حضرت سعدؓ بن عبادہؓ نے بھی اپنے ذاتی مجموعہ احادیث تیار کئے۔ حضرت ابوہریرہؓ سات ہجری کو مسلمان ہوئے۔ انہیں چار پانچ برس حضور ﷺ کے ساتھ رہنے کا موقع ملا لیکن آپ فرماتے ہیں کہ جب تمام صحابہؓ اپنی اپنی معاشی مصروفیات میں مگن ہوتے میں اصحاب صفہ کے ساتھ مسجد میں پڑا حضور ﷺ کو دیکھتا اور سنتا رہتا۔ (خطبات بہاولپور۔ ۴۷) آپ کا حافظہ بھی بہت اچھا تھا اور آپ لکھنا پڑھنا بھی جانتے تھے۔ چنانچہ ان کے ایام ضعیفی میں بہت سے شاگردوں نے اپنی یادداشت کے لئے احادیث کے مختلف مجموعے تحریر کروائے۔

ایک مرتبہ مدینہ پاک کے گورنر مروان بن حکم نے حضرت ابوہریرہؓ کے حافظے کا امتحان لینے کے لئے انہیں طلب کیا اور روایت حدیث کی درخواست کی۔ آپ مختلف احادیث روایت کرتے رہے اور مروان کے حکم سے پردے کے پیچھے خفیہ طور پر بیٹھا ہوا ایک کاتب انہیں تحریر کرتا رہا۔ بہت سی احادیث روایت کرنے کے بعد مروان نے حضرت ابوہریرہؓ کو رخصت کر دیا۔ تقریباً ایک برس بعد مروان نے حضرت ابوہریرہؓ کو دوبارہ بلوایا اور وہی احادیث پوچھنا شروع کر دیں۔ اسی طرح پس پردہ کاتب سال بھر قبل روایت کردہ احادیث سے موازنہ کرتا رہا۔ آخر میں اس نے گواہی دی کہ بخدا

Marfat.com

آپ نے نہ ایک حرف زیادہ بیان کیا نہ کم۔ (صحیفہ ہمام منبہ مرتب ڈاکٹر حمید اللہ)
یہ تمام تفصیلات بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تابعین اور تبع تابعین کو احادیث کا محض زبانی سرمایہ ہی نہیں ملا بلکہ مستند تحریری ذخیرہ بھی میسر آیا جس سے تدوین حدیث کا کام نہایت ٹھوس بنیادوں پر استوار کیا گیا۔ امام سیوطیؒ کی تحقیق کے مطابق حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے اڑھائی برس بعد حضرت علیؓ کے مشورے سے اسلامی تاریخ مرتب کروانا شروع کی جو ۱۶ھ تک لکھی جا سکی۔ (تاریخ الخلفاء ۱۶۳) فتح مکہ کے موقع پر ابو شاہ یمنی کی درخواست پر آپ نے اپنا خطبہ لکھوا کر ان کے حوالے کیا۔ حضرت علیؓ کے پاس ایک صحیفہ تھا جو ان کی تلوار کی نیام میں پڑا رہتا تھا۔ اس میں متعدد احادیث قلمبند تھیں۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے کتاب الفرائض مرتب کی۔ عمر بن حزمؓ کو جب حضور ﷺ نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو ایک تحریر ان کے حوالے کی۔ جس میں فرائض، صدقات اور دیات وغیرہ کے متعلق ہدایات درج تھیں وائل بن حجرؓ جب بارگاہ نبوت سے حضر موت جانے لگے تو حضور ﷺ نے آپ کو ربو، شراب اور روزہ وغیرہ کے احکامات لکھوا دیئے۔ حضرت معاذؓ نے حضور ﷺ سے دریافت فرمایا کہ سبزیوں پر زکوٰۃ ہے یا نہیں۔ تو آپ نے تحریری جواب دیا کہ ''نہیں'' مروان نے اپنے دور حکومت میں خطبہ دیا کہ ''مکہ مکرمہ حرم ہے'' رافع بن خدیجؓ نے پکار کر کہا کہ ''مدینہ پاک بھی حرم ہے'' یہ میرے پاس حضور ﷺ کے زمانے کا لکھا ہوا موجود ہے۔

امام مغازی حضرت موسیٰؒ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس حضرت ابن عباسؓ کے غلام حضرت کریب نے حضرت ابن عباسؓ کی کتابیں رکھوائیں جو کہ ایک بار شتر تھیں۔ (صحیفہ ہمام ابن منبہ مرتب ڈاکٹر محمد حمید اللہ) حضرت ابن عباسؓ کا یہ حال تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے غلام حضرت ابو رافعؓ کے پاس تشریف لاتے اور سوال کرتے کہ فلاں دن حضور ﷺ نے کیا فرمایا اور ابن عباسؓ کا ایک غلام ابو رافعؓ کی بیان کردہ روایات کو ضبط تحریر میں لے آتا۔ حضرت ابو رافعؓ کی اہلیہ حضرت سلمیٰؓ فرماتی ہیں

Marfat.com

کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو دیکھا کہ ان کے پاس تختیاں تھیں جن پر وہ حضرت ابو رافعؓ کی بیان کردہ روایات کو لکھا کرتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ نے مجمع عام کے سامنے سوال کیا کہ کیا حضور نبی کریم ﷺ نے شوہر کی دیت میں سے بیوی کو کچھ دلایا ہے؟ حضرت ضحاکؓ بن سفیان نے فرمایا کہ ہاں دلایا ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے یہ حکم ہمیں لکھوا کر بھجوایا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے سامنے قسطنطنیہ اور روم کی فتح کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے ایک صندوق طلب فرمایا اور اسے کھول کر ایک صحیفہ نکالا۔ جس میں حضور ﷺ کی یہ پیش گوئی درج تھی کہ پہلے قسطنطنیہ فتح ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ پیش گوئی حضور ﷺ سے سن کر لکھ لی تھی۔

حضرت حجرؓ بن عدی کے سامنے پانی سے استنجا کا ذکر ہوا تو انہوں نے طاق میں رکھا ہوا صحیفہ منگوا کر اس میں سے حضرت علیؓ کی روایت پڑھ کر سنائی کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''طہارت نصف ایمان ہے۔''

حضرت عمرو بن زبیرؓ نے غزوہ بدر کا مفصل حال لکھ کر خلیفہ وقت عبدالملک کو بھیجا تھا۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰنؓ نے لوگوں کو ایک کتاب دکھائی جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی۔

ہمام بن منبہؒ کا تعلق یمن سے تھا اور حضرت ابو ہریرہؓ کا تعلق بھی یمن سے تھا۔ آپ حضرت ابو ہریرہؓ کی وفات ۵۸ ھ سے کچھ عرصہ پیشتر حصول علم کے لئے مدینہ آئے تو اپنے ہم وطن صحابیؓ کے پاس آ کر ٹھہرے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت ہمام بن منبہؒ کے لئے ڈیڑھ سو منتخب احادیث کا ایک رسالہ تیار کروایا تا کہ انہیں یاد کرنے میں دقت نہ ہو۔

۹ ھ کو پیش آنے والے غزوہ تبوک کے مورخ رقمطراز ہیں کہ دومۃ الجندل کے حکمران اُکیدر بن عبدالملک بن عبدالجن الحیری نے جب سرور کائنات ﷺ کی

Marfat.com

اطاعت قبول کر لی تو اس معاہدے کو با قاعدہ تحریر کر لیا اور حضور سرورِ کائنات ﷺ نے اس دستاویز پر اپنے ناخن سے مہر لگائی۔ کیونکہ ناخن سے ہلال نما مہر لگانا اُکیدر کے وطن حیرہ والوں کا قدیم رواج تھا۔ (صحیفہ ہمام بن منبہ)

جب حضور نبی محترم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا۔

اُكْتُبُوْالِيْ مَنْ تِلَفَّظَ بِالْاِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ.

"مجھے ان لوگوں کے نام لکھ کر دو جو اسلام کا اقرار کرتے ہیں۔" چنانچہ صحیح بخاری میں یہ روایت درج ہے کہ صحابہؓ نے مسلمانوں کی پہلی مردم شماری اھ کو کی اور تحریری صورت میں حضور نبی اُمی ﷺ کے حضور میں پیش کی جس کے الفاظ بھی درج ہیں۔

فَكَتَبْنَا لَه اَلْفًا وَّخَمْسَ مِائَةِ رَجُلٍ.

ہم نے آپ کے لئے پندرہ سو آدمیوں کے نام لکھ دیئے ہیں۔

اہل یمن کو آنحضرت ﷺ نے بعض مسائل تحریر کر کے بھجوائے کہ: قرآن کو بغیر طہارت ہاتھ نہ لگایا جائے۔ غلام خریدنے سے پہلے آزاد نہ کیا جائے اور نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوسکتی۔

اگر تاریخ وسیرت کی کتابوں پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ حضور سرور کائنات ﷺ کے زمانے میں قرآن پاک کے علاوہ بھی بہت سی چیزیں تحریر کی گئیں۔ جن میں آپؐ کے احکامات، آپؐ کے خطبات، آپؐ کے خطوط، آپ کی احادیث سبھی کچھ تحریر کیا گیا۔ یہاں تک کہ نبوت کے تیرہ برس بعد جب آپ کو مدینہ پاک میں فرصت میسر آئی اور امن وسکون کے حالات پیدا ہونے پر آپ نے اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈالی تو اُس کے لئے ایک آئین مرتب کیا۔ ایک تحریری آئین جو دنیا کا پہلا تحریری آئین قرار دیا جاسکتا ہے۔ نقوش کے رسول نمبر کی جلد ۱۱ میں ابن ہشام کے حوالے سے اس کا پورا متن محفوظ کر دیا گیا ہے جس کی دفعہ ۴۴ کے تحت آپ سربراہ ریاست ہیں۔ اسی آئین کی دفعہ ۳۷ کے تحت آپ سپہ سالار قرار پاتے ہیں اور یہی

Marfat.com

دستور اپنی دفعہ ۲۴ کے تحت آپ کو ریاست کا چیف جسٹس تسلیم کرتا ہے۔

ایک اور چیز کی وضاحت یہاں ضروری ہے کہ اسلام کی آمد سے قبل بھی عرب معاشرے میں تحریر کا رواج موجود تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس وقت کے عیسائیوں اور یہودیوں کے پاس انجیل اور توریت کے کتابی نسخے موجود تھے۔ ایک دفعہ ایک مقدمے کے سلسلے میں آپؐ نے توریت منگوائی اور رجم کے متعلق متن پیش کرنے کا حکم دیا۔ یہودیوں کے سب سے بڑے عالم نے توریت کا متن پڑھنا شروع کیا مگر رجم والی آیت پر ہاتھ رکھ دیا لیکن حضرت عبداللہؓ بن سلام نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہا کہ :۔ ''اے اللہ کے رسول ﷺ یہ رجم کی آیت کو چھپا رہا ہے۔''

ایسے جدید اور ترقی یافتہ معاشرے میں مسلمان تحریر کی اہمیت سے کیونکہ غافل رہ سکتے تھے۔ خود حضور نبی کریم ﷺ نے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو لکھنے کا حکم فرمایا۔ جس پر آپؐ کے صحابہ نے نہ صرف خود عمل کیا بلکہ اگلی نسلوں کو بھی اس کی ترغیب دی۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک اپنے شاگردوں سے فرمایا کرتے تھے کہ ''علم کو قید تحریر میں لاؤ'' حضرت عبداللہ عمرؓ بھی لکھنے میں حضور ﷺ کے ارشاد کے پابند تھے۔ چنانچہ ایک حدیث کے مطابق آپ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا علم کو قید کیا جا سکتا ہے آپؐ نے فرمایا ''ہاں۔'' پوچھا گیا '' کیسے'' آپؐ نے فرمایا کتابت کے ذریعے۔

پھر یہ کہ دین اسلام حضور ﷺ سرور کائنات کے زمانے سے ہی مسند حکومت پر فروکش ہو چکا تھا۔ محض فلسفے کا دفتر نہیں رہا تھا اور پھر خلفاء راشدین کے پورے دور میں انسانی معاشرت کا ہر معاملہ اور ہر مسئلہ قرآن وسنت کی روشنی میں اس طرح طے کیا جاتا کہ حضور ﷺ کے دور امر و نواہی کا کوئی حکم پوشیدہ نہ رہ سکا۔ ہر معاملے میں صحابہ کرامؓ سے حدیث وسنت کی پوری تصدیق کی جاتی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک دادی کے متعلق فرمایا کہ ''میں قرآن میں تمہارے لئے کچھ نہیں پاتا۔'' بعد میں آپ نے صحابہ کرامؓ سے دادی کے ورثہ کے بارے میں حدیث دریافت فرمائی۔ اس پر مغیرہ بن شعبہؓ نے فرمایا کہ میری موجودگی میں حضور ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ دلا دیا ہے۔

Marfat.com

آپ نے پوچھا کوئی ثبوت۔ جس پر محمد بن مسلمہؓ نے تائید کی۔ تب آپ نے اس مقدمہ کا فیصلہ فرمایا۔ (گل کدہ۔ رئیس احمد جعفری) اس سے یہ مسئلہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حدیث پاک، قرآن پاک کے حکم کو منسوخ تو نہیں کر سکتی ہے۔ لیکن جس مسئلے کے بارے میں قرآن خاموش ہے اس معاملے میں اپنا حکم نافذ کر سکتی ہے۔ حدیث رسول ﷺ کی اہمیت جاننے کے لئے ہمیں اس واقعے پر بھی غور کرنا پڑے گا کہ جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن میں قاضی بنا کر روانہ کیا گیا تو حضور ﷺ نے یمن جانے سے قبل آپ سے پوچھا فما تحکم یعنی تم کس بنیاد پر احکام نافذ کرو گے۔ ان کا جواب تھا بکتاب اللہ یعنی اللہ کی کتاب سے حضور ﷺ نے فرمایا فان لم تجد۔ اگر اس میں نہ پاؤ تو کیا کرو گے۔ تو حضرت معاذؓ نے فوراً جواب دیا فبسنۃ رسول اللہ۔ اللہ کے رسول ﷺ کی سنت سے۔ گویا سنت رسول ﷺ بھی حکم کا درجہ رکھتی ہے۔ گو بعد کے زمانے میں حکومتوں کے مزاج اسلامی نہ رہے۔ طرز حکومت، ملوکیت کا رنگ اختیار کر گیا لیکن حدیث وسنت کی حاکمیت کا یہ بھرپور ثبوت موجود ہے کہ اپنے ہر عمل کو سچ ثابت کرنے کے لئے لوگوں نے حدیثیں وضع کیں۔ کیونکہ جس مسئلے میں قال رسول اللہ کا لفظ آ جاتا ہر زبان خاموش ہو جاتی۔ ہر چند کہ لوگوں کی غلط بیانی، سلاطین کی غیر شرعی ضرورتوں کو شریعت کی آڑ مہیا کرنے کے لئے احادیث کے چہرے کو دھندلانے کی ناپاک کوششیں کی جاتی رہیں لیکن پھر بھی جواہروں میں کنکروں کی آمیزش اُن کے حسن وتابانی کو کم نہ کر سکی۔ کیونکہ ہمارے آئمہ محدثین نے اپنی زندگیاں اصل کو نقل سے جدا کرنے میں ہی صرف کیں اور فقط اس کام کے لئے سینکڑوں قانون ایجاد کئے۔ سینکڑوں میل کا سفر طے کیا۔ ایک ایک حدیث کے ہر راوی تک پہنچنے کے لئے مسافتوں کی مشکلات کو برداشت کیا۔ اُس زمانے کا ایک طویل دور اسی تحقیق وجستجو میں منہمک نظر آتا ہے۔ گو چودہ سو برسوں میں مسلمان سیاسی لحاظ سے نکبت وادبار کا شکار بھی رہے۔ ان کا علمی سرمایہ چنگیز وہلاکو کی محشر سامانیوں کی زد میں بھی رہا۔ وہ علمی اعتبار سے تباہی وانتشار کے اندھیروں میں غرق بھی رہے لیکن انفرادی ومجموعی حیثیت سے قرآن وسنت سے ان کی شیفتگی اور حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے ان کا عشق کبھی مفلسی کی زد میں نہیں رہا۔

Marfat.com

اب اس تمام تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ دوسرے مذاہب کے مقابلے میں مسلمان آئمہ کرام ومحدثین نے یہی کوشش کی کہ قرآن وسنت کو معنوی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ لفظی حیثیت سے بھی اصل حالت میں آئندہ نسلوں تک پہنچایا جائے۔ دور آغاز سے آج تک کسی نے قرآن کے الفاظ میں ایک شوشہ تک بڑھانے یا کم کرنے کی جرأت نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ دوسری تمام مذہبی کتب اور سیرت انبیاءؑ کے برعکس صرف قرآن مجید اور حدیث رسول ﷺ ہی قابل عمل اور قابل تقلید ہے۔ ممکن نہیں کہ موضوع کے اس بحر ذخار کو اختصار کے کوزے میں بند کیا جاسکے اور جب حضور ﷺ کی سیرت کا بیان ہو تو قلم لڑکھڑا جاتا ہے۔ زبان قدرت اظہار سے عاجز نظر آتی ہے اور صدیوں کی بساط پر پھیلا ہوا زمانہ بھی اپنی تنگ دامانی کا اعتراف کرتا ہے کہ بڑے بڑے زبان آوروں نے یہ کہہ کر اپنی کوتاہ بیانی کا ثبوت پیش کیا ہے۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم

حالانکہ تمام انبیاء وبانیان مذاہب اور مصلحینؒ اقوام کے مقابلے میں حضور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات، آپ کی سیرت اور آپ کی پیش کردہ کتاب کے بارے میں اتنا کچھ لکھا جاچکا ہے کہ صفحوں کا کیا ذکر، کتابوں تک کا شمار ممکن نہیں۔ مقرروں، واعظوں اور مبلغوں نے حضور ﷺ کے ذکر سے فضاؤں کو مہکا دیا۔ شاعروں نے محبت کے جذبات کو الفاظ میں پرو کر عقیدت کے تاج محل تعمیر کر دیئے۔ صوفیاء اولیاء نے اپنے کردار سے حضور ﷺ کے ہر عمل کو زندہ کر دیا۔ حضرت بایزید بسطامیؒ نے تمام عمر خربوزہ اس لئے نہیں کھایا کہ سنت حضور ﷺ کے اندازِ تناول کے بارے میں خاموش ہے۔ حضور ﷺ کی محبت ہر مسلمان کے دل کی دھڑکن ہے اور عشق ومحبت کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اس بات کا اعتراف ایک مستشرق پروفیسر مارگولیس نے بھی کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ''محمد ﷺ کے سوانح نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا ممکن نہیں لیکن اس میں جگہ پانا قابل عزت ہے۔

(خطبات مدارس۔ سید سلیمان ندوی)

☆☆☆

Marfat.com

عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب یافتہ

حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوند قدوس کے ہاں میز بانی اور اسرار کائنات کے مشاہدے کے بعد مکہ مکرمہ کے سر برآوردہ افراد کے سامنے اس کا اعلان کیا تو ہر طرف تمسخر واستہزاء کا ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا۔ مختلف اقسام کے سوالات کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ رات کے حقائق صبح کی جہالت کے سامنے ماند پڑنے لگے۔ مخالفت کی اس تاریک فضاء میں سچائی کا تابناک چہرہ بھی دھندلانے لگا۔ واقعہ ہی ایسا تھا کہ بعض صاحب ایمان بھی بے یقینی کا شکار ہونے لگے۔ کچھ لوگوں نے اپنی تکفیر پر تائید کی مہر لگوانے اور دوست کے اعتماد کو پارہ پارہ کرنے کے لیے حضرت ابو بکرؓ کو واقعہ معراج سے آگاہ کرتے ہوئے کہا ''آپ کے صاحب کہتے ہیں کہ میں ایک ہی رات میں مسجد اقصیٰ کی راہ سے سدرہ المنتہیٰ تک ہو آیا ہوں۔'' ابنؓ ابی قحافہ نے فوراً جواب دیا کہ ''اگر انہوں نے یہ فرمایا ہے تو بالکل ٹھیک فرمایا ہے۔'' صداقت کی اس تنہا آواز نے اس کاذب معاشرے کے تارو پود بکھیر کر رکھ دیئے یقین وایمان کی کرنوں سے شبہات اور بے یقینی کے بادل چھٹنے لگے۔ فضا صاف ہوگئی۔ جب حضور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابو بکرؓ کی غائبانہ تائید کا علم ہوا تو لسان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خوش ہو کر ''صدّیق'' کا خطاب عطا کیا۔ ''صدّیق'' تو آپ پہلے ہی تھے اب مقام ''صدّیق'' پر بھی فائز ہو گئے۔

Marfat.com

خطاب وہ بامعنی نام یا اسم بامسمی ہوتا ہے جو کسی شخص کو حسن کارکردگی کے عوض تمغہ خدمت کے طور پر دیا جاتا ہے۔ اہل اقتدار ہمیشہ سیاسی وفاداریوں کو خریدنے یا انہیں راسخ کرنے کے لئے خطابات سے نوازتے چلے آرہے ہیں۔ دور مغلیہ تک خطاب بذات خود بہت بڑا انعام ہوتا تھا۔ امیر الامراء، شیر افگن اور خان خاناں وغیرہ قسم کے خطابات بہت بڑے شخصی یا خاندانی وقار کی علامت تھے۔ لیکن انگریزوں نے برصغیر میں خطاب کے ساتھ جاگیریں منسلک کر کے دوام اقتدار کے لئے بہت سے پشتے تعمیر کر لئے۔ بادشاہوں کے عطا کردہ خطابات دنیاوی زندگی تک ہی ساتھ دیتے ہیں۔ انبیاء کرامؑ جس منصب پر فائز ہو کر دنیا میں تشریف لاتے ہیں، اس میں ان کے ذاتی مفادات کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔ ان کا ہر عمل خدا کی خوشنودی کے لئے ہوتا ہے اور انبیاء کے پیروکار یا صحابہ کرامؓ جب بادہ توحید سے سرشار ہو کر پروانہ وار اپنا سب کچھ نبی کی ذات پر نچھاور کر دیتے ہیں تو دربار نبوت سے انہیں مختلف خطابات سے نوازا جاتا ہے لیکن یہ خطابات سیاسی وفاداریاں خریدنے یا محض دنیاوی شوکت تک محدود نہیں ہوتے بلکہ سعادت دارین کا باعث بنتے ہیں۔ وہ خطاب دراصل ان کے روحانی مراتب کی نشاندہی بھی کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خاندانی طور پر کمتر انسان بھی جب بارگاہِ نبوت ﷺ میں باریاب ہو کر مقام محبوبیت تک پہنچتے تو خلائق عالم کی عقیدتوں کا محور بن جاتے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی بیٹی حضرت اسماءؓ کے شوہر اور حضرت عبداللہؓ کے والد گرامی حضرت زبیر بن العوامؓ بہت بہادر اور شجاع انسان تھے۔ حضرت علیؓ آپ کو اشجع العرب کہا کرتے تھے۔ غزوہ بدر میں آپ نے سر پر زرد عمامہ پہن رکھا تھا۔ ان کے عمامے کو دیکھ کر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا آج مسلمانوں کی مدد کے لیے ملائکہ بھی زرد عمامے باندھ کر آسمان سے نازل ہوئے ہیں۔" غزوہ خندق کے دوران کفار کی طرف سے نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ مخزومی نے زعم باطل میں مسلمانوں کو دعوت

Marfat.com

مبارزت دے ڈالی۔ حضرت زبیرؓ بن العوام جھپٹ کر اس کے مقابل ہوئے اور تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ دوران جنگ آپ کی تلوار میں دندانہ پڑھ گیا۔ نوفل کے قتل کے بعد آپ یہ رجز پڑھتے ہوئے واپس آئے۔

انی امرء احمی واحتمی عن النبی المصطفی الامی

یعنی میں وہ شخص ہوں جو اپنی حفاظت بھی کرتا ہے اور نبی مصطفیٰ امی ﷺ کی بھی حفاظت کرتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے حضرت زبیر بن العوام کو آپ کی بہادری اور جانثاری کا صلہ مل چکا تھا۔ جب غزوہ اُحد میں مشرکین کی طرف سے طلحہ ابن طلحہ نے مسلمانوں و حقارت سے للکارا۔ تو حضرت زبیرؓ دوڑتے ہوئے اس کی طرف لپکے جست لگا کر اس کے اونٹ پر سوار ہو گئے اور اسے اونٹ سے گرا کر اپنی تلوار سے ذبح کر دیا۔ ان کی غیرت ایمانی اور جرأت وبیبا کی کو دیکھتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا...... ''ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیرؓ ہے۔'' اگر زبیرؓ اس کے مقابلے میں نہ جاتے تو میں خود جاتا۔ اس کے بعد آپ ہمیشہ ''حواری رسولؐ'' کے خطاب سے پکارے جاتے رہے۔ آپ نے ہر موقعے پر ''حواری رسولؐ'' ہونے کا ثبوت فراہم کیا غزوہ احد ہی میں جب عارضی شکست نے مسلمانوں کو تتر بتر کر دیا۔ تو حضرت زبیرؓ ان چودہ صحابہ کرامؓ میں شامل تھے جو آغاز سے انجام تک حضور نبی عالم ﷺ کی حفاظت کے لیے ڈھال کی طرح جمے رہے۔

(تیس پروانے رسالت کے)

عمر بن الخطاب نے جب کفر کی منجدھار سے اسلام کی کشتی میں پاؤں رکھا تو اس وقت بقول شبلی نعمانی پچاس اور محمد حسین ہیکل کی تحقیق کے مطابق ایک سو تیس افراد اسلام قبول کر چکے تھے جن میں سید الشہداء حضرت حمزہؓ بھی شامل تھے۔ لیکن پھر بھی مسلمان دار ارقم میں چھپ کر زندگی گزار رہے تھے۔ یہاں تک کہ نماز کی ادائیگی بھی نہایت رازدارانہ انداز میں کی جاتی۔ لیکن جب سن نبوی کے چھٹے سال حضرت عمرؓ نے

Marfat.com

اسلام قبول کیا تو اسی وقت اپنے قبول اسلام کو خفیہ رکھنے کے بجائے تمام مسلمانوں کو کھلے عام صحن کعبہ میں نماز ادا کرنے کی ترغیب دی اور مسلمانوں نے حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کی سرکردگی میں بیت اللہ کے سامنے نماز ادا کی۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ان الفاظ میں روایت کرتے ہیں کہ فَلَمَّا اَسْلَمَ عُمَرَ قَاتَلَ قُرَیْشاً حَتّٰی صَلّٰی عِنْدَ الْکَعْبَۃِ وَصَلَّیْنَا. جب حضرت عمرؓ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو آپ نے قریش سے مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ کعبہ میں نماز ادا کی اور ادائیگی نماز میں ہم بھی شامل تھے۔

(الفاروق شبلی نعمانی)

آپ نے قبول اسلام کے بعد کفر و اسلام میں خطِ امتیاز کھینچ دیا۔ حق و باطل کے فرق کو نمایاں کر دیا اسی لیے آپؓ کو دربار نبوت ﷺ سے فاروق کے خطاب سے نوازا گیا اور یہ تمغہ امتیاز ہی آج تک آپ کی شخصیت کی حقیقی پہچان ہے۔ اسی طرح جب حضور رحمت دو جہاں ﷺ اپنے آبائی شہر مکہ مکرمہ سے ہجرت کی غرض سے اپنے صدیقؓ کے گھر تشریف لے گئے جہاں آپ نے زادِ سفر کا پورا اہتمام کر رکھا تھا۔ گھوڑے، خادم، مخبری کے لیے جاسوس، چلنے سے پہلے خوراک ساتھ بھیجنے کا مرحلہ آیا تو حضرت اسماءؓ نے اپنی اوڑھنی پھاڑ کر خوراک کے تھیلے گھوڑوں سے باندھ دیئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ وارفتگی شوق کا یہ عالم دیکھ رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جذبہ جاں سپاری بھی آپ کے سامنے تھا۔ معصوم اسماءؓ کی خود رفتگی نے آپ کو بے چین کر دیا آپ نے اس موقع پر بے ساختہ انہیں ذات النطاقین کہہ کر مخاطب کیا۔ کبرسنی میں جب ان کے لخت جگر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت چھیننے کے لیے حجاج بن یوسف نے مدینہ پاک پر حملہ کیا تو دشمنی اور مخالفت کی آڑ میں انہیں تمسخرانہ انداز میں ذات النطاقین کا بیٹا کہہ کر مخاطب کرتا رہا۔ لیکن جب بیٹے کی شہادت کے بعد آپ ان کی لاش وصول کرنے حجاج بن یوسف کے پاس گئیں تو اس نے پوچھا کہ ”سچ کہنا خدا کے دشمن کا کیا انجام ہوا۔“ حضرت اسماءؓ نے فرمایا۔ ”تو نے اس کی دنیا خراب کی

Marfat.com

لیکن اس نے تیری آخرت خراب کردی'' تو میرے بیٹے کو طنزاً ذات النطاقین کہتا رہا اللہ کی قسم میں ہی ذات النطاقین ہوں اور یہ لقب رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس وقت عطا کیا تھا۔ جب میں نے ہجرت کے موقع پر آپ کا کھانا چیونٹیوں سے بچانے کے لیے اپنے نطاق سے باندھا تھا۔

اس مکالمے میں حضور نبی محترم ﷺ کے عطا کردہ خطاب پر اظہار فخر کی پوری شان موجود ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ شہنشاہ دو جہاں ﷺ کی طرف سے عطا کیا گیا خطاب خدمت کی قبولیت کا امین بھی ہے۔ خدا کے ہاں بخشش کا باعث بھی ہے اور قیامت تک کے انسانوں میں وجہ فضیلت بھی ہے۔

ایک دفعہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے اپنے محبوب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہؐ ایک آدمی بعض شخصیتوں سے محبت رکھتا ہے لیکن ان کے تمام اعمال اپنانے کی طاقت نہیں رکھتا اس کے متعلق کیا ارشاد ہے۔ حضور رحمت اللعالمین ﷺ نے فرمایا۔ ''جو شخص جن کے ساتھ محبت رکھتا ہے۔ وہ انہیں کے ساتھ ہے۔'' ابوذرؓ عرض پیرا ہوئے۔ ''یارسول اللہؐ میں صرف آپ سے اور اللہ سے محبت رکھتا ہوں۔'' حضور امام الانبیا ﷺ نے فرمایا تم اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ ہو۔ حضور نبی اکرم ﷺ بھی ابوذر غفاریؓ سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔ محفل میں ہمیشہ انہی کی طرف رخ انور کر کے مخاطب ہوتے، یہاں تک کہ سرور کائناتؐ نے مرض الموت میں بھی ابوذرؓ کو یاد فرمایا اور جب آپ پہنچے تو والہانہ حضورؐ پر جھک گئے۔ حضور نبی اکرمؐ نے دست دوست پکڑ کر اپنے جسم اطہر سے لپٹا لیا۔ تمام صحابہ میں یہ مرتبہ صرف حضرت ابوذرؓ ہی کو حاصل تھا کہ وہ جب بھی کوئی حدیث بیان کرتے تو صرف قال رسول اللہ کہنے کی بجائے سمعت خلیلی رَسُولُ اللہؐ فرماتے یعنی میں نے اپنے خلیل رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے۔ آپ کے زہد و ورع کا یہ حال تھا آپؓ کے صبر و قناعت کا یہ عالم تھا کہ ان کی متوکلانہ زندگی دیکھ کر خود سرور عالمؐ پکار اُٹھے کہ ابوذر

Marfat.com

غفاریؓ میں عیسیٰ بن مریمؑ جیسا زہد ہے۔ حضورؐ کی زبان اقدس سے ادا ہونے والا یہ خطاب ''مسیح الاسلام'' کے پیرائے میں ابوذر غفاریؓ کی زندگی کا عنوان بن گیا۔ مسلمانوں میں فتوحات اور مالِ غنیمت کی کثرت نے جب مدینہ پاک میں دولت کے انبار لگا دیئے تو آپ بے چین ہو گئے اور آپ نے پوری قوت سے مسلمانوں کو دولت دنیا اور اس کے اثرات سے دور رکھنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ جس کی وجہ سے امیر معاویہؓ ان سے کبیدہ خاطر رہنے لگے۔ ایک دفعہ امیر معاویہؓ کے زیرِ تعمیر محل الخضراء کے قریب سے ابوذر غفاریؓ کا گزر ہوا تو آپ نے امیر معاویہؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ ''اگر اس محل کی تعمیر اللہ کے مال سے ہو رہی ہے تو خیانت ہے اور اگر اس پر اپنا مال خرچ کر رہے ہو تو یہ اسراف ہے۔ جب یہ کشیدگی بڑھ گئی تو حضرت عثمان غنیؓ نے آپ کو مدینہ پاک بلا کر انتہا پسندانہ خیالات سے روکنے کی کوشش کی لیکن آپ نے فرمایا کہ

''خدا کی قسم اگر میری گردن پر تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کو یقین ہو کہ گردن کٹنے سے قبل جو کچھ سرور کائنات ﷺ سے سنا ہے دوسروں تک پہنچا سکوں گا تو یقیناً پہنچا کر رہوں گا۔''

حضرت عثمان غنیؓ نے آپ کو صحرائے عرب کے ایک چھوٹے سے گاؤں ربذہ میں جلاوطن کر دیا جہاں آپ نے تنہائی اور عسرت میں زندگی کی آخری سانسیں لیں۔

حضرت امام المرسلین ﷺ خود صاحب اسرار تھے۔ کائنات کے تمام رازوں سے واقف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبؐ پر علم کے دروازے وا کر رکھے تھے۔ آپ کو ہر دوست دشمن کی پہچان تھی۔ تمام منافقین کے حال دل سے آپ آگاہ تھے۔ ہر شخص کے پوشیدہ وظاہر اعمال پر آپ کی نگاہ تھی لیکن اس کے باوجود آپ کے تحمل اور بردباری کا یہ حال تھا کہ آپ حسن ظن کو ظاہر کرتے اور سوء ظن کو پوشیدہ۔ مدینہ پاک میں عبداللہ بن ابی جیسے کئی منافقین تھے جو بظاہر حضورؐ کی محبت کا دم بھرتے۔ خود کو

Marfat.com

اسلام کی کشتی کا سوار قرار دیتے لیکن اندرونی طور پر مسلمانوں کی مخالفت، اسلام کی بیخ کنی اور حضور نبی کریم ﷺ کو ایذا رسانی کا کوئی موقع ضائع نہ کرتے۔ لیکن جب تک کسی سے کوئی جرم سرزد نہ ہو جائے۔ اسلام کسی الزام پر سزا دینے کے حق میں نہیں۔ اسلام کی نظر میں ہر شخص بے گناہ ہے جب تک وہ گناہ کا ارتکاب نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ بظاہر خود کو مسلمان ظاہر کرنے والے منافقین بھی حضور نبی محترم ﷺ کے سایہ شفقت میں پناہ گزین رہے لیکن بعض صحابہؓ کو آپؐ حقیقت حال سے باخبر بھی رکھتے تھے کہ کوئی اس اخفاء کو نبی کی بے خبری پر محمول نہ کرے۔ چنانچہ حضرت حذیفہؓ بن یمان کو حضور صاحب اسرار ﷺ نے تمام منافقین کے نام بتا دیئے تھے۔ البتہ حضرت عمرؓ نے یہ معیار مقرر کر رکھا تھا کہ جس شخص کے جنازے میں حضرت حذیفہؓ شریک ہوتے۔ آپ بھی اس شخص کی نماز جنازہ میں جاتے اور اگر وہ کسی عذر کے بغیر شریک نہ ہوتے تو آپ بھی اجتناب فرماتے۔ چنانچہ اسی خصوصیت کی بنا پر صحابہ کرامؓ حضرت حذیفہؓ بن یمان کو ''صاحب السر رسول اللہ ﷺ'' کے خطاب سے یاد فرماتے ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ نے محفل صحابہؓ میں قیامت کے فتنوں کا تذکرہ فرمایا۔ محفل میں حضرت حذیفہؓ بھی موجود تھے۔ آپؐ نے حضور کا یہ خطبہ ہمیشہ یاد رکھا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا۔ جب آپ اس موضوع پر سند سمجھے جانے لگے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ فطری طور پر نہایت ذہین و فطین، پھرتیلے، شجاع اور نڈر انسان تھے۔ خدا کی طرف سے انہیں جنگجوئی کی اعلیٰ صلاحیتیں عطا کی گئی تھیں چیتے کا جگر اور شاہین کا تجسس ان کی شخصیت کے دو نمایاں پہلو تھے۔ وہ جنگی مدبر اور عظیم سپہ سالار تھے کہ تاریخ اسلام ہی نہیں تاریخ عالم بھی دوسرا خالدؓ پیدا نہیں کر سکی۔ یہ خالدؓ بن ولید ہی تھے جو غزوہ احد میں درے کو خالی دیکھ کر پشت کی طرف سے حملہ آور ہو گئے۔ صلح حدیبیہ تک آپ نے ہر جنگ میں مسلمانوں کو شکست دینے کی پوری کوشش کی لیکن حضور نبی اکرمؐ کی جنگی تدابیر کے سامنے آپ ہمیشہ بے بس رہے۔ اسلام قبول

Marfat.com

کرنے کے بعد آپ اسلام کے ایسے بازوئے شمشیرزن ثابت ہوئے کہ روم وایران کے جنگی میدانوں پر آج بھی آپ کا نام کندہ ہے۔ جنگ موتہ میں آپ ایک عام سپاہی کی حیثیت سے شامل ہوئے لیکن یکے بعد دیگرے تین سپہ سالاروں حضرت زیدؓ بن حارث حضرت جعفرؓ بن ابوطالب اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کی شہادت کے بعد جب علم حضرت خالدؓ بن ولید کے ہاتھ آیا تو حضور ختم المرسلین ﷺ نے غائبانہ طور پر فرمایا کہ ''اب اس شخص نے علم اپنے ہاتھ میں لیا ہے جو سیف مِّنْ سُیُوفُ اللہ یعنی اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔'' اسی دن سے آپ کو سیف اللہ کے خطاب سے پکارا جانے لگا۔ گویا آپ ایک ہی جنگ میں معمولی سپاہی سے سپہ سالار اور سپہ سالار سے سیف اللہ کے مقام تک پہنچ گئے، اور اللہ کی یہ تلوار کبھی حنین میں چمکی کبھی طائف پر برسی۔ اس نے کبھی تبوک کو سرنگوں کیا اور کبھی جھوٹے مدعیان نبوت کے سر قلم کئے۔ اللہ کی تلوار نے کبھی رومیوں کی سلطنت کو پارا پارا کیا اور کبھی ایران کے قصر ابیض کو مسمار کیا۔ حضرت خالدؓ نے لسان نبوت سے نکلے ہوئے خطاب کی اس طرح لاج رکھی کہ ان کے گھوڑے کی ٹاپوں سے نہ عراق بچ سکا۔ نہ شام نہ دمشق نہ حمص، آپ فوج میں جس حیثیت میں بھی رہے۔ سیف اللہ بن کر رہے آپ نے تقریباً سو جنگوں میں حصہ لیا اور آپ کے جسم کا کوئی حصہ زخموں سے محفوظ نہ تھا۔

شہنشاہ کونین ﷺ کے حضور لوگ اپنی محبتوں کے نذرانے لے کر آتے۔ اپنی عقیدتوں کے پھول پیش کرتے۔ آپؐ کے ایک اشارے پر اپنی تمام دولت آپؐ کے قدموں پر ڈھیر کر دیتے۔ آپ کی ایک صدا پر اپنی جانیں قربان کر دیتے۔ آپؐ کے حکم پر اپنے گھر کا آرام وسکون میدان جنگ کی نذر کر دیتے اور صلے میں کسی کو دعا ملتی۔ کسی کو تبسم کی نورانی جھلک میسر آئی۔ کسی کو جنت کی بشارت ملتی، کسی کو حوض کوثر کی نوید ملتی، کسی کو بخشش کا یقین دلایا جاتا۔ لوگ اندھیری راتوں کا سفر طے کر کے آتے اور اپنے پیکر حیات کو آفتاب نبوت کی کرنوں سے بھر کر لے جاتے کچھ جان نثار اپنے دامن

Marfat.com

میں وفاؤں کے مختلف رنگ لیے آتے اور دربار نبوتؐ سے اپنے اپنے ظرف کے مطابق خطاب حاصل کرتے۔ بعض لوگ اپنے نومولود بچوں کو آغوش نبوت کی نذر کرتے اور دعائیں اور خوشخبریاں لے کر جاتے۔ ایسا ہی ایک نومولود بچہ ۴ھ کو رحمت عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حصول برکت کے لیے پیش کیا گیا۔

حضورؐ نے بچے کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔ بچے نے لعاب دہن بڑی رغبت اور مزے سے نگل لیا۔ حضور نبی آخرالزماں ﷺ نے اس کی اسی ادا کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ بچہ "مسقیٰ" ہوگا۔ یعنی سیراب کرنے والا بنے گا۔ عرب میں پیاسوں کو پانی پلانے والا بڑا خوش بخت اور بلند مرتبت سمجھا جاتا تھا۔ یہ بچہ بڑا ہو کر حضرت عبداللہؓ بن عامر بنا۔ جو قریش کے معزز خاندان بنو عبد شمس کے چشم و چراغ تھے ان کے والد عامر بن کریز سرورِ عالم ﷺ کی پھوپھی ابیضاء بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ آپ بچپن ہی میں لسان نبوت سے مسقیٰ کا خطاب حاصل کر کے صحابہؓ و صحابیات کی زیر تربیت زندگی کے مراحل طے کرتے رہے۔ عہد فاروقی میں آپ کا عنفوان شباب تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے انہیں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی جگہ والی بصرہ مقرر فرمایا۔ پھر عہد عثمانیؓ ہی میں آپ فاتح کابل کہلائے۔ (پچاس صحابہ، طالب ہاشمی) ۳۰ھ میں آپ نے خراساں، مرو بلخ اور ہرات کو فتح کیا۔ دوسری طرف دریائے جیحوں کو عبور کر کے ماور النہر میں داخل ہو گئے۔ آپ نے بصرہ کی خشک اور بے آب و گیاہ زمین میں دو نہریں تعمیر کروائیں۔ میدان عرفات میں حجاج کو پانی کی قلت کا سامنا تھا۔ اس کے علاوہ کہیں بھی پانی کی کمیابی کا مسئلہ دیکھتے فوراً پانی مہیا کرنے کی تدابیر اختیار فرماتے۔ ان کی فیاضی اور سخاوت کا یہ عالم تھا کہ حاجت مند جھولیاں بھر کر لے جاتے۔ لیکن آپ کا دستِ جود و سخا ہمیشہ بلند رہتا۔ یوں آپ نے خود کو حضور نبی اکرم ﷺ کے خطاب کا اہل ثابت کیا۔

موسمِ بہار میں جب بادِ نسیم پودوں سے اٹھکیلیاں کرتی، شاخوں کو لوریاں دیتی

Marfat.com

اور کلیوں کے منہ چومتی چمن کے ہر پست و بلند کو زندگی کا پیغام دیتی ہوئی چلتی ہے تو درختوں کی ڈالیاں اور پودوں کی شاخیں اپنے اندر چھپی ہوئی خوشبو پیکر گل میں انڈیل کر سروں پر اٹھا لیتی ہیں۔ حضور رحمت عالم ﷺ بھی بادِ نسیم کا وہ شفیق پر لطف اور حیات بخش جھونکا تھے۔ جس نے دلوں کی کلیوں کو پیغام حق سنایا تو وہ کھل کر پھول بن گئیں۔ جس نے اُن خوش فطرت انسانوں پر نگاہ کی تو وہ مہک اٹھے۔ اس نے مردہ دلوں کو دست شفقت سے نوازا تو ان میں زندگی کی بجلیاں دوڑ گئیں، لیکن افسوس ان میں بعض بدفطرت ایسے بھی تھے جنہیں زندگی آوازیں دیتی رہی۔ خوشخبریاں پکارتی رہیں۔ خود حضور سرور کائنات ﷺ ان لوگوں کو پکڑ پکڑ کر دوزخ کے گڑھوں سے کھینچتے رہے لیکن پھر بھی اُن میں سے کوئی ابوجہل بن گیا اور کوئی ابولہب۔ ان چند بدبختوں کو چھوڑ کر محبوب خدا ﷺ کی تربیت نے انسانوں کے چھپے ہوئے جوہر آشکار کر دیئے۔ مٹے ہوئے نقوش ابھار دیئے۔ انہی خوش قسمت افراد میں سے ایک حضرت خزیمہؓ بن ثابت خطمی بھی تھے۔ ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدنے کے لیے قیمت طے کی اور اُسے گھر سے رقم لانے تک انتظار کا حکم دیا۔ اسی دوران بعض لوگوں نے اسے زیادہ قیمت کی پیش کش کی تو اُس نے لالچ میں آ کر حضور امام الانبیا ﷺ سے کیا ہوا سودا منسوخ کر دیا۔ ادھر حضورؐ رقم لے کر پہنچے تو معاملہ الٹ چکا تھا۔ حضورؐ کے اصرار پر اُس نے کہا کوئی گواہی لایئے۔ لیکن گواہ کہاں سے آئے۔ کیونکہ سودا طے کرتے وقت کوئی شخص موجود نہیں تھا۔ تکرار جاری تھی کہ حضرت خزیمہؓ آ نکلے۔ آپ نے اعرابی کی بدنیتی دیکھی تو فوراً پکار اٹھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میرے آقاؐ نے واقعی تم سے گھوڑا خریدا ہے۔ بعد میں حضور ﷺ نے دریافت کیا کہ اے خزیمہؓ آپ تو موجود نہیں تھے۔ آپ نے میری بات کی تصدیق کیسے کی۔ حضرت خزیمہؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہؐ آپ کے فرمان پر یقین کر کے تو ہم نے خدا کی ہستی کا اقرار کیا۔ اپنے بتوں کے وجود سے انکار کیا۔ آپ کو خدا کا رسولؐ تسلیم کیا۔ جنت اور دوزخ جیسی

Marfat.com

غائبانہ چیزوں کی تصدیق کی تو آپ کی اتنی سی بات کا یقین نہیں کر سکتے۔ یہ سن کر حضور ﷺ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔ آپ نے خوش ہو کر فرمایا کہ اے خزیمہؓ آج سے تمہاری تنہا گواہی، دو گواہوں کے برابر ہو گی اسی دن سے آپ ''ذوالشہادتین'' کے خطاب سے مشہور ہو گئے۔ (نقوش رسولؐ جلد نمبر ۹) لیکن یہ خطاب محض نہ تھا بلکہ ایک بڑے ہی پر آشوب دور کے لیے آپ کی شخصیت بہت بڑی ضرورت بن گئی۔

جب حضرت صدیق اکبرؓ کے احکامات اور حضرت فاروق اعظمؓ کی تجویز کے مطابق قرآن کی شیرازہ بندی کا آغاز ہوا۔ حضرت زیدؓ بن ثابت اس کمیشن کے چیئر مین تھے۔ مدینہ بھر میں یہ منادی کرادی گئی کہ کسی کے پاس بھی کوئی آیت موجود ہے تو وہ دو گواہیوں کے ساتھ پیش کرے۔ اس وقت کے معاشرے میں پچاس حفاظ کرام موجود تھے اور سینکڑوں ایسے تھے جنہوں نے خود حضور مہبط وحی ﷺ سے قرآن سنا تھا۔ بلکہ وہ ہر آیت کی شان نزول سے واقف تھے کام شروع ہو گیا۔ حضرت خزیمہؓ بھی ایک آیت کریمہ کے ساتھ پیش ہوئے۔ کمیشن کو آیت پیش کرتے ہوئے اس کے مقام سے بھی آگاہ کیا۔ لیکن دو شہادتوں کا اصول آڑے آ گیا جب کہ حضرت خزیمہؓ کے پاس اس آیت کے متعلق دوسری کوئی شہادت نہ تھی۔ آیت واپس بھی نہ کی جا سکتی تھی کیونکہ بیان کرنے والے کوئی معمولی آدمی نہ تھے لیکن ضابطہ اپنی جگہ بہت اہم تھا۔ اچانک یاد آیا کہ حضورؐ نے تو آپ کو ''ذوالشہادتین'' کے خطاب سے سرفراز فرما رکھا ہے چنانچہ سورہ احزاب کی یہ آیت آپ کی واحد گواہی کے ساتھ قبول کر لی گئی۔

مِنَ الْمُومِنِینَ رِجَالٌ صَدَقُوْ اماَ عَا هَدُو االله عَلَیهِ فَمِنهُم مَّنْ قَضٰی نَحبَهٗ وَ مِنهُم مَّنْ یَّنتَظِرُ وَماَ بَدَّ لُوْ تَبدِیلاً o (احزاب آیت ۲۳)

''قیامت تک آپ کا یہ اعزاز اور یہ سعادت برقرار رہے گی۔''

وہ کتنے خوش قسمت افراد تھے۔ جنہوں نے اپنی ذات کو آپ کی شخصیت میں مدغم کر دیا۔ جنہوں نے اپنی دنیا کا آرام و آسائش آپ پر قربان کر دیا آپؐ کی ذات

Marfat.com

مبارکہ کے سامنے اپنا نام ونمود مٹا ڈالا، اپنے والدین واولاد کی محبتیں آپ پر نثار کردیں۔ اور سب سے بڑی سعادت یہ تھی کہ انہیں ہر کام کا حوصلہ اسی وقت مل جاتا۔

حضرت مہران کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی۔ آپ حضور فخر موجودات ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمہؓ کے غلام تھے۔ لیکن آپ نے انہیں آزاد فرما کر حضورؐ کی غلامی میں دے دیا۔ آپ بہت زیادہ وزن اٹھانے کے ماہر تھے۔ چنانچہ حضور نبی آخرالزماں ﷺ نے فرمایا یہ تمام وزن سفینہ اٹھائیں گے۔ کیونکہ آپ ایسی کشتی ہیں جو تمام سامان اٹھا کر آسانی سے چل سکتی ہے۔ (محمد رسول اللہؐ۔ ص۔۷۵۷)

حضرت اُسیدؓ بن حضیر اشہلی انصار کے قبیلہ دوس (دوس کے معنی زمیندار بلوغ الاداب جلد دوم۔۳۵۴) کے خاندان بنو اشہل کے معزز لوگوں میں سے تھے۔ حضور سرور کونین ﷺ نے فرمایا بنو نجار کے بعد انصار کا بہترین خاندان بنو اشہل ہے۔ آپ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کے دست حق پر اسلام قبول کیا۔ آپ کی وجہ سے بنو اشہل میں اسلام تیزی سے پھیلنے لگا۔ نبوت کے تیرھویں برس حج کے موقعے پر آپ کے ہمراہ پچھتر پرستاران حق مکہ معظمہ تشریف لائے اور عقبہ کی گھاٹی میں چھپ کر حضور ﷺ کے دست مبارک پر اسلام لائے اور ساتھ ہی خدا کے پیارے پیغمبر ﷺ سے وعدہ کیا کہ آپ کفار کے ظلم اور مکے کے رنج ومحن کو چھوڑ کر مدینے تشریف لائیں۔ ہم آپ کی حرمت پر کٹ مریں گے۔ اس عہد کو بیعت عقبہ ثانیہ یا بیعت عقبہ کبیرہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ غزوہ احد میں آپ قبیلہ دوس کے علمبردار تھے اور اس جنگ میں آپ کو سات زخم آئے۔ غزوہ خندق کے موقع پر مسلمانوں پر بہت دباؤ تھا۔ حالات سخت مخدوش تھے۔ مسلمان ناامید و پریشان تھے کہ حضور ﷺ نے خوف کم کرنے کے لیے بنو غطفان کو مدینے کی پیداوار کا ایک تہائی دے کر صلح کی پیش کش کی اور مشورے کے لیے انصار مدینہ کے سرداروں کو طلب کیا ان میں حضرت اُسیدؓ بھی تھے۔ معاہدے کی شرائط سن کر حضرت اُسیدؓ بن حضیر جوش غیرت سے بے تاب ہو گئے اور کہنے لگے یا

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ ہم نے تو کبھی حالت کفر میں بھی اتنا کمزور معاہدہ نہیں کیا تھا اب تو ہمیں آپ کی رفاقت میسر ہے۔ ایسی صلح ہمیں منظور نہیں۔ جب واقعہ افک میں حضرت عائشہ صدیقہؓ پر اتہام لگایا گیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ خود بہت غمزدہ تھے۔ ایک دن اسی غم والم کی کیفیت میں آپ نے فرمایا کہ میرے اہل کے بارے میں کسی شخص نے مجھے بہت دکھ دیا ہے کیا تم میں سے کوئی اس کا تدارک کر سکتا ہے۔ حضرت اُسیدؓ بھی محفل میں موجود تھے۔ تڑپ کر اٹھے اور فرمایا یا رسول اللہ ﷺ اگر وہ قبیلہ دوس کا آدمی ہے تو آپ اس کا نام لیں۔ خدا کی قسم ابھی اس کی گردن اڑا دیتا ہوں، ۶ھ میں وقوع ہونے والی صلح حدیبیہ میں حضرت اُسیدؓ بن حضیر نے بھی بیعت رضوان کی سعادت حاصل کی اور اُن چودہ سو صحابہؓ میں شامل ہو گئے، جن کے متعلق خود خالق کائنات نے فرمایا۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤمِنِیْنَ اِذْیُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجْرَۃِ۝

''جن صاحب ایمان لوگوں نے درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اللہ اُن پر راضی ہوا۔''

حجتہ الوداع کے موقع پر بھی آپ سرور کونین ﷺ کے ہمرکاب تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر جب فاتح کونین مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے ایک پہلو میں حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے اور دوسرے پہلو میں حضرت اُسیدؓ بن حضیر تھے۔ آپ وہی خوش نصیب تھے جنہوں نے بدلہ لینے کے بہانے حضور ﷺ کا پیرہن اٹھا کر آپ کے بدن پر بوسوں کا تار باندھ دیا تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اُن کے اسی شوق۔ اسی فریفتگی اور اسی محبت کو دیکھ کر فرمایا اُسیدؓ بن حضیر نعم الرجل۔ واقعی ہر انسان اتنا ہی بہتر ہے۔ اس کی شان اتنی ہی اعلیٰ ہے۔ وہ اتنا ہی بلند مرتبہ ہے جتنا حضور سرور کائنات ﷺ کے قریب تر ہوگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اس وقت تک کسی شخص کا ایمان کامل نہیں جب تک وہ اپنے ماں باپ اور اولاد سے زیادہ مجھ سے محبت نہ رکھتا ہو۔ اور اس مقدس قافلے کے

Marfat.com

ہر فرد نے حضور امام الانبیا ﷺ سے محبت کا حق ادا کر دیا۔

جب اللہ کے رسول ﷺ نے مکہ مکرمہ کو نور حق سے روشن کیا تو بہت سے بد فطرت انسانوں نے اس نور حق کو بجھانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ اُس سراج المنیر کو اپنے ظلم وطغیان سے دھندلانے کی سعی میں مصروف ہو گئے۔ ان کی ریشہ دوانیاں صرف حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات تک محدود نہ تھیں، بلکہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے والا ہر مقدس فرد ان کے پنجہ استبداد کا شکار ہو جاتا لیکن تاریخ گواہ ہے کہ کوئی سا ظلم انہیں کاروانِ محمد ﷺ سے علیحدہ نہ کر سکا۔ حضرت یاسرؓ اور حضرت سمیہؓ بہت ضعیف اور کبیر سن تھے۔ پہلے دونوں میاں بیوی ابو حذیفہؓ کے غلام تھے بعد میں ابو جہل کی غلامی میں آ گئے۔ جب مکہ مکرمہ کے ظلمت کدے میں آفتاب توحید بلند ہوا تو ان دونوں اصحاب اور ان کے بیٹے حضرت عمارؓ نے اسلام قبول کر لیا۔ مکے کے سرداروں کے سامنے چند غلاموں کی یہ جسارت کہ وہ ان کی مرضی کے خلاف اپنے عقیدے، نظریات اور دین بدل لیں۔ انہیں اس جرم کی پاداش میں لوہے کی زرہیں پہنا کر تپتی ریت پر لٹا دیا جاتا، انگاروں سے ان کے بدن جھلسائے جاتے۔ مار مار کر لہولہان کر دیا جاتا۔ بیان کرنے اور برداشت کرنے میں بہت فرق ہے۔ ایک بے بس غلام کا مکے کے سردار سے کیا مقابلہ بس ایمان کی قوت تھی جس نے ان کے دلوں کو پہاڑوں جیسی استقامت عطا کر رکھی تھی۔ اذیتیں برداشت کرتے، مار کھاتے لیکن حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت سے منہ نہ موڑتے۔ خدائے واحد کے پیغام سے روگردانی نہ کرتے۔ ایک دن اُن پر حضور رحمت عالم ﷺ کا گزر ہوا۔ آپ نے انہیں اذیت میں مبتلا دیکھا تو فرمایا۔ اے آل یاسر صبر کرو۔ تمہارے لیے جنت کا وعدہ ہے۔ حضرت یاسرؓ اور ان کی محترمہ زوجہ حضرت سمیہؓ ظلم کی چکی میں پس کر رہ گئے۔ لیکن حضرت عمارؓ بن یاسرؓ ثابت قدم رہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمارؓ کرتا اتارے تشریف فرما تھے۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ ان کی پیٹھ پر داغ ہی داغ نظر آئے۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ آپ نے

Marfat.com

فرمایا مشرکین مجھے انگاروں پر لٹا دیتے تھے اور انگارے میری کمر کے نیچے ہی ٹھنڈے ہو جاتے۔ یہ انہیں کے نشان ہیں، یہی قربانیاں تھیں، یہی حوصلہ تھا، یہی وفاداریاں تھیں کہ ایک دن سرور عالم ﷺ اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف فرما تھے۔ حضرت علیؓ بھی ان کے ہمراہ تھے کہ ایک شخص نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ حضور ﷺ کے چہرہ انور پر بشاشت پھیل گئی آپ نے فرمایا، مرحبا بِالطیب المطیب۔ اے پاکیزہ اور مصفا انسان خوش آمدید (پچاس صحابہ، طالب ہاشمی) اس انسان کامل ﷺ کی طرف سے کیا حسین خطاب تھا۔ جو حضرت عمارؓ کو عطا کیا گیا۔ ایک دن عمر فاروقؓ اپنے زمانہ خلافت میں اپنے مکان کے اندر تشریف فرما تھے۔ کہ ابوسفیانؓ، سہیلؓ بن عمرو اور بعض دوسرے اکابر قریش ملاقات کی غرض سے آئے۔ اتفاق سے اسی وقت حضرت صہیبؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت عمارؓ بن بھی حاضر خدمت ہوئے۔ جب عمر فاروقؓ کو ملاقات کے لیے آنے والوں کے نام بتائے گئے تو انہوں نے موذن رسول ﷺ حضرت بلالؓ، بالطیب المطیب حضرت عمارؓ بن یاسرؓ اور نعم العبد حضرت صہیبؓ رومی کو پہلے شرف ملاقات بخشا۔ ابوسفیانؓ سے یہ ضبط نہ ہو سکا۔ کہنے لگے "عجیب بات ہے غلاموں کو تو فوراً اذنِ باریابی مل جاتا ہے لیکن ہم لوگ انتظار میں رہتے ہیں۔ حضرت سہیلؓ بن عمرو نے بات کاٹ کر فرمایا۔

بھائی اس کے لیے تو ہم خود ذمہ دار ہیں۔ دعوت توحید تو ہم سب کو ایک ہی وقت ملی لیکن یہ لوگ قبول کرنے میں ہم سے سبقت لے گئے اور ہم مخالفت کرتے رہے اسی وجہ سے انہیں ہم پر تقدم حاصل حاصل ہے۔ گویا!

عشق کی چوٹ تو پڑتی ہے دلوں پر یکساں
ظرف کے فرق سے آواز بدل جاتی ہے

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت صہیبؓ سے فرمایا۔ آپ مجھے بہت محبوب ہیں لیکن آپ کی تین باتیں مجھے پسند نہیں۔ ایک تو آپ کے لہجے میں عجمی رنگ

Marfat.com

نمایاں ہے۔ حالانکہ آپ عرب ہیں۔ دوسرے آپ اپنا مال بڑی بیدردی سے خرچ کرتے ہیں اورتیسرے آپ نے اپنی کنیت ایک پیغمبر کے نام پر ابویحیٰ رکھی ہے۔ حالانک آپ کی کوئی اولادنہیں۔ حضرت صہیبؓ نے فرمایا میں عرب ہوں لیکن بچپن میں مجھے رومیوں نے اغوا کرلیا ان میں پرورش پانے کی وجہ سے میری زبان پر عجمی رنگ غالب ہے رہا اسراف کا سوال تو میرا یہ عمل حضور نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کے مطابق ہے کہ تم میں بہترین آدمی وہ ہے جو لوگوں کو کھانا کھلائے اور ان کی حاجتیں پوری کرے اور رہی کنیت تو یہ خود اختیاری نہیں بلکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی تجویز کردہ ہے۔

حضرت صہیبؓ نے ہجرت کے وقت کفار کی طرف سے مزاحمت پر اپنا سارا مال ومتاع انہیں دے کر حضور ﷺ کی معیت کو ترجیح دی کیونکہ حضور ﷺ پہلے مدینہ پہنچ چکے تھے۔ قبا میں جب حضور رحمت عالم ﷺ نے اپنے پیارے صہیبؓ کو دیکھا تو دیکھتے ہی فرمایا، ابویحیٰ تم نے بڑی نفع مند تجارت کی ہے اور ساتھ ہی فرمایا نعم العبد صہیبؓ، صہیب کیا خوب انسان ہیں۔ (تیس پروانے رسالت کے)

اس آفتاب نبوتؐ کی ہر کرن بجائے خود مثال آفتاب تھی۔ اس ماہ میز کا ہر ستارہ روشنی میں اپنی مثال آپ تھا۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا اصحابی کا نجوم میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں:۔ یہ غلامانِ مصطفےٰ ﷺ کا قافلہ تھا جس کا ہر رستہ جادہ کہکشاں تھا۔ جس کی ہر منزل منزلِ سعادت تھی۔ یہ مقدس انسان اُس در کے غلام تھے جہاں عظمتیں بانٹی جاتی ہیں۔ سرفرازیاں عطا کی جاتی ہیں۔ خطابات تقسیم کیے جاتے ہیں۔ یہاں کا بھکاری عزت واحترام کی معراج پر پہنچ جاتا ہے۔ یہاں کا غلام زمانے کا آقا بن جاتا ہے۔ یہاں کا سائل محبوب جہاں بن جاتا ہے۔ وہ کتنے خوش قسمت افراد تھے جن کے جذبے الفاظ کے موتیوں سے تولے جاتے، جن کی قربانیاں مستجاب ہوتیں، جن کے ارادوں کی گھڑیاں جن کی آرزوؤں کے پشتارے، جن کے شوق کے

Marfat.com

انبار، جن کے لبوں کا ہر لفظ، جن کے مال کا ہر درہم، جن کے خون کا ہر قطرہ، جن کے جسم کا ہر عضو، جن کی قربانی کا ہر پہلو نقد دام دے کر قبول کر لیا جاتا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی رفاقت، اپنی ذات، اپنا وقت، اپنا مال، اپنے عقائد، اپنے ماں باپ اور اپنی اولادیں سرورکونین ﷺ کی نذر کر دیں۔ آپ نے معراج اقدس کی تصدیق کی تو صدیقؓ ٹھہرے۔ ہجرت میں آپ کے ہمراہ غار حرا میں قیام فرمایا تو ثانی اثنین اور صاحب الغار کہلائے۔ اپنا سارا مال آپ کے قدموں میں ڈھیر کر دیا تو حضور خیر الخلائق ﷺ نے فرمایا کہ ''اگر میں دنیا میں کسی کو خلیل بناتا تو وہ ابوبکر صدیقؓ ہوتے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ہادی اعظم ﷺ سے استفسار کیا کہ کوئی ایسا انسان بھی ہے جس کی نیکیاں آسمان کے ستاروں سے زیادہ ہوں۔'' آپ نے فرمایا وہ ایک ہی شخص ہے۔ ابوبکر صدیقؓ افضل البشر بعد از انبیاء ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ ہی ترمذی کی ایک روایت میں فرماتی ہیں۔

وَعَنْ عَائشہ اَنْ اَبَا بَکر دَخَلَ عَلیٰ رَسُوْل الله صلی الله علیه وسلم فَقَالَ اَنْت عَتِیْقُ الله مِنَ النَّار فَیو مئذٍ سُمِّ عَتِیْقًا o (رواۃ ترمذی)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں باریاب ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تو دوزخ کی آگ سے آزاد کیا گیا ہے یہ خوشخبری، یہ پیش گوئی، یہ نوید سن کر تمام صحابہ اکرامؓ نے آپ کو عتیق کے خطاب سے پکارنا شروع کر دیا۔ سبحان اللہ یہ گھرانہ سعدین اکبر کا آستانہ تھا۔ فخر ومباہات کی بارگاہ تھی۔ جس گھرانے کا سربراہ صدیقؓ کہلائے۔ جس گھرانے کی ایک بیٹی ام المومنین اور صدیقہؓ ٹھہریں اور جس مقدس گھرانے کی دوسری بیٹی ذات النطاقینؓ کہلائی۔۔ لوگ پارس کے دور میں زندہ تھے۔ جو لوگ نبی ﷺ کے توسط سے خدا کی بستی میں آباد تھے۔ خدا کے جوار میں متمکن تھے۔ حضرت علیؓ بھی خانوادہ رسول ﷺ کے چشم و چراغ تھے۔ اہل بیت کے ایک فرد تھے۔ سلک مروارید کے ایک درنجف تھے۔ جگر گوشہ

Marfat.com

رسول ﷺ حضرت فاطمہؓ کے شوہر تھے۔ جوانان جنت حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کے والد گرامی تھے۔ آغوش نبوت کے تربیت یافتہ تھے آپ ایک خطاب سے نہیں بلکہ کئی خطابات سے متصف تھے۔ آپ کا جو پہلو بھی سحاب رحمت ﷺ کے سامنے آتا۔ خطاب حاصل کیے بغیر نہ رہتا۔ آپ نے غزوہ خیبر میں فتح حاصل کی تو آپؓ کو فاتح خیبر کا شرف حاصل ہوا۔ کہیں آپ مرتضٰی کہلائے۔ کہیں آپ حیدر کرار ٹھہرے۔ کبھی آپ کے علم کی وسعت و گہرائی دنیا پر آشکار کرنا چاہی تو اپنی زبان اقدس سے مہر لگا کر باب العلم کا خطاب عطا کر دیا۔ کہیں آپ کی عجز و مسکنت کو مٹی پر دراز دیکھا تو ابوتراب کہہ کر مخاطب کیا۔ علامہ اقبال نے اپنے ایک شعر میں ''مرتضٰی'' اور ''ابوتراب'' کی کتنی بلیغ تفسیر کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

مرتضٰی کز تیغ اوحق روشن است

بوتراب از فتح اقلیم تن است

یعنی انہیں مرتضٰی اس لیے کہا گیا کہ ان کی تلوار سے حق آشکار ہوا اور جب آپ نے اپنے بدن کی سلطنت یعنی نفس پر فتح حاصل کی تو آپ لسان نبوت ﷺ سے ابوترابؓ کہلائے۔ آپ کا گھرانہ حضور نبی اکرم ﷺ کا گھرانہ تھا۔ یہاں کے تمام افراد اہل بیت رسول ﷺ تھے مہر نبوت کے درخشندہ ستارے تھے۔ خانوادہ رسول ﷺ کے جواہر پارے تھے۔

حضرت عثمان غنیؓ بہت بڑے تاجر تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن عوف بھی کم مالدار نہ تھے۔ لیکن جہاں مال کی قربانی کا مرحلہ آیا وہاں کوئی حضرت عثمانؓ کی گرد کو بھی نہ چھو سکا۔ یہودیوں سے پانی کا پورا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دینا آپ کا ہی کام تھا۔ آپ نے صرف غزوتبوک جسے جیش العسرۃ بھی کہتے ہیں میں تین سو اونٹ مع ساز و سامان اور ایک ہزار اشرفی حضور نبی رحمت ﷺ کے قدموں میں نچھاور کر دی۔ اور غنی کا خطاب حاصل کر کے مقام غنا پر فائز ہو گئے۔ جب یکے بعد دیگرے

Marfat.com

حضور نبی اکرم ﷺ کی دو صاحبزادیاں ام کلثومؓ اور حضرت رقیہؓ آپ کے نکاح میں آئیں تو آپ کو ذوالنورین کے خطاب سے بھی نوازا گیا۔

حضرت عبداللہ مزنیؓ نے اسلام قبول کیا تو ان کی قوم نے ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنا شروع کر دیئے۔ ان کا سوشل بائیکاٹ کر دیا۔ انہیں خاندان سے نکال باہر کیا۔ ان کا کاروبار تباہ کر دیا۔ یہاں تک کہ ان کے بدن پر ایک موٹی اور کھردری گدڑی رہ گئی۔ جسے آپ دو حصوں میں پھاڑ کر ایک کو چادر اور دوسرے کو بطور تہ بند باندھ کر حضور ﷺ کے دامن رحمت میں پناہ لینے مدینہ پاک چلے آئے۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے جب انہیں فدائیت کے اس مقام پر دیکھا تو انہیں ''ذوالبجادین'' کے خطاب سے مخاطب فرمایا یعنی اے دو چادروں والے۔ جب آپ نے غزوہ تبوک میں شہادت حاصل کی۔ آپ کو دفن کرنے کا وقت آیا۔ قبر کھودی گئی۔ تو حضور رحمت عالم ﷺ قبر کا جائزہ لینے کے لیے اپنے دوست اور فدائی کو مٹی کے سپرد کرنے کے لیے بلکہ قبر کی تہہ تک الوداع کہنے کے لیے خود قبر کے اندر اترے۔ حضرت ابو بکرؓ وعمرؓ نے میت کو اپنے ہاتھوں سے حضور ﷺ کے حوالے کیا اور محبوب خدا ﷺ نے اپنے محبوب کو نہایت احترام واکرام سے قبر میں پہلو کے بل لٹا کر دعا فرمائی کہ ''اے اللہ میں اس سے خوش ہوں تو بھی اس سے خوش ہو جا۔'' حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں تمام عمر یہ خواہش کرتا رہا۔ اَلَیتَنِی کُنتُ صَاحِبَ الحُضرَہ۔ کاش اُس قبر میں مَیں دفن ہوتا۔ (سیرۃ ابن ہشام جلد دوم)

عربی زبان بھی دنیا کی کتنی خوش بخت اور حسین زبان ہے جسے نبی امی کے لبوں سے ادا ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ جس نے سرور کائنات ﷺ کے نطق گوہر بار سے اپنا دامن بھرنے کی فضیلت حاصل کی۔ عربی کے دامن پر آج بھی وہ فقرات، تشبیہات اور وہ خطابات ستاروں کی طرح درخشاں ہیں جن سے حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ کو مزین فرمایا وہ شخصیتیں آج بھی تابندہ ہیں جنہیں حضور نبی کریم ﷺ سے

Marfat.com

شرف حضوری حاصل ہوا۔ جنہیں محبوب رسول ﷺ کا مقام حاصل ہوا۔ جنہیں کاتب وحی ہونے کی فوقیت حاصل ہوتی۔ جنہیں خادم رسول ہونے کی سعادت میسر آئی۔ لیکن سب کو اس بارگاہ سے خطاب میسر نہیں آیا۔ بعض صحابہؓ کو مختلف انداز سے بھی نوازا گیا۔ جیسے حضور ﷺ نے حضرت حسانؓ بن ثابت سے نعت سن کر انہیں خطاب عطا نہیں کیا۔ کسی لقب سے نہیں نوازا۔ لیکن اپنے منبر پر بٹھا کر انہیں سننے کا شرف عطا کیا۔ یہ عزت کیا کم ہے کہ آپ کو اپنی ہم نشینی کی سعادت عطا فرمائی۔

حضرت جعفرؓ بن ابی طالب مہاجرین حبشہ کے امیر تھے، بلکہ ان کے Spoks Man تھے۔ ان کے دل کی آواز تھے۔ نقیب رسالت ﷺ تھے۔ نجاشی کے دربار میں جس طرح آپ نے اسلام کی نیابت اور مسلمانوں کی نمائندگی کی وہ ابتدائی اسلامی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ جو بات کھلے بندوں اپنے گھر یعنی مکہ مکرمہ میں نہیں کہی جا سکتی تھی۔ ایک عیسائی شہنشاہ کے دربار میں بلیغ انداز میں کہنا۔ آپ کی جرات کردار کے علاوہ آپ کے ایمان وایقان پر بھی دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ جب تک ایمان مکمل نہ ہو نمائندگی نہیں کی جا سکتی اور جب تک یقین کامل نہ ہو تبلیغ کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ تمام شکوک وشبہات سے پاک دل ہی بندہ مومن کا دل ہو سکتا ہے۔ اور بندہ مومن ہی ہر قوت سے ٹکرانے کی ہمت رکھتا ہے۔ علامہ اقبال نے اسی حقیقت کی ترجمانی کی ہے۔

بندہ مومن کا دل بیم وریا سے پاک ہے
قوت فرمانروا کے سامنے بے باک ہے

آپ نے اس خوبصورت انداز سے اسلام اور مسلم اوّل ﷺ کا تعارف پیش کیا۔ کہ نجاشی، اسلام قبول کیے بغیر نہ رہ سکا۔ اور اس کا قبول اسلام مسلمانوں کے تحفظ کا باعث بنا اور کفار ناکام ونامراد واپس آ گئے۔ غزوہ موتہ کے لیے حضور نبی امی ﷺ نے حضرت زید بن حارثؓ کو امیر لشکر مقرر فرمایا۔ اور لشکر کو الوداع کہنے کے لیے

Marfat.com

تھوڑی دور تک ان کے ہم رکاب رہے اور ساتھ ہی نصیحت کی کہ!

''اگر لڑائی میں زید ؓ شہید ہو جائیں تو جعفر ؓ سالار لشکر ہوں گے۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو جیش کی امارت عبداللہ بن رواحہ ؓ سنبھال لیں'' یہ نصیحت نہیں حکم تھا۔ خدشہ نہیں پیش گوئی تھی۔ آپ تدبیر نہیں کر رہے تھے بلکہ تقدیر مبرم کے چہرے سے پردہ اٹھا رہے تھے۔ ہونے والی بات کی خبر دے رہے تھے۔ جنگ شروع ہوئی۔ مختصر سے اسلامی لشکر کے مقابلے میں ایک لاکھ عیسائی اور رومیوں کی متحدہ قوت سامنے تھی۔ موتہ کے میدان میں معرکہ حق و باطل برپا ہوا۔ مومن اور کافر جنگ میں مقابل تھے۔ لیکن اللہ کو پامردی مومن پہ بھروسہ ہوتا ہے۔ جنگ کے عین شباب میں حضرت زید ؓ بن حارث شہید ہو گئے۔ تو حضرت جعفر ؓ نے بڑھ کر اسلام کا علم تھام لیا۔ ان کی قوت ایمانی بر سر پیکار تھی۔ آپ گھوڑے سے اتر کر پیدل ہی دشمن کی صفوں میں گھس گئے آپ رجز پڑھتے ہوئے دیوانہ وار دشمنوں کی صفیں الٹتے چلے جا رہے تھے۔ زخم پر زخم کھاتے چلے جا رہے تھے کہ اچانک دشمن کی تلوار کا ایک ہاتھ آپ کے بازو پر پڑا۔ بازو کٹ کر دور جا گرا۔ آپ نے علم دوسرے ہاتھ میں تھام لیا۔ دوران جنگ کسی دشمن خدا کی تلوار نے اسے بھی کاٹ ڈالا۔ لیکن آخری سانس تک جنگ سے منہ موڑنا ان مجاہدوں کا شیوہ نہ تھا۔ علم کو سینے سے لگائے رکھا۔ بدن پر اس وقت نوے زخم تھے۔ دونوں ہاتھ کٹ چکے تھے، لیکن علم کو نیچے نہیں گرنے دیا۔ آخر ایک نیزے کی انی نے آپ کو مقام شہادت پر فائز کر دیا۔ حضرت جعفر ؓ کی شہادت کی خبر سن کر حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا۔

اخوانی و مونسائی و محد ثائی، آپ میرے بھائی، میرے مونس اور میرے جلیس تھے۔

آپ کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد سرور عالم ﷺ نے اپنے صحابہ ؓ کو حضرت جبریل ؑ کی زبانی خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جعفر ؓ کو کٹے ہوئے بازوؤں کے عوض دو نئے بازو یا پَر عطا کیے ہیں جن سے وہ جنت کے باغوں میں اڑتے پھر رہے ہیں۔ آپ کے اُسی ارشاد گرامی کی بناء پر حضرت جعفر ؓ کو جعفر طیار ؓ اور ''ذوالجناحین'' کہا

Marfat.com

جانے لگا۔

خطاب حاصل کرنے کی سعادت صرف انسانوں نے نہیں کی بلکہ آپ کی خدمت اقدس میں رہنے والے گھوڑوں، آپ کی تلواروں، تیروں اور اونٹوں کو بھی ان کی حیثیت ان کی کارکردگی، ان کی تیزی ودرا کی کی بناء پر خطابات سے نواز اگیا۔ آپ کے پاس مختلف اوقات میں سات گھوڑے رہے۔ ان میں سے ایک کو اس کی تیز رفتاری کی وجہ سے ''سکب'' کا خطاب عطا ہوا۔ ایک گھوڑے کی دم بہت لمبی اور گھچے دار تھی چنانچہ اسے ''لحیف'' کہا جانے لگا۔ ایک گھوڑا چلتے وقت بہت لمبے ڈگ بھرتا تھا۔ اس لیے ''شجاء'' کے نام سے پکارا جانے لگا۔ ایک گھوڑا بہت تنومند اور قوی الجثہ تھا۔ آپ نے اُسے ''ظرب'' یعنی چھوٹا پہاڑ کہہ کر مخاطب کیا۔ آپ کے پاس ایک اونٹنی تھی جسے دوران ہجرت آپ کی سواری کا شرف حاصل رہا۔ یہ وہی اونٹنی تھی جو خدا کے حکم پر حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان پر رکی۔ حضور نے اسے القصوٰی کا خطاب عطا کر رکھا تھا۔ آپ نے تلواروں کو بھی ان کے اوصاف پر مختلف نام اور خطابات دے رکھے تھے۔ ''ماثور'' اس تلوار کا نام تھا جو آپ کو اپنے والد گرامی کی طرف سے ورثہ میں ملی تھی۔ ایک تلوار ''اثر الرسوب'' کے نام سے معروف تھی۔ ایک ''المخذم'' کے نام سے منسوب تھی۔ ایک کو ''ابتار'' کہا جاتا۔ اور ''ذوالفقار'' تلوار تو ہمیشہ آپ کے پاس رہی۔ ایک زرہ تھی جس میں تانبے اور چاندی کے چار حلقے تھے۔ اس کا نام ''ذات الفضول'' تھا۔ یہ وہی زرہ تھی جسے آپ نے تیس صاع جو کے عوض ایک یہودی الشحم کے پاس گروی رکھا تھا۔ ایک زرہ آپ کو یہودیوں سے ملی جس کے بارے میں روایت تھی کہ یہ حضرت داؤد کے زیر استعمال رہی۔ آپ نے اسے ''السعدیہ'' کا خطاب عطا کیا۔ مقوقس نے حضرت ماریہ قبطیہؓ کے علاوہ ایک خچر بھی بطور تحفہ آپ کی خدمت میں بھیجا تھا جسے آپ نے ''دلدل'' کا خطاب دے رکھا تھا۔ مقوقس نے ہی آپ کو ایک گدھا بھی بھیجا تھا جسے آپ نے ''عفیرا'' کا نام دیا۔ آپ کے پاس ایک ترکش بھی تھا۔ جو ''الکافور'' کے نام سے معروف تھا۔ سر کو تلوار کے وار

Marfat.com

سے بچانے کے لیے خود پہنا جاتا ہے۔غزوہ احد میں آپ نے جو خود پہن رکھا تھا۔وہ جنگ کی شدت میں آپ کے رخسار میں گڑ گیا۔ جسے حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے اپنے دانتوں سے کھینچ کر نکالا تھا۔اس خود کا نام فضہ تھا۔''الغرض آپ کے استعمال میں رہنے والی ہر چیز چاہے وہ کوئی پیالہ، ڈول یا کنگھی ہی کیوں نہ ہو۔ایک مخصوص نام یا خطاب سے آراستہ کی گئی۔آپ کی نسبت نے انہیں فرش سے عرش پر بٹھا دیا۔

یہی نہیں کہ انسانوں، جانوروں، اوزاروں اور استعمال کی دوسری چیزوں نے خطاب حاصل کیا بلکہ وہ دور، وہ عہد اور وہ زمانہ جس کی آغوش میں آپ نے اپنی عمر عزیز گزاری۔ وہ مقدس دور بھی خطاب حاصل کئے بغیر نہ رہ سکا۔ چنانچہ آپ نے اپنے زمانے کو بھی ''خیر القرون'' کے خطاب سے نوازا۔

کہا جاتا ہے کہ انسان اپنی صحبت سے پہچانا جاتا ہے۔صحابہ اکرامؓ کے چہروں۔ ان کی گفتار، ان کے کردار، ان کی عبادات، ان کی معاملت ان کی معاشرت کو دیکھ کر صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ کس بارگاہ کے فیض یافتہ ،اور کس نبیؐ کے تربیت یافتہ ہیں یہ کس صاحب جمالؐ کے حسن کے اسیر ہیں۔ کیونکہ ان مطہر اور پاکیزہ انسانوں میں ''سیاف رسول'' حضرت ضحاکؓ بن سفیان بھی تھے۔جنہیں آپؐ نے سو شہسواروں کے ہم پلہ قرار دے رکھا تھا۔ان میں ''فقیہ امت'' حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی تھے۔جن کے متعلق موطا امام مالک میں درج ہے کہ آپ نے صرف سورہ بقر کے فکر و تدبر میں چودہ برس صرف کیے۔حضرت معیقبؓ بن ابی فاطمہ الدوسی جیسے خاتم بردار رسول ﷺ بھی تھے۔جن کے پاس حضور خاتم النبین ﷺ کی انگوٹھی نما مہر ہوتی تھی۔حضرت عمرؓو بن عاص جیسے فاتح مصر، عبداللہ بن زبیرؓ جیسے شہسوار اسلام حضرت العاص بن ربیعؓ جیسے خویش رسول ﷺ،حضرت زینبؓ ام المومنین جیسی ام المساکین حضرت زکوان بن جندبؓ جیسے صاحب البدن، جو حضور نبی رحمت ﷺ کی قربانی کے جانوروں کے محافظ تھے۔حضرت خبیبؓ انصاری جیسے بلیع الارض ،حضرت ابوقتادہ حارث بن ربعی جیسے شہسوار اسلام،حضرت حمزہؓ جیسے اسد الرسول ﷺ،حضرت بلالؓ جیسے موذن رسول ﷺ بھی موجود تھے صدیاں گزر گئیں، زمانے نے سینکڑوں کروٹیں لیں۔افکار و

Marfat.com

خیالات نے لاکھوں اذہان کا سفر کیا، عقیدتوں کے پیکر ٹوٹتے اور بنتے رہے۔ شخصیتیں ڈوبتی اور ابھرتی رہیں۔ مخالفت وموافقت کے ادوار آتے اور جاتے رہے۔ لیکن اُن مقدس شخصیتوں کو عطا ہونے والے خطابات کی مہک آج بھی تازہ ہے وہ انسان جس طرح کل محترم تھے آج بھی معزز ہیں۔ ان کے خطابات پر زمانہ آج بھی فدا ہے۔ انسانیت ان کے عقائد و اعمال پر آج بھی سربسجود ہے۔ آج کے لوگ محض زبانی تعریف کے عوض بھی دولت دنیا طلب کرتے ہیں وہ لوگ جان کا نذرانہ دے کر محض خوشنودی اور رضا جوئی کے طالب ہوتے۔ جس طرح عقیدت عشق میں ڈھل کر قربان ہو جاتی ہے۔ اسی طرح محبت، خطاب کا روپ دھار کر امر ہو جاتی ہے وہ حلقہ انوار وہ ہالہ تجلیات اپنے مہر منیر ﷺ سے صرف متاثر نہیں تھے مرعوب نہیں تھے، مسخر نہیں تھے بلکہ عشاق تھے۔ جو آپؐ کے حسن کلام، حسنِ شخصیت، حسنِ ادا کے جواہر ریزے چن چن کر اپنے گوش ہوش میں سجا لیتے آپ کے انداز عبادت کو اپنے عمل کی زینت بنا لیتے۔ اپنے چہروں کو ان کے حُلیہ مبارک کے مماثل بنانے کی کوشش کرتے۔ آپ ﷺ کی نسبت میں اپنے شب و روز فقر و فاقہ میں گزارتے، بھائیوں، بیٹوں اور شوہروں کی موت کے مقابلے میں حضور ﷺ کی زندگی کی نوید ان کے لیے وجہ طمانیت ہوتی وہ لوگ خطاب حاصل کرنے کے لیے ایسا نہیں کرتے تھے۔ بلکہ وہ یقین کامل کی اس معراج پر فائز تھے جہاں خطاب خود شخصیتوں کا تعاقب کرتے ہیں۔ ہاں یہ ان کی خوش نصیبی تھی کہ وہ ایک ایسے آئینے کے سامنے تھے جو ان کے ہر عمل کا سچا عکس عنوان کے ساتھ پیش کر دیتا۔ یہ عنوان ہی ان کا خطاب تھا اور یہ خطاب زندگی کا صلہ بھی تھا اور وعدہ فردا بھی تھا۔ جو عمل کی قبولیت، شخصیت کی پسندیدگی اور عظمت کے اعتراف کی علامات بھی تھیں۔ جو آج بھی ابد کی پیشانی پر کندہ ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے شاید انہیں شخصیتوں کے بارے میں فرمایا تھا۔

آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

☆☆☆

Marfat.com

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

کائنات ارضی وسماوی کی تخلیق میں خدا تعالےٰ نے ایک اصول فطرت اور قوانین نظم وضبط کے تحت ہر قسم کی مخلوقات میں ایک کو دوسرے پر تفوق و برتری عطا کی ہے۔ اگر ہم نباتات پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ بعض جڑی بوٹیاں اپنے خصائص کے لحاظ سے کئی پیچیدہ بیماریوں کی دوا کے طور پر کام آتی ہیں اور پودوں کے ساتھ اُگنے والی گھاس پھونس محض اکھاڑ پھینکنے کے قابل ہوتی ہے۔ بعض پستہ قد پودے مفید اور شیریں ثمر پیدا کرتے ہیں اور بڑے بڑے درخت صرف سائے کے کام آتے ہیں۔ جمادات میں بعض سلسلہ کوہ اپنی شادابی وسرسبزی کے لحاظ سے حسنِ فطرت کا شاہکار ہوتے ہیں۔ ان کے اندر جمع ہونے والے پانی کے ذخائر نظر افروز چشموں کی صورت میں بہہ نکلتے ہیں اور بعض پہاڑوں کے اندر معدنیات کے ایسے خزانے پوشیدہ ہوتے ہیں جو سرچشمہ حیات کے لئے منفعت کا باعث بنتے ہیں۔ اسی طرح ہوا کی بھی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں۔ بعض ہوائیں سطح زمین کے قریب چلتی ہیں اور بعض بلندیوں سے ٹھنڈک اور فرحت کا پیغام لے کر آتی ہیں۔ بعض ہوائیں بادسموم کی صورت میں ہر خشک وتر کو جھلسا کر رکھ دیتی ہیں اور بعض بادِ شمیم بن کر دلوں میں مسرت وانبساط کی کلیاں کھلاتی ہیں۔ روشنی اور اندھیرا، دن اور رات کی طرح ہمیشہ ایک دوسرے کے تعاقب میں رہتے ہیں۔ ان میں بعض روشنیاں آفتاب تازہ کی نوید ہوتی ہیں اور کئی مختلف قسم کے لوگ ملگجے اندھیروں کو بھی روشنی کا نام دیتے ہیں آسمانی مخلوقات میں فرشتہ ایک نورانی مخلوق ہے جو نظر نہیں آتی۔ خدا کے تمام فرشتے تسبیح وثناء میں مشغول

Marfat.com

رہتے ہیں اور خدا کے احکام کی بجا آوری میں منہمک ہیں لیکن جبرائیلؑ ،میکائیلؑ ،اسرافیلؑ اور عزرائیلؑ چار فرشتوں کو مختلف اہم مناصب پر فائز کر کے دوسروں پر فوقیت عطا کی گئی۔ یہی حال انسانوں کا بھی ہے۔ یہ بھی رنگ ونسل کے لحاظ سے ، جسامت وقوت کے لحاظ سے، ذہنی پسماندگی ودرا کی کے لحاظ سے، غربت وامارت کے لحاظ سے، زیبائی اور بدزیبی کے لحاظ سے کم تر وبرتر میں منقسم ہیں۔ الغرض خدائے حکیم نے کائنات کو گلہائے رنگ رنگ سے سجانے کے لئے اور مختلف چیزوں سے مختلف کام لینے کے لئے متناسب ومتناقص اور ہمہ پہلو اجسام واشکال اور اذہان پیدا کئے ہیں۔ ذوق نے کیا خوب ترجمانی کی ہے۔

گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینتِ چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

کائنات کی ہر چیز کے مطالعے کے بعد اگر ہم انبیاء کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ انبیاء میں سے ہر نبی، ہر رسول اور پیغمبر کو مختلف حالات، مختلف قسم کے انسانوں میں تبلیغ کرنے کے لئے مختلف صلاحیتیں، قوتیں اور علوم عطا کئے گئے۔ حضرت موسیٰؑ ، حضرت نوحؑ ، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی طرح بعض انبیاء کا کام بہت مشکل اور اہم تھا۔ جبکہ دوسرے انبیاء کو ایسے قاہر بادشاہوں اور جابر انسانوں سے واسطہ پڑا۔ بعض انبیاء قوموں کو زندہ کرنے کے لئے تشریف لائے تھے اور بعض انبیاء کو عاد اور ثمود جیسی خودسر اور متکبر قوموں سے واسطہ پڑا کہ جن کی سرکشی کی پاداش میں تباہی اور بربادی ان قوموں کا مقدر بن گئی۔ انبیاء قوموں کے لئے تباہی کا پیغام بن کر نہیں آتے بلکہ سرکش قومیں اپنے عمل سے ہی پیغمبروں کی بددعاؤں سے عبرت کا ورق بن جاتی ہیں۔ خدا تعالےٰ نے انسانوں کی راہنمائی کے لئے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء دنیا میں بھیجے۔ ان میں سے قرآن مجید میں چند انبیاء کا ذکر ملتا ہے۔ تحقیق کے مطابق ان میں تین سو پندرہ رسول تھے۔ ان میں سے بھی پانچ یعنی حضرت آدمؑ حضرت

Marfat.com

شیثؑ ،حضرت ادریسؑ ،حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ عبرانی تھے اور حضرت ہودؑ ، حضرت صالحؑ ،حضرت اسماعیلؑ ،حضرت شعیبؑ اور حضور نبی اکرم ﷺ عربی تھے۔

(بلوغ الادب حصہ اوّل ۳۵۹)

ہر نبی کو خدا تعالےٰ نے خصوصی امتیازات سے نوازا۔حضرت موسیٰؑ کو ہم کلامی کا شرف عطا کیا۔حضرت نوحؑ سے نسل انسانی وحیوانی کا دوبارہ آغاز کر کے انہیں آدم ثانی ہونے کا اعزاز بخشا۔حضرت ابراہیمؑ کو سولہ برس کی عمر میں آتش نمرود کے شعلوں سے گزرنا پڑا۔(مدارج النبوت ،حصہ اوّل ۔۶۱) گویا وہ ۱۶ برس کی عمر تک فکری ونظری تشکیک کے خارزاروں سے گزر کر ایمان وایقان کی وادیوں میں پہنچ چکے تھے۔ ان کی بیش بہا قربانیوں کے عوض خدا نے انہیں اپنا دوست یعنی خلیل بنالیا۔خدا کے ایک اور نبی حضرت ایوبؑ نے صبر وقناعت کا ایسا نمونہ پیش کیا جو آج تک داخلی وخارجی جبر سے انسانی مزاج پر پیدا ہونے والے اثرات یا انسانی مزاج میں پیدا ہونے والے نتائج کے اعتبار سے ایک روشن مثال ہے۔حضرت یوسفؑ کو حُسن میں لاثانی بنایا۔انہیں خوابوں کی تعبیر کا ادارک بخشا حضرت عیسیٰؑ کو بے جان جسموں میں روح پھونکنے کی معجزاتی قوتیں عطا کیں۔حضرت سلیمانؑ کو ہواؤں ،فضاؤں، فاصلوں اور جنوں پر تصرف عطا کیا۔حضرت داؤدؑ کو ایسا لحن عطا کیا کہ پہاڑ بھی ان کی آواز سن کر جھوم اُٹھتے اور آپ کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا۔

خدا تعالےٰ نے انبیاءؑ کو ان کی قوموں میں مقبول بنانے ،لوگوں کو ان کا گرویدہ بنانے اور مختلف سرشت رکھنے والے انسانوں کے دلوں میں ان کی محبت ہی نہیں خوف پیدا کرنے کے لئے بھی انہیں مختلف خصائص سے نوازا۔یعنی جو شخص یا گروہ اپنے نبی کی بات یا دلیل سننے پر آمادہ نہ ہوتا ،اسے کسی نہ کسی معجزے سے مرعوب ومسخر کیا جاتا۔ حضور سرور کونین ﷺ کے سوا تمام انبیاء کو نسبتاً چھوٹی قوموں ،مختصر علاقوں اور عبوری مقاصد کے لئے مبعوث کیا گیا لیکن حضور نبی آخر الزمان ﷺ کو نہ صرف

Marfat.com

انسانوں، جنوں، فرشتوں بلکہ ہر باشعور و بے شعور مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔ آپ کو محض خطہ حجاز کی طرف ہی نہیں بلکہ ساری کائنات کے لئے رسول ﷺ بنایا گیا۔ آپ پر نازل کی جانے والی کتاب کو خدا کی آخری اور مکمل کتاب کا درجہ دیا گیا۔ اس ہمہ پہلو اور ہمہ گیر منصب پر فائز کرنے کیلئے آپ کو اعلیٰ ترین صلاحیتیں، علم کا بے پناہ ذخیرہ، معجزات کی بے شمار قوتیں اور ہر چیز کی فطرت کا شعور عطا کیا گیا۔ آپ کو حسن و وجاہت میں یہاں تک کامل کر دیا کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ آپ ﷺ کو دیکھتے ہی پکار اُٹھے کہ وَجْهُهُ لَيْسَ وَجْهِ كَذّابٍ o (سیرت رسول عربی، علامہ نور بخش توکلی ۱۶۶) ''ان کا چہرہ کسی دروغ گو یا کذّاب کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔'' حضرت ہند بن ابی ہالہؓ بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔ (سیرت رسول ۱۶۷) آپ ﷺ کو ایسا خلق عظیم بخشا کہ آپ ﷺ کے اردگرد پھیلے ہوئے یہودی عیسائی اور دوسرے کفار بھی آپ کے حسنِ اخلاق، خوش گفتاری اور وعدے کی سچائی کے معترف تھے۔ آپ ﷺ کو عربی زبان اور اس کی ہر علاقائی بولی پر عبور عطا کیا گیا۔

عام الوفود کے دوران دور دراز دیہاتوں اور شہری علاقوں سے بے شمار لوگ اور گروہ آتے، آپ ﷺ سے تبلیغ کی درخواست کرتے اور آپ ﷺ ان سے ان کی علاقائی بولی میں بے تکان گفتگو فرماتے۔ گویا آپ ﷺ جوامع الکلم کے مالک تھے۔ آپ ﷺ کی زندگی ہر معاملے اور آپ کے ہر عمل کو حدیث و سنت کی صورت میں قرآن کی تفسیر کے طور پر قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا گیا۔ دوسری آسمانی کتابوں اور صحیفوں کے برعکس آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری خود خدا تعالیٰ نے اٹھائی۔ حضرت عیسیٰ کے حواری جبر شاہی کے خوف سے منتشر ہو گئے۔ حضرت موسیٰؑ کے بھائی حضرت ہارونؑ بھی قوم کو گوسالہ پرستی سے نہ روک سکے۔ لیکن حضور نبی اکرم ﷺ کو مخلص اور جانثار صحابہؓ کی ایسی کثیر

Marfat.com

تعداد عطا کی گئی۔ جنہوں نے آپ کے وصال کے بعد بھی اسلامی سلطنت کے قیام وتوسیع کے ساتھ ساتھ آپ کی تعلیمات کے ہر پہلو بلکہ آپ کی گفتگو کے ہر شوشے کی اپنی جان اور اولاد سے بڑھ کر حفاظت کو مقدس فرض سمجھ کر اقصائے عالم تک پہنچانے کی سعی عظیم بھی کی۔ اپنے عنوان کی جامعیت کے لئے انبیاءؑ کے علیحدہ علیحدہ خواص بیان کرنے کے بعد ہم یہاں ان کا تقابلی جائزہ لے رہے ہیں۔ تمام انبیاء خدا کے فرستادہ ہونے کے اعتبار سے محترم ہیں لیکن اپنے منصب، اپنی قوت کار، اپنے انداز تبلیغ اور اپنی حدود سلطنت کے اعتبار سے یکساں نہیں تھے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ٥ ''یعنی ہم نے رسولوں میں سے بعض کو بعضوں پر فضیلت عطا کی۔'' اس آیت کے مطابق مقام ومرتبے کے لحاظ سے تمام انبیاء ایک جیسے نہیں،، لیکن حضور نبی اکرم ﷺ کا مقام سب سے بلند ہے۔ آپ ﷺ کی رفعت شان کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کو تخت عطا کیا جو ہوا کے دوش پر سوار صبح سے زوال تک ایک مہینے اور زوال سے شام تک ایک مہینے کی مسافت طے کرتا تھا۔ جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ کو خدا نے معراج کی شب براق عطا کیا۔ جس نے ایک رات میں زمین سے عرش بریں اور پھر واپسی کا سفر طے کیا۔ حضرت داؤدؑ کے ہمراہ اگر پہاڑ تسبیح کرتے تو حضور ﷺ کے لئے کنکریاں کلمہ پڑھتیں۔ حضرت موسیٰؑ نے عصا مار کر پتھر سے بارہ چشمے رواں کئے تو غزوہ تبوک کے موقع پر آپ کی انگلیوں سے پانی کے فوارے پھوٹ نکلے۔ جس سے تمام لشکر سیراب ہو گیا۔ حضرت موسیٰؑ کا عصا خدا کے حکم سے سانپ بن جاتا جبکہ ستونِ حنانہ آپ ﷺ کی فرقت میں از خود رو دیا۔ حضرت موسیٰؑ نے خدا کے دیدار کی خواہش ظاہر کی لیکن اس کی ایک ہی تجلی سے طور جل اُٹھا اور حضرت موسیٰؑ بے ہوش ہو گئے جبکہ حضور ﷺ نے قرآن پاک کے مطابق معراج کی شب خدا کو دو کمانوں یعنی دو گز کے

Marfat.com

فاصلے سے ٹکٹکی باندھ کر دیکھا۔ حضرت عزیرؑ اور حضرت ابراہیمؑ نے خدا سے حیات بعد الموت کے مشاہدات طلب کئے جس پر خدا نے ان سے سوال کیا کہ کیا آپ کو اس کا یقین نہیں۔ انہوں نے فرمایا، ہم اطمینان قلب کے لئے ایسا چاہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عزیرؑ اور ان کے گدھے پر تین سو برس تک موت طاری کئے رکھی اور پھر انہیں زندہ کیا اور حضرت ابراہیم سے فرمایا کہ چار پرندے ایسے سدھائیں جو آپ کی آواز پر لپکتے ہوئے آئیں۔ پھر انہیں ذبح کر کے ان کی بوٹیاں پہاڑوں پر رکھ کر انہیں آواز دیں۔ جب ایسا کیا گیا تو وہ زندہ ہو کر آپ کے پاس پہنچ گئے لیکن حضور ﷺ کو شب معراج خود ہی جنت اور دوزخ برپا کر کے جزاء اور سزا کے تمام مناظر دکھا دیئے۔ حضرت عیسیٰؑ مردہ انسانوں کو زندہ کرتے تھے لیکن حضور نبی اکرم ﷺ نے ذہنی طور پر مردہ انسانوں میں عمل کی روح پھونک کر انہیں ایک زندہ قوم بنا دیا۔ حضور ﷺ کا اسم گرامی ''محمد'' ﷺ خدا تعالیٰ کے اسم مبارک ''محمود'' سے مشتق ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے خدا سے دعا کی رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ (طٰہٰ) اے میرے پروردگار! میرا سینہ میرے لئے کھول دے۔'' لیکن اس کے مقابلے میں حضور سرور کائنات ﷺ کو خدا تعالیٰ نے بن مانگے ہی فرما دیا۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ (انشراح) کیا ہم نے آپ کا سینہ آپ کے لئے روشن نہیں کیا۔ اسی طرح ایک اور جگہ حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا کا ذکر ہے۔ جس پر وہ فرماتے ہیں۔ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ ہ'' مجھے جنت کی نعمتوں کا وارث کر۔'' جبکہ خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو خود ہی بطور انعام حوض کوثر یا خیر کثیر عطا کی! اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرْ ہ ''ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا۔ قرآن پاک نے خلیل اللہ کے حسنِ طلب کو ایک اور جگہ یوں محفوظ کر رکھا ہے۔ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ہ (شعراء) حضرت ابراہیمؑ نے اپنی خواہش کو یوں دعا کا روپ دیا کہ ''پروردگار! آئندہ امتوں میں میرا ذکر قائم رکھ'' لیکن دوسرے انبیاء کی نسبت خدا خود چاہتا ہے کہ اپنے آخری نبی ﷺ کا ذکر جمیل

Marfat.com

ہمیشہ قائم رہے۔سورۃ الم نشرح میں خدا تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ۝ ''اور ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔'' اس ضمن میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی ایک روایت بھی ہے کہ حضور نبی عالم ﷺ نے فرمایا، جبرائیلؑ نے ایک دن عرض کی کہ پروردگار عالم نے فرمایا ہے۔ ''آپ جانتے ہیں میں نے آپ کا ذکر کیسے بلند کیا۔'' ''میں نے کہا۔'' ''اللہ ہی بہت بہتر جانتا ہے۔'' جبرائیلؑ نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اذا ذکرت معی 'میں نے آپ ﷺ کے ذکر کو اپنے ذکر میں شامل کر لیا۔ یعنی جہاں میرا ذکر ہو گا وہاں آپ کا ذکر بھی ہو گا۔'' کلمہ شہادت اس کی بہترین مثال ہے جس میں اللہ کے ساتھ حضور ﷺ کی ذات و رسالت کا بھی ذکر ہے۔ اللہ نے اپنے ذکر کے ساتھ حضور ﷺ کی اطاعت کو بھی اپنی اطاعت قرار دے کر سارے فرق کو مٹا کر رکھ دیا۔ مَنْ یُطِع الرّسول فقد اطاع اللہ ۔اس آیت کے بعد کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں رہی کہ رسول خدا ﷺ کی اطاعت ہی دراصل خدا کی اطاعت ہے۔

سرزمین فلسطین کئی پیغمبروں کا مولد و مدفن ہے۔ کنعان حضرت ایوبؑ کی آماجگاہ تھی۔ مصر حضرت یوسفؑ کی جولانگاہ اور حضرت موسیٰؑ کی رزمگاہ رہی لیکن کسی شہر یا ملک نے نبی کی ذات کی وجہ سے وہ تقدس حاصل نہیں کیا جو حضور ﷺ کی ذات گرامی کی وجہ سے مکہ مکرمہ کو حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مکہ شہر کی قسم کھائی ہے قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ لَا اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ ہ وَاَنْتَ بِھٰذَا الْبَلَدِ ہ یعنی ہمیں اس شہر کی قسم، جس شہر میں آپ رہتے ہیں۔ حضور ﷺ اس وقت مکہ میں رہائش پذیر تھے۔ مکہ مکرمہ کو یہ اعزاز صرف آپ کی نسبت کی وجہ سے حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو اپنی عبادت اور اپنے احکام کی بجا آوری کے لئے پیدا فرمایا۔ اسی طرح انسان کو پیدا کرنے کے بعد اُسے عبادات کا پابند کرنے کے لئے کئی احکامات نازل کئے۔ گویا عبادات ہی مقصود تخلیق ہے۔ لیکن جب اس کا محبوب راتوں

Marfat.com

کو دوران قیام وسجود اپنے پاؤں متورم کر لیتا۔ سادگی حیات کو اپنانے کی دھن میں فقر وفاقہ کی مشقتیں برداشت کرتا۔ عرب کے نادان انسانوں کو آگ کی طرف لپکتے دیکھ کر اپنے ذہن وقلب میں تفکرات بلکہ دکھ کے تمام نشتر اتار لیتا تو تبلیغ دین کے راستے میں اٹھائی جانے والی اذیتوں کو دیکھ کر رب کائنات بھی مضطرب ہو کر پکار اٹھتا۔ طٰہٰ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤیo ''ہم نے قرآن آپ کو مشقت میں ڈالنے کے لئے نازل نہیں کیا۔ یہ شان رسالت کا اعلیٰ ترین مقام ہے کہ خدا تعالیٰ دوران عبادات اور دوران تبلیغ بھی آپ کے رنج ومحن کو برداشت نہیں کر سکتا۔ حالانکہ انبیاء آرے سے بھی چیرے گئے۔ برسوں قید وبند کی مشقتیں بھی جھیلتے رہے۔ بیٹے کی جدائی میں تمام عمر روتے بھی رہے۔ حضرت ایوبؑ کی طرح مدتوں ان کا بدن زخم زخم بھی رہا۔ لیکن خدا کسی کی تکلیف پر اتنا مضطرب نہیں ہوا۔ قرآن پاک میں ایک اور جگہ خدا کی حضور ﷺ سے محبت اور عقیدت کا انتہائی انداز ملتا ہے کہ خالق کائنات، تمام مخلوق جس کی محتاج ہے۔ کائنات کا ہر ذرہ جس کی حمد وثنا پر مامور ہے۔ لوگ رو رو کر جس کے حضور آنسوؤں اور التجاؤں کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔ پیغمبر اور رسول جس کی رضا جوئی کے لئے لرزاں وترساں ہیں۔ وہ خدا، وہی خالق، وہی جبار وقہار ساری کائنات میں صرف ایک شخصیت کے بارے میں فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ. یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًاo

''یعنی اللہ اور اس کے فرشتے اپنے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجو۔'' اس آیت میں قیامت تک کے اہل ایمان پر اس سنت خداوندی کی اقتداء لازم قرار دے دی گئی۔ حضور سرور کائنات ﷺ کی اس سے بڑی فضیلت اور کیا ہوگی۔ یہی نہیں بلکہ آپ کی فضیلت خدا کے نزدیک پہلو بدل بدل کر سامنے آتی ہے۔ خدا نے قرآن میں حضور ﷺ کو ''مسلم اول'' قرار دیا اور ساتھ ہی یہ

Marfat.com

بھی فرما دیا کہ قیامت کے روز دین اسلام کے سوا کوئی دین قبول نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ دین ہی اس کے پیارے نبی ﷺ کا دین ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے فضائل کا بیان ہو تو انسان کا قلم عجز کی وادیوں میں لڑکھڑا جاتا ہے۔ کیونکہ جس ذات کی تعریف میں خود خالق رطب اللسان ہو انسان اس کی فضلیت کو کہاں تک بیان کر سکتا ہے۔ خدا نے قرآن کریم میں تمام انبیاء کو ان کے ذاتی ناموں سے مخاطب کیا ہے۔ لیکن نبی محترم ﷺ کو کسی جگہ یَا اَیُّهَا الْمُزَّمِّل کہا تو کہیں یَا اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ فرمایا۔ کہیں یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اور یَا اَیُّهَا الرَّسُوْل کہہ کر انہیں ان کے وصف نبوت و رسالت سے خطاب کیا۔ قرآن پاک میں بعض مقامات پر آپ کو آپ کے اسم گرامی سے اگر پکارا بھی گیا ہے تو وہاں بھی صرف نام نہیں بلکہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه فرمایا گیا ہے بلکہ بعض مفسرین نے حروف ابجد کے حساب سے لفظ طٰہٰ کے اعداد نکالے ہیں۔ ط کے ۹۔ اعداد اور ہ کے ۵۔ دونوں کو ملایا جائے تو یہ ۱۴۔ اعداد بنتے ہیں۔ ان کے خیال میں اللہ نے طٰہٰ کہہ کر حضور ﷺ کو چودھویں کا چاند کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر آخر الزمان ﷺ کو بہت سے فضائل سے نوازا۔ کیونکہ آپ کے بعد نبوت کا سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے اپنی تمام نعمتیں، اپنی تمام عنایات، اپنی تمام نشانیاں اور اپنے تمام احکامات کو مکمل صورت میں آپ پر نازل فرما دیا۔ پہلے مذاہب میں جہاں انسانوں کے لئے بعض احکامات و معاملات میں بڑی سختیاں تھیں۔ اسلام میں بہت سے معاملات میں گنجائش اور نرمی روا رکھی گئی۔ مثلاً پہلے مذاہب میں جنگ کی غنیمتیں انسانوں پر حرام تھیں لیکن اسلام میں مال غنیمت اہل جنگ کے لئے حلال کر دیا گیا۔ اسلام کے سوا تمام مذاہب میں عبادات کے لئے مخصوص مقامات مقرر ہیں۔ جبکہ اسلام نے تمام روئے زمین کو خدا کی عبادات گاہ قرار دے دیا۔ اس سلسلے میں حضرت جابرؓ کی ایک روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔

Marfat.com

ا۔ ایک ماہ کی مسافت تک رعب و دبدبے کی مدد مجھے عطا کی گئی۔

۲۔ ساری زمین میرے لئے سجدہ گاہ قرار دی گئی۔

۳۔ مالِ غنیمت میرے لئے (یعنی میری امت کے لئے) حلال کر دیا گیا۔

۴۔ مجھے شفاعت کا اختیار دیا گیا۔

۵۔ ہر نبی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا ہے لیکن مجھے تمام انسانوں اور دوسری مخلوقات کی طرف بھیجا گیا۔ (سیرت ابن ہشام جلد اوّل)

حضور نبی محترم ﷺ کی اس رفعت شان کا اعلان قرآن پاک بھی واضح طور پر کر رہا ہے۔ سورۃ الاعراف کی آیت قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا ۝ آیت میں قیامت تک کے انسانوں کو مخاطب کر کے حضور ﷺ کی زبانِ اقدس سے کہلوایا گیا ہے کہ "میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔" یہی نہیں بلکہ حضور سرور کونین ﷺ کو تمام جنوں، فرشتوں، جانوروں اور شجر و حجر کے علاوہ تمام انبیاء کی طرف بھی نبی بنا کر بھیجا گیا۔ چنانچہ تمام کتب مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے اور پھر انبیاء نے اپنی امتوں سے حضور نبی آخر الزمان ﷺ پر ایمان لانے کا عہد لیا اور یہ عہد نسل در نسل چلتا رہا۔ حضور امام الانبیا ﷺ پر ایمان لانے والے اپنی اولادوں کو وصیت کرتے رہے کہ اگر تم حضور ﷺ کا زمانہ پاؤ تو اُن پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔ اسی جذبے اور ایمان کے زیر اثر حضرت خدیجہؓ کے ایک عزیز اور معروف راہب ورقہ بن نوفل نے نبوت سے قبل حضور ﷺ کو پہچان لیا اور اور بڑی حسرت سے کہا کہ "کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں۔ جب آپ کی قوم آپ کو وطن سے نکال دے گی۔" حضرت ابوسعید خدریؓ کی ایک روایت کے حوالے سے حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں فخر سے کہتا ہوں۔

ا۔ قیامت کے روز میں تمام اولاد آدم کا سردار رہوں گا۔

۲۔ لواء حمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔

Marfat.com

۳۔تمام انبیاء میرے ہی علم کے نیچے ہوں گے۔
۴۔سب سے پہلے میری ہی قبر کھلے گی۔
۵۔سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور میری شفاعت قبول ہو گی۔

حضور امام الانبیا ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ کائنات کے واحد انسان تھے جن پر خدا نے اپنی رحمت کے تمام دروازے کھول دیئے۔ جن پر اپنی عنایات کے سب خزانے لٹا دیئے، جن پر اپنی محبت کی ساری ادائیں نچھاور کر دیں، جن پر اپنی ربوبیت کے سارے راز منکشف کر دیئے، خدا خود جن پر نازاں ہے اور ان پر درودوں کی سوغاتیں بھیجتا ہے۔ تمام دنیاوی رشتے قیامت کے دن منقطع ہو جائیں گے۔ لیکن حضور ﷺ کے ساتھ استوار کئے ہوئے مادی اور روحانی رشتے قائم رہیں گے۔ حضرت آدمؑ ابوالبشر ہیں، لیکن روز قیامت آپ کو صرف ابو محمد ﷺ کی کنیت پر فخر ہو گا۔ یہ آپ کی ذات اقدس کا ہی فیضان ہے کہ آپ کے دس جانثاروں کو ان کی زندگی میں ہی جنت کی بشارت دے دی گئی۔ ان عشرہ مبشرہ حضرات کے علاوہ بھی آپ نے فرمایا۔ اصحابی کالنجوم۔ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ تم نے ان میں سے جس کسی کی اقتداء کی، راہ پالی۔ اگر انکار کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

تمام انبیاء و مرسلین اللہ کے برگزیدہ انسان تھے اور بطور مسلمان تمام انبیاء پر ایمان لانا ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ تمام اُمتیں اپنے نبی کے سوا ہر پیغمبر کو مسترد کرتی ہیں لیکن مسلمان کے لئے ہر نبی کو تسلیم کرنا فرض ہے۔ اس کے باوجود عمل کے لئے توریت و انجیل نہیں بلکہ قرآن ہمارے لئے راہنما ہے۔ دوسرے انبیاء کی زندگیاں ہمارے لئے قابل تقلید نہیں بلکہ صرف حضور نبی آخر الزماں ﷺ کی سنت ہی ہمارے لئے نور ہدایت کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ حضرت سلیمانؑ کی زندگی میں شان و شوکت بھی ہے، حکومت و فرمانروائی بھی ہے لیکن ان کے ہاں فقر و فاقہ کا کوئی تصور موجود نہیں۔ حضرت نوحؑ کے ہاں تبلیغ و ارشاد کے تمام لوازمات موجود ہین لیکن سپاہیانہ امور پر کوئی راہنمائی نہیں ملتی۔ حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ تھے۔ انہوں نے فرعون

Marfat.com

کی سطوت کو للکارا۔ لیکن آپ کی ساری زندگی میں وہ خلق عظیم ناپید ہے جو دلوں کو مسخر کرے۔ حضرت ابراہیمؑ کی پوری زندگی تسلیم و رضا کا شاہکار تھی لیکن قومی نظم وضبط اور سیاسی امور ان کے ہاں مفقود تھے۔ حضرت عیسیٰؑ دست شفاء کے مالک تھے۔ مُردوں کے لئے پیغام قُمْ بِاذْنِ اللہ تھے لیکن ازدواجی زندگی کے بارے میں ان کی ذات وتعلیمات بالکل خاموش ہیں۔ بہت سے انبیاء کو ہجرت کی راہ گزاروں سے سابقہ پڑا ہوگا۔ لاتعداد انبیاء کو طائف جیسی سنگ زنی سہنا پڑی ہوگی۔ کفار کی ایذا رسانی نے تمام انبیاء کے دلوں پر زخم لگا دیئے ہوں گے لیکن سنگ باری کے جواب میں دعا کس نے دی۔ ایک گال پر تھپڑ کے جواب میں دوسری گال آگے کرنے کی تعلیم انسانی سرشت کے خلاف ہے لیکن بدلہ لے سکنے کی سکت رکھتے ہوئے معاف کرنے کا حکم نہیں بلکہ عفو کا پہلو اجاگر کرنے کی تلقین کس نے کی۔ ہجرت کرنے پر بھی اگر کفار کا تعاقب جسم و جاں کا روگ بن جائے تو بدر واُحد کا میدان آراستہ کرنے کا فن کس نے سکھایا۔ افواہ سازی کے مقابلے میں تحقیق و جستجو کا حکم کس نے دیا۔ اگر میدان جنگ میں فوج کے پاؤں اُکھڑ جائیں تو مایوسی وابتری کی حالت میں نظم وضبط کا طریقہ کس نے وضع کیا۔ اگر فقر و فاقہ کے بعد خوش حالی کا دور آجائے تو زندگی کو متوازن رکھنے کا اسلوب کس نے سکھایا اگر تمام جان گسل اور کٹھن مرحلوں سے گزر کر فتح مکہ کی منزل میسر آجائے تو خون کے پیاسوں کو معاف کر دینے کا حوصلہ کس نے پیدا کیا۔ اپنی زندگی میں ہی رموز حیات کے تمام پہلوؤں پر عمل کر کے اور ایک لاکھ سے زیادہ انسانوں کو اپنی آغوش تربیت میں پرورش کر کے کس نے ایک قوم تشکیل دی۔ یقیناً یہ اُسی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے جو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جو آفتاب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ "اے اللہ! مجھے کعب بن اشرف کے فتنہ سے محفوظ فرما۔" اشرف بنی نبہان کا ایک یہودی النسل عرب تھا۔ مکہ مکرمہ میں دوران قیام، عالم شباب کے نشے میں اس نے ایک بے گناہ کا خون کر دیا۔ وہ جانتا تھا کہ انتقام عربوں کی فطرت ثانیہ ہے۔ اسی خوف نے اسے مدینہ پاک کی طرف فرار ہونے پر مجبور کر دیا۔ مدینہ پاک جو اُس وقت تک یثرب تھا وہاں اس نے قبیلہ بنونضیر سے تعلقات استوار کر لئے اور اپنے مال و دولت کی وجہ سے آہستہ آہستہ قبیلے کا ایک معزز سردار بنتا چلا گیا یہیں اس نے ایک یہودی سردار کی بیٹی عقیلہ بنت ابی حقیق سے شادی کر لی۔ جس سے کعب پید ہوا۔ کعب ناز و نعم میں پرورش پا کر خوبرو، دراز قد اور فربہ اندام نوجوان بنا۔ وہ دولت مند ہونے کے ساتھ ساتھ عمدہ شعری صلاحیتوں سے بھی بہرہ ور تھا۔ جب اس کے کانوں میں نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خبر پہنچی تو اس نے معاصرانہ چشمک، یہودیانہ فطرت اور اپنے قبیلے والوں کی تقلید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تعصب اور مخالفت کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنی شعری صلاحیتوں کے تمام تیر و نشتر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور گستاخی کے لئے وقف کر دیئے۔ معاشرے کے ایک عام فرد کی مخالفت اس کی اپنی ذات تک محدود رہتی ہے لیکن ایک سربرآوردہ شخص کی دشمنی کے اثرات پورے معاشرے میں پھیل کر ایک مہیب صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ غزوہ بدر میں کفار کی شکست نے اسے مزید برانگیختہ کر دیا۔ اس نے نہ صرف مقتولین کفار پر آنسو بہائے۔ ان کی یاد میں مرثیہ نگاری کی

Marfat.com

بلکہ کفار مکہ کے ہر قبیلے کو مالی امداد کی پیش کش کر کے اس کے جوش انتقام کو بھڑکانے کی کوشش بھی کرتا رہا۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت حسان بن ثابتؓ کو اس کے جواب پر مقرر تو فرمادیا لیکن اس کی مخالفت کا طوفان شعروں سے روکا نہ جاسکا۔ آخرکار جب اس کی ریشہ دوانیاں حد سے بڑھ گئیں تو آپ ﷺ نے خدا تعالیٰ سے اعانت طلب کی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے انقباض طبیعت کو دیکھ کر آپ کے جانثار محمد بن مسلمہؓ مشتعل ہو گئے۔ آپؓ نے عرض کی کہ ''اے میرے آقا ﷺ کعب بن اشرف میرا ماموں ہے، لیکن آپ کی محبت کے مقابلے میں دنیاوی اور خونی رشتے ریت کی دیوار ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس سے آپ ﷺ کی گستاخی کا بدلہ لے لوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا ''اگر تم ایسا کر سکتے ہو تو ضرور کرو۔'' لسان نبوت ﷺ سے اجازت ملنے پر اُس پروانہ رسالت ﷺ نے کعب کے رضاعی بھائی حضرت ابونائلہؓ سلکان بن سلامہ، حضرت عبادؓ بن بشیر اور حارثؓ بن اوس سے مل کر اُس دشمن رسول ﷺ کو واصل جہنم کیا۔ (محمد رسول اللہ ﷺ شیخ محمد رضا) جنگ کے علاوہ کسی گستاخ رسول ﷺ کا یہ پہلا قتل تھا۔ جو جنگ بدر کے بعد ربیع الاوّل ۳ھ جولائی ۶۲۴ء کو پیش آیا۔ جس نے یہود و کفار پر لرزہ طاری کر دیا کہ اب صحابہ کی تلواریں ان کے گھروں تک پہنچ چکی تھیں۔

حضور سرور دو عالم ﷺ خدا کے آخری رسول تھے۔ کائنات میں آپ ﷺ سے پہلے بڑے بڑے برگزیدہ پیغمبر جن میں حضرت موسیٰ کلیم اللہؑ، حضرت عیسیٰ روح اللہؑ، حضرت اسماعیل ذبیح اللہؑ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ اپنے اپنے مناصب پر فائز رہ کر دنیا کو خیر باد کہہ چکے تھے۔ اب خدا کے محبوب ﷺ کی باری تھی۔ جن کے لئے لاکھوں برسوں سے اس کائنات کو سنوارا جا رہا تھا۔ جن کی اطاعت کو خدا نے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کہہ کر اپنی اطاعت قرار دیا جن کے ارشادات کو وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ وحی الٰہی قرار دے کر اپنی طرف منسوب کر لیا۔ قرآن حکیم احکامات ربانی کا ایک خوبصورت مرقع ہے لیکن حضور نبی عالم ﷺ نے

Marfat.com

اس کی عملی تشریح کا فریضہ سرانجام دے کر اسے انسانوں کے لئے قابل عمل بنایا۔ آپ ایک قائد ہیں۔ راہنما ہیں۔ خدا کے فرستادہ، ہیں۔ ایک نئی اُمت بلکہ ایک نئی قوم آپ کی ذات گرامی سے تشکیل پائی۔ ان تمام حیثیتوں کو اگر یکجا کیا جائے تو آپ کی اطاعت ہی خدا کی اطاعت قرار نہیں پاتی بلکہ آپ کی شان اقدس کا گستاخ خداتعالیٰ کا باغی اور سرکش گردانا جائے گا۔ جس کی بیخ کنی کا فرض نہ صرف صحابہ کرامؓ پر فرض تھا بلکہ آج بھی ہر مسلمان پر عائد ہوتا ہے۔ کیونکہ خود رب کائنات نے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی توہین کسی صورت برداشت نہیں کی۔ اس نے ہر دشمن رسول ﷺ کو ملیا میٹ کر ڈالا۔ اس تناظر میں کعب بن اشرف کا قتل محض محمد ﷺ بن عبداللہ کی ذات کے لئے نہیں تھا بلکہ اُس ناموس رسالت ﷺ کے لئے تھا جسے خالق کائنات نے انسانوں کی رہبری کے لئے دنیا میں بھیجا تھا۔ آپ خدا کی طرف سے انسانوں کے امیر مقرر کئے گئے تھے جن کی ہر بات اور جن کا ہر عمل لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ تمام بنی نوع انسان کے لئے مشعل راہ ہے۔ خدا نے آپ ﷺ کو ایسے ''حکم'' کا درجہ دے رکھا ہے جن کی رائے یا فیصلے سے اختلاف خود خدا کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ آپ کی حیثیت کا تعین کرتے ہوئے سورۃ النساء میں رب ذوالجلال کا فرمان ہے فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ یعنی'' جہاں تمہارا آپس میں کوئی تنازعہ یا اختلاف رونما ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرو۔'' اس آیت میں صرف رجوع کا حکم ہے لیکن سورہ انفال کی اس آیت کے مطابق رسول خدا ﷺ کے فیصلے پر جو لوگ اپنے دل میں تنگی محسوس کرتے تھے ان کے لئے عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ اگر اللہ اور اس کی رسول ﷺ کی کوئی بات تم پر شاق گزرے تو اللہ کا عذاب بڑا شدید ہے۔ دیکھئے حضور ﷺ کے لبوں سے نکلی ہوئی ہر بات خدا کے نزدیک کتنی اہمیت کی حامل ہے۔ کیونکہ رب دوجہاں نے اپنے نبی ﷺ کو اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۝ کتاب، حکمت و دانائی اور نبوت جیسی خصوصیات سے نوازا۔ یہ تینوں اوصاف نبی کے علاوہ کسی آدمی کے پاس نہیں

Marfat.com

ہوتے۔ انہیں اوصاف کی بنا پر نبی بشر تو ہوتا ہے لیکن سید البشر ہوتا ہے۔ نبی انسان تو نظر آتا ہے لیکن کائنات کی ہر چیز سے افضل ہوتا ہے اور نبی کا اتباع، صاحب کتاب ہونے، صاحب حکمت ہونے اور صاحب نبوت ہونے کی وجہ سے انسانوں پر فرض قرار دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ خدا سے محبت کا دعویٰ بھی اس وقت تک نامکمل رہتا ہے جب تک اس کے رسول ﷺ سے محبت نہ کی جائے۔ سورہ آل عمران میں اس کا صریح حکم موجود ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللہ o ''آپ ﷺ فرما دیجئے کہ اگر تمہیں خدا سے محبت ہے تو میری اتباع کرو خدا تم سے محبت کرے گا۔''

گویا نبی ﷺ کا اتباع خدا کی محبت اور خوشنودی کے حصول کا ذریعہ ہے، سرور عالم ﷺ کی پیروی اطاعت اور محبت میں خدا کا قرب پوشیدہ ہے۔

اب اگر ان آیات کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ نبی پاک ﷺ سے اختلاف آپ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی یا آپ ﷺ کی ذات سے دشمنی، براہ راست خدا کی گستاخی اور دشمنی کے مترادف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ کے حقیقی چچا ابولہب نے رسول خدا ﷺ کے منصب تبلیغ کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ آپ ﷺ کی ذات مقدس کو اپنی مذموم سرگرمیوں کا نشانہ بنانا شروع کیا۔ آپ ﷺ پر نازیبا الزامات کی بوچھاڑ کی۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کو مارنے کی سعی کی تو خداوند تعالیٰ کی آتش غضب بھڑک اُٹھی۔ اس نے پورے قرآن پاک کے انداز بیان اور اس کے مزاج یعنی...... (Temprament) سے ہٹ کر نہایت غصے کے عالم میں فرمایا۔ تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ o مَا اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ o ''اے ابولہب! تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور تیرا مال واولاد تیرے کسی کام نہ آئے۔'' تاریخ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی موت کو عبرت کا ورق بنا ڈالا۔ ابولہب نے تو بہت بڑی گستاخی کی تھی۔ ربّ دوجہاں نے تو معمولی باتوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ جہاں اسے کسی انسان کے معمولی سے عمل میں بھی توہین کا پہلو اور گستاخی کا شائبہ بھی دکھائی دیا اسنے فوراً وحی کے ذریعے لوگوں کو خبردار کیا کہ کوئی جاہل آپ ﷺ کو آپ کی اقامت گاہ

Marfat.com

کے باہر کھڑے ہو کر آواز نہ دے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ o ''جو لوگ آپ ﷺ کو حجروں کے باہر سے آواز یا نداد یتے ہیں ان میں اکثر عقل سے خالی ہیں۔'' وَلَوْ اَنَّھُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْھِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ o ''اگر وہ آپ کے گھر سے نکلنے تک صبر سے کام لیتے تو یہ ان کے حق میں بہتر ہوتا۔'' دیکھیے آپ ﷺ کو گھر کے باہر سے آواز دینا بھی خدا کی نظر میں کسر شان ٹھہرا۔ اس زمانے کے عرب بدویانہ زندگی گزارتے تھے۔ آزاد طبع انسان ایک خاص تمکنت کا حامل ہوتا ہے۔ وہ لوگ درباروں کے آداب سے ناآشنا تھے۔ تلوار کے لہجے میں بات کرنے والے ریشم کی زبان سے ناواقف تھے لیکن خدا کو بھی اپنے نبی محترم ﷺ کی شان، آبرو اور حرمت کا بہت خیال تھا۔ وہ یہ برداشت بھی نہیں کر سکتا تھا کہ لوگ ان کے سامنے اونچی آواز سے بات بھی کریں یا طرز تخاطب میں بدویانہ انداز اختیار کریں چنانچہ ایسی ہی صورت حال میں سورۃ الحجرات کی یہ آیات نازل کی گئیں۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ o ''اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے پست رکھو اور جس طرح جہری یعنی بلند آواز سے آپس میں باتیں کرتے ہو اس طرح ان ﷺ کے سامنے نہ بولا کرو۔'' اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ o ''ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔'' حضور نبی اکرم ﷺ بحیثیت انسان اخلاق کریمانہ کے مالک تھے۔ احترام آدمیت کے داعی تھے۔ صاحب خلق عظیم تھے۔ کسی طبقے یا فرد کی طرف سے اگر آپ کی دل آزاری کی بھی جاتی تو آپ اپنے مشن کی کامیابی کے لئے اسے نظر انداز کر جاتے۔ لیکن خدائے قدوس نے کسی موقع پر بھی اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی توہین برداشت نہیں کی۔ نہ صرف ان بدتہذیب اور گستاخ لوگوں کو انتباہ کیا، ان کی گوشمالی کی بلکہ انہیں سخت ترین سزائیں بھی دیں۔ قرآن پاک میں ایسی بے شمار آیات موجود ہیں۔ مثال کے طور پر سورۃ الاحزاب کی ۵۷ ویں آیت میں خدا نے اپنے پیغمبر ﷺ کو اپنی ذات

Marfat.com

اقدس سے مربوط کر کے فرمایا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّلَھُمْ عَذَاباً مُّھِیْناًo (الاحزاب: ۳۳/۵۷) ''جو لوگ خدا اور رسول ﷺ کو رنج پہنچاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں خدا لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

گویا خدا کو رنج پہنچانے والا اس کے رسول ﷺ کو بھی رنج پہنچاتا ہے اور اس کے رسول ﷺ کو رنجیدہ کرنے والا خدا کو غضبناک کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی حضور ﷺ کی عزت و ناموس کی حفاظت کے لئے سورۃ توبہ میں شاتمِ رسول ﷺ کو ان الفاظ میں زبردست وعید کی گئی۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌo ''اور جو لوگ رسول خدا ﷺ کو رنج اور تکلیف پہنچاتے ہیں ان کے لئے عذاب الیم تیار ہے۔'' پورے قرآن پاک کے مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ احکام وقوانین کے علاوہ قرآن حکیم حضور ﷺ کی مدح و ستائش کا نام بھی ہے۔ حضور ﷺ کے لئے تسلی و تشفی کا پیغام بھی ہے۔ کفار کے اعتراضات اور نبی محترم ﷺ پر لگائے گئے الزامات واتہامات کا جواب بھی ہے۔ بعض آیات سے تو یوں مترشح ہوتا ہے جیسے اپنے نبی ﷺ کی طرف سے خود خدا کفار و معاندین سے نبرد آزما ہے۔ ایک دفعہ بعض ازواج مطہراتؓ نے اپنے شوہر اقدس کے خلاف باقاعدہ محاذ قائم کر کے آپ ﷺ کی خانگی زندگی کو غیر مطمئن کرنے کی کوشش کی۔ معمولی سے واقعے نے گھمبیر صورت اختیار کر لی۔ پریشانی خاطر کے باوجود آپ نے ایک بردبار اور باوقار انسان کی طرح سکوت اختیار کر لیا لیکن خدا کو یہ کب گوارا ہوا کہ پورے کرہ ارض کے انسانی قافلے کی قیادت کرنے والے اپنی بیویوں سے شکست کھا جائیں یا وہ شخصیت ﷺ خود خدا جن کی خوشنودی کا خواہاں ہے، چند عورتوں کی وجہ سے تنگ دل ہو۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے اس تکدر کو دور کرنے کے لئے اس موقع پر ایک خاص سورت، سورۃ تحریم نازل کی جس میں خدا نے رسول ﷺ کی تشفی کے لئے ازواج مطہرات کو واضح انتباہ کیا۔

وَاِنْ تَظٰھَرُوْا عَلَیْہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ

Marfat.com

وَالْمَلٰئِكَةُ بَعْدَ ذَالِكَ ظَهِيرٌ ٥ ''اگر تم نے نبی ﷺ کے مقابلے میں باہم جتھ بندی کی تو خوب جان لو کہ (حضور ﷺ اکیلے نہیں) اللہ بھی ان کا مولیٰ اور مددگار ہے۔ جبریلؑ بھی ان کے ساتھ ہیں۔ تمام سچے مومن اور تمام ملائکہ بھی ان کے ساتھی ہیں۔''

حضور نبی اکرم ﷺ کو بے یار و مددگار، بے بس اور مجبور و بے نوا سمجھنے والوں کو یہ زبردست تازیانہ تھا۔ اس سے اگلی آیت میں بات مزید کھول کر بیان کی گئی ہے۔

''بعید نہیں کہ اگر نبی اکرم ﷺ تم سب بیویوں کو طلاق دے دیں تو اللہ انہیں تمہارے بدلے میں ایسی بیویوں عطا کر دے جو تم سے بہتر ہوں اور وہ سچی مسلمان ہوں۔ باایمان ہوں۔ اطاعت گذار، توبہ گذار اور عبادت گذار ہوں اور روزہ دار بھی ہوں۔ چاہے وہ باکرہ ہوں یا شوہر دیدہ۔''

اب سورہ تحریم کے بعد سورۃ احزاب میں نافرمانی رسول ﷺ کی اگلی سزا کا اشارہ دیا گیا ہے۔ کہ بات صرف طلاق تک ختم نہیں ہوگی بلکہ یٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ٥ ''اے نبی ﷺ کی بیویو! تم میں سے جو کوئی ناشائستہ الفاظ سے پیغمبر خدا ﷺ کو ایذا دینے کی حرکت کرے گی تو اس کو (عام عورتوں کی نسبت) دگنی سزا دی جائے گی۔''

بیویاں شریک حیات تھیں۔ رنج و الم میں غمگسار اور مسرت و انبساط کی ساتھی تھیں۔ صحابیہ اور مومنات تھیں۔ لیکن اللہ کے نبی ﷺ کو دکھ دینے والا چاہے کوئی بھی ہو نظر انداز کرنے کے قابل نہیں۔ قابل گرفت ہے۔ معافی کے قابل نہیں۔ قابل گردن زنی ہے۔ خدا یہ کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ اس گل تر ﷺ کی کوئی پتی بھی کسی کے نفس گرم سے مجروح ہو۔ کسی گستاخ کا ترش و تلخ کلمہ آپ ﷺ کے قلب مطمئنہ پر خراش ڈال سکے۔ خدا تعالیٰ نے قدم قدم پر نور نبوت کو مخالفت کے طوفانوں، سازشوں کی آندھیوں اور قتل و خونریزی کی وارداتوں سے محفوظ رکھا۔ یہاں تک کہ حضور نبی محترم ﷺ کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی ہر کوشش کو ناکام کرنے کی تدبیریں بھی کی گئیں۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ "کفارو منافقین مسلم اوّل ﷺ اور اسلام کے خلاف سازشیں کرتے، منصوبہ سازی کرتے اور بے یقینی کی زمین میں شک کا بیج بونے کے لئے آپس میں سرگوشیاں کرتے۔ ویسے تو بھری محفل میں یہ انداز گفتگو آداب محفل کے خلاف تھا۔ لیکن بعض شیطان سرشت انسانوں نے مختلف حیلے بہانوں سے آپ ﷺ سے اپنا تعلق خاص جتانے کے لئے آپ ﷺ کے کانوں میں سرگوشیوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ سرگوشی ایسی چیز ہے جس کے دو ہی گواہ ہوتے ہیں۔ بات کرنے اور سننے والا۔ جسے سرگوشی کرنے والا بعد میں اپنی آنکھوں کے اشاروں اور چہرے کے زاویوں سے کوئی بھی رنگ دے سکتا ہے۔ سرگوشی کرنے والے منافقین کا بھی یہی مقصد تھا۔ جنہیں دیکھ کر نادانی کے عالم میں بعض مسلمان بھی حضور ﷺ کے کانوں میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ جس کی وجہ سے حضور نبی اکرم ﷺ بہت دل گرفتہ ہوتے لیکن مصلحتاً خاموش رہتے۔ آپ ﷺ کے اس سکوت سخن شناس نے ان کو دھوکے میں ڈال دیا کہ وہ صاحب اسرا ﷺ ہمارے فریب میں آ گئے ہیں۔ لیکن وہ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْر تو دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنے نبی ﷺ کو منافقین کے شیطانی وسوسوں سے محفوظ رکھنے کے لئے اہل ایمان کو مخاطب کر کے ایک عجیب چال چلی۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ۔ (المجادلہ) "اے اہل ایمان! جب تم پیغمبر خدا ﷺ سے سرگوشی کرنا چاہو تو بات کرنے سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو۔ یہ بات تمہارے لئے بہت بہتر اور پاکیزگی کا باعث ہو گی۔" اہل ایمان اس بلیغ اشارے کو سمجھ کر سرگوشی سے باز آ گئے۔ ذرا اندازہ کیجئے کہ کہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ حجروں کے باہر سے ندا نہ دو۔ کسی جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ان کے حضور ﷺ بلند آواز سے گفتگو نہ کرو اور اب شان رسالت ﷺ کی تکریم کے لئے سرگوشی پر بھی قدغن لگائی جا رہی ہے گویا خدا خود یہ کہہ رہا ہے۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر

Marfat.com

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

حکمت خداوندی کی یہ ایک ترکیب خاص ہے کہ اس نے حق کے ساتھ باطل بھی پیدا کر رکھا ہے۔ فرعون کا دعویٰ الوہیت ہی حضرت موسیٰؑ کی پیدائش کا سبب بنا۔ حضرت ابراہیمؑ کے لئے آتش نمرود بھڑکائی گئی۔ یہاں تک کہ حق و باطل کی اس آویزش کو زندگی کا حصہ بنانے کے لئے ہی سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے اپنے مقابلے میں شیطان کا وجود گوارا کیا۔ اسی طرح ہر نبی کے لئے ایک اہرمن یا انسان نما شیطان بھی پیدا فرمایا اور پھر قرآن پاک میں اس کا اعلان بھی فرما دیا کہ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا الشَّيَاطِيْنِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ ٥ ''یعنی ہم نے ہر نبی کے دشمن پیدا کیے ہیں۔ کچھ انسان نما شیطان اور شیطان نما جن۔'' گویا ہر روشنی کے لئے تاریکی اور ہر نور ایمان کے مقابلے میں کفر کی جہالت سنت الٰہی ہے۔ اسی طرح سرور کائنات ﷺ کے مقابلے میں بھی ابولہب کا وجود حق و باطل کے ہی دو ازلی کردار ہیں جن کی مخاصمت کی طرف علامہ اقبال نے بلیغ اشارہ کیا ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفویؐ سے شرار بولہبی

لیکن تاریخ گواہ ہے کہ ہر زمانے میں پوری طاقت اور مخالفت کے باوجود ابو لہب ہمیشہ مغلوب ہو کر رہا۔ اور وہ ابولہب جس کا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب تھا۔ وہ چچا ہونے کے باوجود حضور نبی اکرم ﷺ کی دشمنی اور حسد میں اس حد تک آگے جا چکا تھا کہ آپ کو محمد ﷺ (تعریف کیا گیا) کے بجائے مذمم (جس کی مذمت کی گئی ہو) کہا کرتا۔ وہ آپ کا ایسا ہمسایہ تھا جو آپ کی جلوت کے لئے ہی نہیں خلوت کے لئے بھی باعث آزار تھا۔ آپ بازاروں، مختلف محفلوں یا تقریبات میں تبلیغ کے لئے تشریف لے جاتے تو وہ آپ پر آوازے کستا۔ ابتدائی ایام، کسمپرسی کا عالم اور بے بسی کی کیفیت میں یہ ظالم آپ کے مشن کے لئے بہت بڑی رکاوٹ تھا۔ یہ کفر کی قوتوں کا سرخیل پورے دس برس تک آپ کی مخالفت میں پیش پیش رہا اعلان نبوت سے قبل حضور نبی اکرم ﷺ کی دو صاحبزادیاں ابولہب کے بیٹوں سے منسوب تھیں لیکن اُس نے نبوت

Marfat.com

کی دشمنی کی آڑ میں حضور ﷺ کو ان کے فرض منصبی سے ہٹانے کے لئے ان رشتوں سے بھی انکار کر دیا۔ آخر جلال خداوندی کو جوش آ ہی گیا اور واقعہ بدر کے سات روز بعد اس کے بدن پر ایک ایسا پھوڑا نمودار ہوا جس کا زہر اُس کی نس نس میں سرایت کر گیا۔ بدبو کے باعث اس کی لاش بھی تین دن تک بے گور کفن پڑی رہی۔ نہ اولاد اس کے کام آئی اور نہ مال اس کی دستگیری کر سکا۔ یہی خدا کا وعدہ تھا۔ بعد میں اس کی لاش کو لکڑیوں سے دھکیل کر گڑھے میں پھینک دیا گیا۔

(سیرت مصطفےٰ محمد ادریس کاندھلوی)

جب آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ کی سرزمین پر خدائے واحد کا نام بلند کیا تو صنم زادے دشمنی اور حسد سے جل اُٹھے۔ ان لوگوں کی جہالت پر حیرت ہوتی ہے جو اپنے بتوں کی حرمت کے لئے پیغمبر خدا ﷺ اور ان کے جانثاروں سے ٹکرا گئے۔ اپنے ٹمٹماتے ہوئے چراغوں کی لو کو بچانے کے لئے آفتاب کے سامنے سینہ سپر ہو گئے۔ آپ ﷺ کو صادق اور امین کہنے والے یکا یک آپ ﷺ کی جان کے دشمن بن گئے۔ ان میں ابوجہل، ابولہب بن عبدالمطلب، اسود بن یغوث، حارث بن قیس، ولید بن مغیرہ، اُمیہ بن خلف، اُبی بن خلف، ابوقیس بن الفاکہ، عاص بن وائل، نصر بن حارث، منبہ بن الحجاج، زہیر بن ابی اُمیہ، سائب بن صیفی، اسود بن عبدالاسد، عاص بن سعید، عاص بن ہاشم، عقبہ بن معیط، ابن الاصدی، حکم بن عاص، اور عدی بن حمراء رسول خدا ﷺ کے شدید ترین دشمن تھے۔ یہ لوگ ہر بات پر آپ ﷺ کا مذاق اڑاتے، اوباش لڑکوں کو تالیاں پیٹنے اور آوازے کسنے کے لئے آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیتے۔ آپ ﷺ کی نقلیں اتارتے، آپ ﷺ کو دکھ دیتے۔ حضور سرور کائنات ﷺ تحمل و بردباری سے سب کچھ برداشت کر لیتے۔ لیکن یہ سب کچھ دیکھ کر خدا کے دل میں آتشِ غضب بھڑک اُٹھی۔ اس نے اپنے پیغمبر ﷺ کی دلجمعی کے لئے یہ آیت نازل کی اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ. ''ان استہزاء کرنے والوں کے مقابلے میں ہم آپ کے لئے کافی ہیں۔'' اور ان میں سے خدا کے غضب سے کوئی بھی نہ بچ سکا۔ ابوجہل اپنے ستر ساتھیوں کے ساتھ غزوہ بدر میں مارا گیا۔ ان میں اُمیہ بن خلف بھی

Marfat.com

شامل تھا۔ حضورﷺ نے اُن کی قبروں پر کھڑے ہو کر انہیں نام لے کر پکارا اور کہا کہ ''اے عتبہ، اے شیبہ، اے امیہ بن خلف، اے ابو جہل تم سے تمہارے خدا نے جو وعدہ کیا تھا کیا تم نے اس وعدے کو صحیح پا لیا۔ کیونکہ میں نے خدا کے وعدے کو صحیح پا لیا۔ (محمد رسول اللہﷺ) نفر بن حارث اور عقبہ بن معیط جنگ بدر میں قید ہوئے لیکن ان کی شدت عداوت اور گستاخیوں کی وجہ سے دونوں کو قتل کروا دیا گیا۔ عاص بن وائل وہ شخص تھا جس نے حضورﷺ کے صاحبزادے ابراہیم کی وفات پر کہا تھا۔

اِنّ محمد ابتر لایعیش لهٔ ولد۔ ''محمدﷺ تو ابتر ہیں۔ ان کا کوئی لڑکا نہیں۔''

جس کے جواب میں خدا تعالیٰ نے فوراً فرمایا۔

اِنّ شَانِئَکَ ھُوَ الۡاَبۡتَر۔ آپ کو ابتر کہنے والا ہی ابتر ہے۔''

اس گستاخی کی پاداش میں اس کے پاؤں پر کسی موذی جانور نے کاٹ لیا اور اس کا پاؤں سوج کر اونٹ کی گردن کے برابر ہو گیا اور وہ اسی شدت تکلیف میں تڑپ تڑپ کر واصل جہنم ہو گیا۔ اسود بن عبد المطلب اور اس کے حواری جب بھی رسول خداﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کو دیکھتے تو آپس میں نگاہوں کے اشاروں سے انہیں خندہ استہزاء کا نشانہ بناتے اور آپ پر آوازے کستے کہ ''یہی ہیں قیصر و کسریٰ کے خزانوں پر قبضہ کرنے والے۔'' حضور نبی اکرمﷺ پر ان کی حرکت سخت شاق گزرتی۔ چنانچہ آپ نے ان کے لئے بد عا فرمائی۔ اسود اسی وقت اندھا ہو گیا۔ غزوہ اُحد میں جب حضور ختم المرسلینﷺ کی شہادت کی افواہ اڑنے کے بعد مسلمانوں کو آپ کی زندگی کی نوید ملی تو ملعون اُبی بن خلف اپنے ہاتھ میں چھوٹی سی برچھی لے کر آیا اور کہنے لگا کہ ''محمد'' رسول اللہﷺ کو سامنے کرو۔ آج میں انہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔'' حضورﷺ نے جب اس کی آواز سنی تو حارثؓ بن صمہ کے ہاتھ سے نیزہ لے کر اس کی طرف پھینکا۔ جس کی ضرب سے اس کی گردن پر معمولی سی خراش آ گئی۔ وہ چیختا ہوا بھاگا کہ ''محمد'' ﷺ نے مجھے قتل کر دیا۔ اس کے ساتھیوں نے زخم دیکھ کر کہا کہ اتنی معمولی بات پر گھبرا گئے ہو۔ کہنے لگا نہیں ان کے ہاتھ کا معمولی زخم بھی میری موت کا سبب بن سکتا ہے۔ کیونکہ حضور نبی اکرمﷺ کے مکہ مکرمہ میں دوران قیام اُبی بن

Marfat.com

خلف جب بھی آپ کے سامنے آتا تو حضور ﷺ کو دھمکی دیتا کہ ''میرے پاس سدھایا ہوا گھوڑا ہے۔ میں اسے تین صاع دانہ ہر روز کھلاتا ہوں۔ میں اس پر سوار ہو کر تمہیں قتل کر دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ اس کے جواب میں فرماتے کہ ''ان شاء اللہ میں ہی تجھے قتل کروں گا۔'' خنجر کی نوک لگنے کے بعد اسے ضرب نبوت ﷺ کا احساس ہوا تو پکار اُٹھا۔ ''بخدا اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں ہلاک ہو جاتا۔'' بعد میں یہی زخم اس کی موت کا سبب بنا۔ (محمد رسول اللہ) کسی بھی جنگ میں حضور رحمت اللعالمین ﷺ کے دست مبارک سے قتل ہونے والا یہ پہلا اور آخری شخص تھا۔ غزوہ بدر کے بعد جب قیدیوں کا معاملہ بارگاہ نبوت ﷺ میں پیش ہوا تو آپ نے ان کا فیصلہ کرنے کے لئے ایک مجلس مشاورت طلب کی۔ جس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے دو مختلف نظریات کی نمائندگی فرمائی۔ حضرت ثانی اثنینؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ پر میرے ماں باپ نثار! قریش کے ان قیدیوں میں سے ہر شخص کسی نہ کسی مسلمان کا قرابتدار ہے۔ اگر آپ ان پر احسان فرما کر رہا کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ پر بھی احسان فرمائیں گے۔ اگر رہائی کے عوض فدیہ قبول فرمالیں گے، تو فدیے کی رقم سے مسلمانوں کی مالی حالت بہتر ہو جائے گی، اور وہ آپ کے کرم سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرلیں گے۔ حالات کے مطابق یہ بہترین مشورہ تھا۔ بعد میں حضرت عمر فاروقؓ باریاب ہوئے اور عرض کی، ''یارسول اللہ ﷺ یہ لوگ دشمن خدا اور مکذبین رسالت ﷺ ہیں۔ آپ کو مکہ سے نکالنے والے اور آپ پر جنگ مسلط کرنے والے ہیں۔ یہ لوگ کفر کے ستون اور گمراہی کے علم ہیں۔ ان کی پامالی سے اسلام کو فروغ حاصل ہوگا۔ ان کی گردنیں اڑا دینے میں تامل نہ فرمائیں۔ یہ مشورہ غیرت وحمیت کا آئینہ دار تھا۔ آپ نے دونوں اطراف کے مشورے سنے اور پھر رحمت و مودّت کے جذبات سے مغلوب ہو کر بعض قیدیوں کو فدیے کے عوض اور بعض پر احسان فرما کر رہا کر دیا۔ لیکن خدا کو یہ فیصلہ پسند نہ آیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ رسول خدا ﷺ کے دشمن زندہ رہیں۔ چنانچہ اظہارِ ناراضی کے طور پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (حیات محمد، محمد حسین ہیکل) ''نبی ﷺ کے لئے یہ امر مناسب نہیں کہ وہ قیدیوں کو

Marfat.com

فدیہ لے کر چھوڑ دیں تا کہ بعد میں وہ زمین پر خونریزی کرتے پھریں۔اے مسلمانو! تم صرف دنیاوی مال ومتاع کے طلب گار ہو مگر اللہ تعالیٰ آخرت کی بھلائی چاہتا ہے۔''

یہ آیت عمر فاروقؓ کی تائید اور خدا تعالیٰ کے آئین کے مطابق تھی کہ وہ اپنے نبی کے دشمنوں کو مہلت ضرور دیتا ہے لیکن وہ اس کی پکڑ سے بچ نہیں سکتے۔انہیں قیدیوں میں ابو عزّہ نے جس کا پورا نام عمر بن عبداللہ بن عمیر الجمعی تھا۔ جب قیدیوں کے معاملے میں اختلاف رائے دیکھا تو موقع سے فائدہ اٹھا کر حضور نبی اکرم ﷺ سے کہنے لگا! میری پانچ بیٹیاں ہیں جن کا میرے بعد کوئی کفیل نہیں۔ اگر آپ مجھے ان بچیوں کی پرورش کے لئے رہا فرمادیں تو میں آئندہ کبھی جنگ میں شرکت نہ کروں گا۔ حضور نبی رحمت ﷺ نے ازراہ تلطف اسے بغیر فدیہ لئے رہا فرمادیا۔ وہ شاعر بھی تھا۔اُس احسان فراموش نے حضور ﷺ کی عطا کردہ زندگی سے فائدہ اٹھا کر اپنے شعروں سے کفار کے جوش انتقام کو بھڑکانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ وعدہ خلافی کرتے ہوئے جنگ اُحد میں قریش کی طرف سے شامل ہوا اور دوبارہ اسیر ہو کر بارگاہ نبوت ﷺ میں حاضر ہوا۔تو پھر آہ وزاری پر اُتر آیا لیکن اس کے مکروفریب کے پیش نظر آپ نے وہ تاریخی فقرہ ارشاد فرمایا جس کی افادیت اور ضرورت آج بھی قائم ہے کہ ''مومن ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جا سکتا۔ (سیرت ابن ہشام جلد دوم) اور اُسے قتل کروادیا۔

سیرت نگاروں نے عبرت کدوں کے طاق پر سجانے کے لئے بہت سے واقعات محفوظ کر لئے ہیں تا کہ اس آئینے میں ہر زمانے کے گستاخ رسول ﷺ اپنا چہرہ دیکھ کر اپنا انجام یاد رکھیں۔ عامر بن طفیل اپنے قبیلے کا سردار اور رئیسان قبائل اربد بن قیس، خالد بن جعفر اور جان بن مسلم کے علاوہ چوتھا رئیس تھا۔ وہ ایک دن اپنے جاہلی نخوت وتکبر کی ترنگ اور اپنی سیادت کی انا میں پیچ وتاب کھاتا بارگاہ نبوی ﷺ میں آدھمکا۔اور اُس مہبطِ وحی ﷺ کے روبرو گستاخی پر اُتر آیا اور آپ کو اپنی لیاقت اور سیادت کا قائل کرنے میں زور بیان صرف کرنے لگا۔ رسول خدا ﷺ نے تلقین، خوش

Marfat.com

گفتاری اور حسن اخلاق کا ہر پہلو آزما دیکھا لیکن وہ غضب ناک ہو کر یہ کہتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔

"دیکھنا میں اس شہر کو پیدل اور سوار فوج سے کس طرح کھنڈر بناتا ہوں۔"

اس کے عزائم کو بھانپ کر حضور ﷺ نے خدا سے التجا کی کہ "اے خدا! مجھے عامر کے شر سے محفوظ رکھنا۔" عامر اپنے قبیلے میں پہنچنے سے پہلے ہی مدینہ پاک کی سرزمین میں بیمار پڑ گیا۔ اس کی گردن پر طاعون کا پھوڑا نمودار ہوا۔ وہ بنی سلول کی ایک عورت کے گھر آ گرا اور اسی گھر میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر موت کے صحرا میں کھو گیا۔ اسی وفد کا دوسرا رئیس اَرَبد بن قیس بھی اسلام سے روگرداں اور حضور نبی اکرم ﷺ سے توہین کا مرتکب ہو کر واپس پلٹا تو ایک روز اس پر بجلی گری۔ جس سے اس کا خرمن ہستی جل کر خاکستر ہو گیا۔ (حیات محمد، محمد حسین ہیکل) توہین رسالت ﷺ کا کوئی مرتکب خدا کے غضب سے کیسے بچ سکتا ہے۔ خسرو پرویز نے جب اپنی بادشاہت اور قوت کے گھمنڈ میں حضور ﷺ کا نامہ مبارک چاک کیا اور یمن کے گورنر باذان کو حضور ﷺ کی گرفتاری کا حکم بھیجا۔ تو قضا وقدر نے اپنے نبی ﷺ کی گرفتاری سے قبل ہی اُس گستاخ رسول ﷺ کو سزا دینے کا فیصلہ کر لیا اور اسے اس کے بیٹے کے ہاتھوں قتل کروا کر اس کی سلطنت کو پارہ پارہ کر دیا۔

مسلمانوں کے ساتھ منافقین بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے وہاں مختلف حالات پر تبادلہ خیالات ہوتا۔ حضور ختم النبیین ﷺ مختلف امور پر احکامات جاری فرماتے۔ نازل ہونے والی قرآن پاک کی آیات یاد کی جاتیں۔ مختلف مسائل پر ہدایات حاصل کی جاتیں۔ اس محفل اقدس میں نبی پاک ﷺ کو متوجہ کرنے کے لئے رَاعِنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہ کہا جاتا یعنی اے خدا کے رسول ﷺ ہماری طرف توجہ فرمائیں۔ لیکن وہ لوگ جن کے دل میں حضور ﷺ کے متعلق بغض اور دشمنی بھری ہوئی تھی۔ ان ظالموں نے رَاعِنَا کی بجائے رَاعِیْنَا کہہ کر حضور ﷺ کو مخاطب کرنا شروع کر دیا۔ یعنی "اے ہمارے چرواہے" وہ یہ گستاخانہ لفظ اس طریقے سے ادا کرتے کہ عام سننے والے کو اس کا فرق محسوس نہ ہوتا لیکن خدائے پاک اپنے پیارے نبی ﷺ کی

Marfat.com

توہین کس طرح برداشت کرسکتا ہے۔ خدا نے ان کی نیتوں کی خرابی اور زبان درازی کو دیکھ کر لفظ رَاعِنَا بولنے پر ہی پابندی عائد کردی اور فرمایا۔ یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا (البقرہ) ''اے ایمان والو رَاعِنَا مت کہا کرو بلکہ وَقُوْلُوا اُنْظُرْنَا۔ ''اُنْظُرْنَا کہا کرو۔ یعنی ہماری طرف نظر فرمایئے۔

پھر خدا تعالیٰ نے مزید زور دے کر اور تاکید کرنے کے لئے فرمایا وَاسْمَعُوْا۔ ''خوب سن لو'' اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی شان سے نہ صرف خود واقف ہے بلکہ انسانوں پر بھی ان کا مقام واضح کرنا چاہتا ہے۔

قرآن و سیرت ایسے ان گنت واقعات و آیات سے لبریز ہیں۔ جب دشمنان رسالت توہین کے مرتکب ہوئے یا بدکلامی کے مجرم ہوئے تو خدا نے ان پر سخت وعید کی۔ ان پر سزا کی شدید پکڑ نازل کی یا صحابہ کرامؓ کے ذریعے انہیں بارِ ہستی سے سبکدوش کر دیا گیا۔ اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ آپ لوگوں کو سزائیں ہی دیتے رہے۔ آپ رحمت اللعالمین تھے، آپ نے بڑے بڑے شقی القلب دشمنوں کو بھی معاف کر دیا۔ آپ نے طائف کے اُن ظالموں کو بخش دیا۔ جنہوں نے سنگباری سے آپ کو لہولہان کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس یہودی عورت کو بھی اپنا خون بخش دیا جس نے آپ کے طعام کو زہر آلودہ گوشت بھیجا تھا۔ اپنے عم محترم حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی اور اُسے اُکسانے والی ہندہ کو بھی معاف کر دیا۔ فتح مکہ کے موقع پر وہ تمام دشمن آپ ﷺ کے رحم و کرم پر تھے۔ جنہوں نے تیرہ برس تک آپ پر غموں کے پہاڑ توڑے تھے۔ ظلم و ستم کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہنے دیا تھا لیکن آپ نے سب کچھ فراموش کر کے بہ یک جنبش لب سب کو معاف کر دیا۔

ابوسفیان جیسے دشمن کا گھر امن کدہ قرار دینا فاتحین عالم کا کردار نہیں صرف رحمت عالم ﷺ کی سنت ہے لیکن جو شخص پوری تحریک اسلامی کو سبوتاژ یا تہس نہس کرنے کے لئے پوری امت مسلمہ کو آپ ﷺ کی مقرر کردہ لائنوں سے ہٹا دینا چاہتا یا بار بار آپ کی زندگی کے درپے ہو جاتا۔ اس کی طرف اگر آپ صرف نظر کر بھی لیتے تو خدا تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی توہین کا بدلہ ضرور لے لیتا۔ کیونکہ سفیر پر حملہ پوری سلطنت پر

Marfat.com

متصور ہوتا ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ محض سفیر نہ تھے بلکہ خدائے لم یزل کا دست قدرت اور زبان حق تھے۔ اس کے باوجود پوری تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ قتل وخونریزی کبھی بھی آپ کا مقصد نہیں رہی۔ دوسرے انبیاء کی طرح اگر آپ چاہتے تو خدا سے دعا فرما کر بستیوں کی بستیاں اجاڑ دیتے لیکن آپ ﷺ بستیاں بسانے آئے تھے، اُجاڑنے نہیں۔ آپ جانتے تھے کہ ایک بے گناہ انسان کا قتل کئی دلوں کی بستیاں اُجاڑ دیتا ہے اور ایک انسان کے سر پر دست شفقت رکھ کر آبادیوں کو فتح کیا جا سکتا ہے۔ آپ اس معمورہ ہستی کو سنوارنے آئے تھے۔ انسانوں کے لئے رحمت کا پیغام بن کر تشریف لائے تھے۔ صدیوں سے ظلم وقہر کے بوجھ تلے کراہتے ہوئے انسانوں کے لئے نجات بن کر آئے تھے۔ اس ظلم کدے کو نور ایمان اور کردار نبوت ﷺ سے روشن کرنے آئے تھے۔ ہاں بدن کی اصلاح کے لئے گلے سڑے گوشت، ناسور زدہ حصوں اور فاسد مواد کے اخراج کے لئے نشتر زنی حکمت علاج کا تقاضا ہے۔ معاشرے میں امن قائم رکھنے، معصوم انسانوں کو ان کی ظالمانہ تگ وتاز سے محفوظ رکھنے اور اصلاحی تحریکوں کو جاری رکھنے کے لئے ناقابل اصلاح افراد کو سزا دینا لازم ہو جاتا ہے لیکن عام انسان اور نبی ﷺ کی ذات میں یہ فرق موجود ہے کہ عام انسان اپنی ذات ونظریات کی بقا اور تسلط کے لئے قتل وخونریزی کو روا رکھتا ہے لیکن نبی صرف رب کائنات کو انسانوں کی سرکشی پر غالب کرنے کے لئے خدا کے حکم سے ایسا کرتے ہیں۔ اور نبی آخر الزمان ﷺ کے ہر عمل میں لطف وکرم، عفو ودرگذر اور رحمت ومودّت کا پہلو نمایاں ہوتا۔

☆☆☆

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معاشرتی انقلاب

حضور سرور کائنات ﷺ کی طرف سے نئے معاشرتی ڈھانچے کی تعمیر سے قبل پورا عرب معاشرہ مشرکانہ رسومات، جاہلانہ رسم ورواج، بت پرستانہ طریق عبادات، تفاخرانہ انداز حیات اور ظالمانہ خرافات سے پراگندہ ومسموم ہو چکا تھا۔ کفار کے قبائلی تعصب نے مربوط نظام زندگی کو پارہ پارہ کر رکھا تھا۔ ایک قبیلہ دوسرے کی عفت وحرمت کو پامال کرنے پر تلا رہتا۔ نہ صرف انسانوں کی غلامی اُس معاشرے میں روا تھی بلکہ برسر عام ان کی نیلامی بھی اس تہذیب کا حصہ تھی۔ شراب ان کی جان محفل تھی۔ جوا ان کے مشاغل کا سرخیل تھا۔ دھوکہ، فریب اور جھوٹ ان کے کردار کا آئینہ تھا۔ جنگوں کو وہ مصائب نہیں کھیل سمجھتے تھے۔ جن میں حلیف بخوشی اپنے مردوں کا نذرانہ دے کر فخر کا سرمایہ سمیٹتے تھے شعراء ایسے خاندانوں کی عظمت کے گیت گاتے اور دوسروں کی ذلت کے افسانے تراشتے۔ عورتیں جنگوں کا سب سے بہتر مال غنیمت تھیں۔ جن کی حرمتیں پامال کر کے وہ حریف قبیلوں کو احساس شکست سے دوچار رکھتے زندہ درگور کی جانے والی بچیوں کی چیخیں فضاؤں میں گھر کر چکی تھیں۔ ضعیف الاعتقادی نے ستارہ شناسوں، کاہنوں اور جادوگروں کو معاشرے کے اہم افراد کا درجہ دے رکھا تھا۔ روم وایران کی متمدن حکومتیں ہی نہیں بلکہ حبشہ کی سلطنت بھی عربوں کو ناقابل اعتماد دوست اور غیر معتبر دشمن تصور کرتی تھی۔ رومیوں اور ایرانیوں کی عظیم الشان سلطنتوں نے اپنی فتوحات کو عربستان کی سرحد پر اس لئے روک دیا تھا کہ صحرا کی

Marfat.com

حکومت سے بہت کم نفع اور بہت تھوڑے شکریے کی امید تھی۔ (پیغمبر صحرا۔ کے ایل گابا) ہر قبیلہ اس حد تک سرکش اور خود مختار تھا کہ اس کے لئے کسی دوسرے کا وجود بھی گوارا کرنا اپنی ذات کی نفی کرنے کے برابر تھا۔ ان کے اشعار جنگی جذبوں، قبائلی تعصب اور خاندانی تفاخر کو بھڑکا کر تلواروں کو بے نیام رکھتے۔ ایک مقتول کا خون کئی پشتوں تک انتقام کی صدائیں بلند کرتا رہتا۔ جھلستے ہوئے صحراؤں اور دہکتے ہوئے پہاڑوں کے باسی، چرواہوں اور خانہ بدوشوں کی بے قانون اور وحشیانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ گو اس معاشرے میں عیسائی بھی موجود تھے اور یہودی بھی آباد تھے لیکن عرب کی سرزمین کسی بھی مذہب کی تہذیب کے لئے سخت ناہموار اور بنجر تھی۔ خاص طور پر مکہ کی سنگلاخ زمین پر بسنے والوں کے دل بھی سنگ خارا کی طرح سخت تھے۔ جن میں نہ خدا کی آیات شگاف ڈال سکیں نہ رسول خدا ﷺ کے اخلاق کریمانہ انہیں گداز کر سکے۔ پتھر کے بتوں کو پوجنے والے دولت احساس سے خالی تھے۔ پیکر محسوس کے خوگر ان دیکھے خدا کے تصور سے بے بہرہ تھے۔ کثرت سے وحدت کا سفر ان کے لئے بہت کٹھن تھا۔ کیونکہ وہ صدیوں سے ان سنگی مجسموں کی قربان گاہوں پر اپنے قلب و نظر کی قربانی دیتے چلے آ رہے تھے۔ ان کی زبان، ان کا قانون، ان کی تلوار، ان کی معاشرت خیموں کی زندگی ان کا تمدن، گھوڑے کی پیٹھ ان کا طرز حیات جنگ ان کی مصروفیت جوا ان کی تفریح شعر گوئی ان کا شعار میلے ان کی زندگی کی بہار اور طبل جنگ ان کی موسیقی تھا۔ حرم کعبہ میں ۳۶۰ بتوں کی حکمرانی تھی اور خدا کوہ فاران کی چوٹیوں پر بیٹھا کسی ایسی ہستی کا منتظر تھا جو اس کے لئے مکہ مکرمہ میں داخلے کا اجازت نامہ بن جائے۔

ان حالات میں حضور سرور کائنات ﷺ نے قریش کے ایک معزز خاندان میں آنکھ کھولی۔ آپ ﷺ یتیمی کی گود میں پرورش پا کر پروان چڑھے۔ لیکن قدرت نے اس در نایاب ﷺ کی کفالت کی ذمہ داری مختلف اوقات میں مختلف افراد کے ذمے

Marfat.com

کیئے رکھی۔ بچپن آپ ﷺ نے اپنے دادا کی آغوش شفقت میں گزارا۔لڑکپن سے جوانی تک چچا نے اپنے قابل قدر بھتیجے کو اپنی نگہداری میں تجارت کے اسرار ورموز میں طاق کر دیا۔ سرحد شباب پر قدم رکھنے کے بعد، معاملات میں آپ کی دیانت، گفتگو میں آپ ﷺ کی صداقت اور امور تجارت میں آپ کی مہارت حدود مکہ تک پھیل چکی تھی۔ یکا یک قدرت نے آپ کا دامن ہستی تجارت کے ناطے سے ایک ایسی مہربان ، ہمدرد، غمگسار اور مالدار خاتون کے رشتہ زوجیت سے باندھ دیا جنہوں نے آپ کے لئے زندگی کی تمام مشکلیں آسان کر دیں۔ آپ نے اپنا مال تجارت ہی آپ ﷺ کے سپرد نہیں کیا بلکہ اپنی تمام دولت بھی آپ کے لئے وقف کر دی۔ معاشرے میں آپ ﷺ کی قدر ومنزلت کا یہ عالم تھا کہ جب کعبہ کی تعمیر نو کے بعد تنصیب حجر اسود کا مرحلہ پیش آیا تو اس مقصد کے لئے تمام سرداران مکہ آپ کو علی الصبح کعبتہ اللہ میں دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ یہ کام ایک امین اور صادق کے ہاتھوں انجام پذیر ہو رہا ہے۔ مالی آسودگی، خاندانی وقار اور معاشرتی توقیر انسان کو مطمئن کر دیتے ہیں۔ لیکن نہ جانے وہ کون سی بے قراری تھی، جس نے آپ کو بے کل کر رکھا تھا کہ آپ دور دراز پہاڑوں اور وادیوں میں گھومتے پھرتے۔ غاروں کی تنہائیوں میں پناہ گزیں رہتے۔ زندگی یا حقیقت سے فرار کے لئے نہیں بلکہ مسائل کے حل کے لئے فکر وتدبر کے لئے، کسی مافوق الفطرت ہستی کا تعاون حاصل کرنے کے لئے تا کہ آپ معاشرے کی اصلاح کر سکیں۔ غفلت میں ڈوبے ہوئے انسانوں کو جھنجھوڑ سکیں۔ انسانوں کو ان کا مقصد حیات یاد دلا سکیں۔ گناہوں کے سمندر میں ڈوبی ہوئی کشتی حیات کو میٹھے اور شفاف پانیوں کا راستہ دکھائیں۔ نسلی، گروہی اور طبقاتی کشمکش کے ہاتھوں کراہتی ہوئی انسانیت کے لبوں پر مسکراہٹیں سجا سکیں، عورت کو محفل سے اُٹھا کر رشتوں کے تقدس میں پرو سکیں۔ منڈی میں بکتے ہوئے انسانوں کو غلامی سے نجات دلا سکیں۔ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا نہیں خدا کا رسول ثابت کر سکیں۔ پہلے انبیاء کے مقدس چہروں پر لگائی

Marfat.com

گئی الزامات کی سیاہی کو دھو سکیں۔ لیکن یہ کام اتنا آسان نہ تھا۔ اس قدر بگڑے ہوئے معاشرے کی اصلاح صرف نبی ہی کر سکتا ہے۔

اس ناخدا ﷺ کی آمد سے قبل بھی اس معاشرے میں کچھ ایسے افراد موجود تھے جو نہ صرف شرف انسانی کی تذلیل پر کڑھتے بلکہ اس کی بحالی کے لئے سرگرداں رہتے۔ جو ظالم کا ہاتھ روکنے اور مظلوم کا ساتھ دینے کے لئے نہ صرف ذاتی طور پر کوشاں رہتے بلکہ ایسی انجمنیں بھی تشکیل دیتے جس کے ذریعے بے کسوں کو بے دردوں کے مظالم، شب وشتم اور قید و بند کی صعوبتوں سے بچانے کی سعی کرتے۔ بنو ہاشم کو عرب میں اس لحاظ سے ایک خاص مقام حاصل تھا کہ وہ کعبے کے متولی تھے۔ دوران حج کے انتظامات اور حجاج کرام کی خدمت جیسے امور کی انجام دہی نے انہیں شرف وفضیلت عطا کر رکھی تھی۔ چنانچہ قصیء بن کلاب کا گھر ہی دارالندوہ کی حیثیت رکھتا تھا جس کا دروازہ کعبے کی طرف کھلتا تھا۔ قریش اور دوسرے قبائل اپنے معاملات کا فیصلہ کروانے قصیء کے گھر جمع ہوتے۔ انہیں کوئی سا مرحلہ درپیش ہوتا۔ شادی بیاہ کا مسئلہ ہوتا۔ جنگ جوئی کا ارادہ ہوتا۔ گھریلو جھگڑوں کا فیصلہ ہوتا یا بچے کے ختنے کا معاملہ ہوتا یہیں طے پاتے۔ (نقوش رسول نمبر جلد ۱۱) بلوغ الارب میں محمود شکری آلوسی نے کلبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ "مکہ مکرمہ میں دارالندوہ کی طرز پر یہ پہلا گھر تھا جس کے بعد مختلف اشراف نے اپنے ہاں ایسے اجتماعات کا اہتمام کیا جہاں مصائب و آلام میں اسیر لوگوں کے نہ صرف دکھ سنے جاتے بلکہ ان کی دادرسی کے لئے ہر ممکن تدابیر اختیار کی جاتیں۔"

قصیء بن کلاب کی وفات کے بعد یہ مکان بنی عبدالدار کے قبضے میں آ گیا۔ پھر ان سے حکیم بن حزامؓ کی ملکیت میں رہا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اسے ایک لاکھ درہم کے عوض خرید لیا۔ اسی دارالندوہ میں بیٹھ کر کفار نے حضور رحمت عالم ﷺ کو قتل کرنے کی وہ سازش کی تھی جو شب ہجرت بری طرح ناکام ہوگئی

Marfat.com

(سیرت مصطفےؐ جلد اوّل محمد ادریس کاندھلوی) قصی ء کے علاوہ کعب بن لوی کے ہاں بھی عہد جاہلیت میں قریش اپنے اپنے مسائل لئے جمع ہوتے اور ان کے قول فیصل کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دیتے۔ کعب بن لوی رشتے میں حضورﷺ کے داد تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے ہی اپنے گھر میں ہونے والے اجتماع کے دن کو ''جمعہ'' کا نام دیا تھا۔ یعنی جمع ہونے کا دن۔ ان کے علاوہ حضور نبی عالمﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب بھی کعبے کے سائے میں اپنے نسب کے فرش پر احترام کے گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے افراد مکہ کے درمیان حکم بن کر تشریف فرما ہوتے۔ کسی کو ان کے برابر بیٹھنے کی اجازت نہ تھی لیکن حضورﷺ بچپن میں اکثر ان کے پہلو میں جا بیٹھتے۔ جنہیں قریب پا کر آپ فرماتے کہ ''میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہوگی۔''

ستم رسیدہ افراد کی دستگیری کے بہت سے واقعات میں سے ایک واقعہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ جو اس زمانے میں تشکیل پانے والی انجمنوں اور درد دل رکھنے والے انسانوں کے کردار پر روشنی ڈالتا ہے۔ ''ایک دفعہ یمن سے قبیلہ بنی زبید کا ایک شخص عمرے کی غرض سے مکہ مکرمہ میں آیا۔ اس کے پاس کچھ مال تجارت بھی تھا جسے بنی سہم کے ایک آدمی نے خرید کر اس کی نقد ادائیگی سے انکار کر دیا۔ بنی زبید کے اس شخص نے اپنا مال چھن جانے پر صحن کعبہ میں کھڑے ہو کر فریاد کی اور اشراف مکہ سے شاعرانہ انداز اور درد بھرے الفاظ میں درخواست کی۔

يَا آلِ قُصَيَّ مَظْلُوْمٍ بِضَاعَتُهُ   بِبَطْنِ مَكَّةَ فَالِي الدَّارِ وَالنَّفَرِ

''اے آل قصی جس شخص کے مال تجارت پر مکے کی وادی میں دست درازی کی گئی اس کی فریاد کو پہنچو۔ کیونکہ اس شخص کا گھر اور قوم کے لوگ اُس سے دور ہیں۔'

(بلوغ الادب جلد نمبر ۱۔ ۵۸۱)

یہ فریاد سن کر حضرت ابوسفیانؓ اور حضرت عباسؓ فوراً اٹھے اور اس شخص کو رقم دلا کر دم لیا۔ بدترین معاشرے میں بھی کچھ انصاف پرور لوگ موجود ہوتے ہیں۔ یہ قدرت

Marfat.com

کا حسن توازن ہے کہ جب برائی عام ہو جائے تو اس کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ کو روکنے کے لئے اسی معاشرے کے کچھ نیک انسان اس کا راستہ روک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ دوسروں کی آزادی سلب کرنے، دوسروں کے آبگینہ، عفت کو پاش پاش کرنے، بات بات پر الجھنے اور خون آشام جنگوں کی تباہ کاریوں نے اہل شعور کو ایسی انجمنیں تشکیل دینے پر مجبور کیا۔ ایسے ادارے قائم کرنے کی راہ سجھائی۔ جو معاشرے کے ظلم و ستم کو چیلنج کر سکیں جو انصاف اور بندہ پروری کی ترویج کر سکیں۔ یہ بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی دنیا میں آمد کا فیضان تھا کہ کچھ لوگوں کے آئینہ قلب پر محبت، انصاف اور انسان دوستی کے جذبات ابھر رہے تھے۔ چنانچہ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں ایک ایسا ہی معاہدہ طے پایا۔ جس میں بنو ہاشم، بنو عبدالمطلب، بنو زہرہ، بنو تمیم، بنو اسد اور بنو حارث شریک ہوئے۔ اس وفاق یا معاہدے میں اور بہت سے معزز افراد کے علاوہ. چار اشخاص فضل، فضالہ، مفضل اور فضیل بھی شامل تھے جن کے ناموں کی وجہ سے اس معاہدے کا نام ''حلف الفضول'' رکھا گیا یا پڑ گیا۔

(روح اسلام، سید امیر علی)

یہ انجمن ۵۹۵ء کو وجود میں آئی۔ اس وقت نبی اکرم ﷺ کی عمر پچیس برس تھی۔ آپ بھی حلف الفضول میں بطور ممبر شامل تھے۔ نبوت کے بعد بھی آپ اکثر اس معاہدے کو یاد کر کے فرمایا کرتے تھے کہ ''میں نے عبداللہ بن جدعان کے گھر پر حلف برداری میں حصہ لیا تھا۔ اگر زمانہ اسلام میں اس وفاق کے نام پر مجھے پکارا گیا تو میں سرخ اونٹوں کی قیمت پر اس کا جواب دوں گا۔ (نقوش رسول نمبر جلد ۱۱)

آپؐ کے آغاز نبوت میں بھی ایک دفعہ کعبۃ اللہ کے صحن میں ایسی ہی ایک آواز گونجی تھی کہ کوئی ہے جو ابو جہل سے میرا مال مجھے واپس دلائے۔ یاد رہے کہ ابو جہل مکہ کا سردار تھا اور حضور سرور کائنات ﷺ اس وقت کفار مکہ کے شریروں، مفسدوں اور ظالموں کے نرغے میں تھے۔ جن کی کمان ابو جہل کے ہاتھ میں تھی۔ ابو جہل جب

Marfat.com

چاہتا انہیں آپ کے پیچھے لگا دیتا۔ جب ایک اجنبی مسافر اراشی نے اس ابوجہل کے خلاف انصاف طلب کیا تو مکے کے کچھ اوباش لوگوں نے اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیج دیا۔ اس شخص نے حضور شفیع المذنبین ﷺ کے پاس آکر شکایت کی حضور ﷺ نے ان حالات میں بھی فوراً اسے ساتھ لیا اور ابوجہل کے دروازے پر جا کر اُسے رقم واپس کرنے کا حکم دیا لیکن ابوجہل اس معاملے میں کوئی پس وپیش نہ کر سکا۔

(سیارہ ڈائجسٹ رسول نمبر جلد اوّل)

عرب معاشرے میں سالانہ میلے بھی حصولِ انصاف کا ذریعہ تھے۔ سال کے مختلف مہینوں میں مختلف مقامات پر منعقد ہونے والے ان اجتماعات میں لوگ دور دراز سے محض تفریح کے لئے ہی نہ آتے تھے بلکہ حصول انصاف بھی ان کا مطمح نظر ہوتا تھا۔ ان میلوں میں دومتہ الجندل، المشقر، الہجر، سُہرا، الشہر، عدن، صنعاء، الربیہ، حضرموت، عکاظ اور ذوالمجاز بہت معروف تھے۔ لیکن ان میں سب سے بڑا اور مشہور سوق عکاظ کہلاتا تھا۔ اس میلے میں ''سبع معلقات'' ہی تخلیق نہ کئے جاتے تھے بلکہ وہاں مظلوم اور بے کسوں کو انصاف بھی ملتا تھا۔ چنانچہ مورخین نے ان ججوں کے نام بھی دیئے ہیں جو لوگوں کے مقدمات کی سماعت کرتے اور ان کا فیصلہ سناتے تھے۔ بنو تمیم کی صدارت میں سعد، حنظلہ، زویب، مازن، تعلبہ، معاویہ، سلسل اور ابوسفیان پر مشتمل مقننّہ تھی۔ (نقوش رسول نمبر جلد گیارہ) جو ظلم کی کربلا میں تشنہ لب کھڑے ہوئے افراد کو آبِ فرات مہیا کرتی۔

اس تحقیق سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ بنوت کے آسمان پر طلوع ہونے والے اس آفتابِ ہدایت سے پہلے ہی اُس جاہل معاشرے میں حصول انصاف کا شعور پیدا ہو چکا تھا۔ غریب اور مظلوم کی آواز سرمائے اور قوت کے طلائی تخت کو ہلانے کے قابل ہو چکی تھی اور کیوں نہ ہوتی جبکہ میر عرب و عجم ﷺ بے کسوں اور ضعیفوں کے ملجا و ماویٰ، یتیموں کے والی، بیواؤں کے ہمدرد اور غلاموں کے مولیٰ

Marfat.com

بن کر دنیا میں تشریف لانے والے تھے۔ جنہوں نے اپنے وجود مسعود سے حلیمہ سعدیہ کی ضعیف وناتواں اونٹنی کی رگوں میں آتشِ شوق، جذبہ فراواں اور توانائی، پیدا کردی کہ وہ آتی دفعہ جس قدر مضمحل تھی دنیا کی نایاب دولت پا کر اتنی ہی سرشار ہوگئی۔ صرف حلیمہ سعدیہ کی ہی نہیں بلکہ تمام اہل محلّہ کی وہ بھینسیں جن کا چشمہ حیواں خشک ہو چکا تھا آپ کے وجود کو اپنے درمیان پا کر دودھ سے اُبل پڑیں۔ آپ کے فیضان نے پہاڑوں کو نوازا۔ کوہِ اُحد، غارِ ثور اور غارِ حرا آج بھی تاریخ کے اوراق میں آپ کے قدموں کے نور سے روشن ہیں۔ درخت آپ کی شفقت کے شاہد ہیں۔ کڑوے پانی کے چشمے آپ کے لطف وکرم سے شیریں ہو گئے۔ جانور اور پرندے تک جس ابر کرم سے نہال ہوئے وہی انسانوں کے لئے بھی سایہ عاطفت اور آسمانِ رحمت تھے، جو صرف مکے، یثرب یا صرف عرب کی نہیں بلکہ پوری کائنات کی کایا پلٹنے آئے تھے۔ آپ نے معاشرے کو افراد کا مجموعہ قرار دے کر ہر فرد کی اہمیت علامہ اقبالؒ کے الفاظ میں یوں واضح کردی۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

خاندانی عظمت کی مسند پر بیٹھ کر یا مقتدر اعلیٰ کی حیثیت سے اپنی ہیبت وسطوت کے زور پر اصلاح معاشرہ کا کام مختلف چیز ہے اور خود کو معاشرے کے ہر فرد کے لئے ہر پہلو سے آئینہ عمل بنا پیش کرنا وہ کارنامہ ہے جو نہ حضور نبی آخرالزماں ﷺ سے پہلے کسی نے پیش کیا اور نہ بعد میں کوئی پیش کر سکا۔ آپ نے ایمان کی بنیاد سچ پر رکھی۔ دجل وفریب اور کذب وافتراء کے اس ماحول میں صداقت کی ایسی شمع روشن کی کہ پوری وادی عرب روشن ہوگئی۔ کوہ صفا کا وہ پہلا خطبہ آج بھی اس امر کا شاہد ہے۔ جب آپ نے اعلان نبوت کے بعد اس پر کھڑے ہو کر اہل مکہ کو صدا دی اور پھر ان سے پہلا سوال یہ کیا کہ ''تم نے مجھے گذشتہ زندگی میں کیسا پایا۔'' جس کے جواب میں

Marfat.com

تمام قبائل نے مشترکہ طور پر اقرار کیا کہ ''ہم نے آپ کو کبھی بھی جھوٹ بولتے ہوئے نہیں دیکھا۔ بیشک آپ صادق ہیں۔'' اس دن یہ ثابت ہو گیا تھا کہ جھوٹ کی سیاہ رات میں سچ ایک ایسی تجلی ہے جس کا جھوٹوں کو بھی اقرار ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے ایمان، کردار اور پھر تبلیغ کی ساری عمارت سچائی کی بنیادوں پر استوار کی۔ اگر نجاشی کے دربار میں کی گئی حضرت جعفر طیارؓ کی تقریر کا مطالعہ کیا جائے تو کافر اور مسلمان معاشرے کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔ جس میں آپ نے اسلام کے بنیادی ارکان، عہد جاہلیت کے فواحش اور اسلام کی خصوصیات کو نہایت بلیغ، مفصل اور خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔

حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے اپنے خطاب کی ابتدا میں عہد جاہلیت کی برائیوں کو بیان کیا کہ ''اے بادشاہ! ہم ایسی قوم تھے جو جاہلیت میں مبتلا تھی۔ ہم بت پوجتے تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ ہر قسم کی بے حیائی اور گناہوں میں آلودہ تھے۔ ہم میں سے طاقتور، کمزور کو کھا رہا تھا۔''

تقریر کے دوسرے حصے میں آپؓ نے حضور نبی آخر الزماں ﷺ کا تعارف یوں پیش کیا کہ: ''ہم اسی حالت میں تھے کہ اللہ نے ہم ہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ جس کی عالی نسبی، سچائی، امانت اور پاکدامنی و پاک بازی سے ہم پہلے ہی واقف تھے۔''

تیسرے مرحلے میں حضرت جعفر طیارؓ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات پیش کرتے ہوئے فرمایا: ''آپ ﷺ نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا اور سمجھایا کہ ہم ایک اللہ کو مانیں اور اسی کی عبادت کریں اور اس کے سوا جن پتھروں اور بتوں کو ہمارے باپ، دادا پوجتے تھے انہیں چھوڑ دیں۔ آپ نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، قرابت جوڑنے، پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے، حرام کاری و خون ریزی سے باز رہنے کا حکم دیا اور فواحش میں ملوث ہونے، جھوٹ بولنے، یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں پر بہتان لگانے سے منع کیا۔ آپ ﷺ نے ہمیں یہ بھی حکم دیا کہ ہم

Marfat.com

صرف اللہ کی عبادت کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ آپ نے ہمیں نماز، روزہ اور زکوٰۃ کا حکم دیا۔ ہم نے آپ کی تصدیق کی، ان پر ایمان لائے اور آپ کے لائے ہوئے دین خداوندی میں آپ ﷺ کی پیروی کی۔ جن باتوں کو آپ ﷺ نے حرام بتایا انہیں حرام مانا اور جنہیں آپ ﷺ نے حلال بتایا انہیں حلال جانا۔''

حضرت جعفر طیارؓ کی یہ تقریر سیرت کی تمام کتابوں میں کم وبیش الفاظ کے ساتھ مرقوم ہے لیکن اس کی ترتیب ہر جگہ یہی ہے۔ جس میں خدا پر ایمان لانے کے بعد نماز، روزے اور زکوٰۃ جیسے اہم فرائض کی ادائیگی سے پہلے سچ بولنے، جھوٹ سے بچنے، امانتیں ادا کرنے، انسانوں اور رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا۔ پھر حرام کاری، یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں پر بہتان لگانے سے منع فرمایا۔ آپ ﷺ نے بعض چیزوں اور بعض رشتوں کی حرمتیں مقرر کیں اور بعض کو حلال اور حرام کے درجوں میں تقسیم کیا۔ شراب کو حرام قرار دیا۔ سود لینے سے منع فرمایا۔ جوئے پر قدغن لگائی۔ نیزوں سے فال لینے، پانسہ پھینکنے، سحر کرنے اور ستاروں سے قسمت کا حال معلوم کرنے سے منع فرمایا۔ عورتوں کو ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کے رشتوں کا تقدس عطا کیا۔ آپ ﷺ کی ایک محفل میں ایک صحابیؓ نے اپنی معصوم بیٹی کو زندہ دفن کرنے کا واقعہ یوں بیان کیا کہ ''اسے مجھ سے بہت محبت تھی۔ میں جہاں جاتا وہ ابو، ابو کہتی میرے ساتھ ہو لیتی۔ ایک دن میں اسے ایک ویرانے میں لے گیا۔ اس کے سامنے گڑھا کھودا اور اپنی ننھی سی بیٹی کو اٹھا کر گڑھے میں پھینک دیا۔ مٹی میں دبنے سے پہلے مجھے اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی حیرت اور اس کے لبوں سے نکلنے والی کربناک آواز اب بھی یاد ہے۔'' یہ واقعہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ فرطِ غم سے اتنا روئے کہ آپ ﷺ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ آپ ﷺ کی ہچکیاں بند ہونے میں نہ آتیں۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی محفل میں فرمایا کہ ''مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک

Marfat.com

قرار نہ دو گے۔ چوری نہ کرو گے۔ زنا نہ کرو گے اور اپنی اولاد کو جان سے نہ مارو گے اور کسی پر بہتان نہ لگاؤ گے۔"

بیعت عقبہ کے علاوہ قبول اسلام کے وقت مختلف صحابہؓ سے بیعت لیتے وقت بھی یہی اقرار لیا گیا کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے۔ چوری اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ گے اور پاک دامن عورتوں پر بہتان نہ لگاؤ گے۔ فتح مکہ کے بعد ہندہ کے قبول اسلام کے وقت بھی آپ نے اس سے چوری اور زنا نہ کرنے کا ہی عہد لیا تھا۔ کیونکہ یہ جرائم مشترکہ طور پر اس معاشرے میں پھیلے ہوئے تھے۔

آپ ﷺ نے معاشرے کی اصلاح اور انسانوں کی فلاح کے لئے یوں تو ساری زندگی وقف کر دی اور اس سلسلے میں بہت سے اقدامات اٹھائے۔ قرآن وحدیث کا ہر ورق اس جدوجہد کا آئینہ دار ہے لیکن مختصر طور پر ہم اس تحریک کو چار نکات پر جمع کر سکتے ہیں۔

۱۔ ایک مافوق الفطرت ہستی کا تصور۔
۲۔ ضابطہ اخلاق اور مجموعہ قوانین پیش کرنا۔
۳۔ ایک انسان کامل کے طور پر خود کو بطور مثال پیش کرنا۔
۴۔ قوت کے مراکز تبدیل کرنا۔

اگر ہم ان چاروں نکات کو کھول کر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ جاہلی معاشرے میں ایک مافوق الفطرت یا **Supper Natural** ہستی کا تصور تو موجود تھا لیکن کفار نے اسے مختلف صورتوں اور حیثیتوں کے بتوں کے وجود میں قید کر رکھا تھا۔ گویا وہ خدا کو تو مانتے تھے لیکن انہوں نے اس کی اطاعت کو اپنی پسند کے دیوی دیوتاؤں میں منقسم کر کے کمزور کر رکھا تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے خدائے وحدہ، لاشریک کے دھندلائے ہوئے تصور کو واضح کیا۔ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. زمینوں اور آسمانوں کو خدا کے انوار و تجلیات کا شاہکار قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ وحدہ، لاشریک ہے۔ اس کا کوئی مددگار نہیں۔ وہ نظام کائنات کو چلانے میں مکمل خود مختار ہے۔ وہ دوستوں، فرشتوں، دیوتاؤں اور اولاد کا محتاج نہیں بلکہ لَہٗ مُلْکُ

Marfat.com

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔زمیں اور آسمان کی بادشاہی اُسی کے لئے ہے اور لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔آسمانوں اور زمینوں (کے خزانوں کی) کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔حضور نبی محترم ﷺ نے فرمایا کہ خدائے بزرگ و برتر بتوں کی طرح گونگا اور بہرہ نہیں بلکہ وہ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ دلوں کے بھید بھی جانتا ہے۔اسی نے آسمانوں اور زمین کو گرنے اور سرکنے سے روک رکھا ہے۔اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۔(فاطر) آپ نے لوگوں کے ذہنوں میں عظمت خداوندی کا تصور پختہ کرنے کے لئے فرمایا کہ خدا نہ صرف رحیم وکریم ہے بلکہ جبار وقہار بھی ہے۔اگر اس کا کرم تمام عالم کو محیط ہے تو اس کی پکڑ بھی بڑی شدید ہے۔

حضور رحمت عالم ﷺ نے پتھروں سے مرادیں مانگنے والوں، درختوں سے حاجتیں طلب کرنے والوں اور سورج کو مخلوق نہیں خالق کا اوتار سمجھنے والوں کو خدائے واحد کے آگے جھکا کر انسانوں میں فکری یکسانیت پیدا کی۔کثرت کی غلامی میں جکڑے ہوؤں کو ایک کی غلامی میں دے دیا۔جب انسان کو خدا کے وجود، اس کی حاکمیت **Savereignty** اور اس کے مقتدر اعلیٰ ہونے کا یقین دلا کر حلقہ انسانی کو ایک چھت کے نیچے جمع کر لیا تو اگلا مرحلہ یہ تھا کہ اس خدا کے احکامات انسانوں تک پہنچائے جائیں۔چنانچہ آپ ﷺ نے انسانوں کے بنائے ہوئے غیر فطری قوانین حیات، دنیاوی بادشاہوں کے احکامات اور مختلف انسانوں کے باطل نظریات کو منسوخ کرکے خدائے غالب کی پر حکمت کتاب پیش کی۔جس کا تعارف کراتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ قرآن حکیم اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۔قول فیصل ہے۔قرآن کتاب حکمت ہے۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ (یونس) آپ نے ایک اور جگہ قرآن کا تعارف پیش کرتے ہوئے خدا کے الفاظ میں فرمایا۔وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ. (بنی اسرائیل) ہم نے مومنوں کے لئے قرآن کی صورت میں شفاء اور رحمت نازل کی ہے۔چنانچہ وَاتْلُ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ (الکهف) اپنے پروردگار کی کتاب کو پڑھتے رہا کرو۔اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو اپنے ہاتھ سے تخلیق کے تمام مراحل سے گزارا۔اس کا دل ودماغ خود تیار کیا۔وہ

Marfat.com

انسان کا مزاج آشنا ہے۔ وہ اس کی سوچ اور فکر کا راز دان ہے۔ انسان کی تخیلاتی پرواز خود خالق آدم کی قوتِ تخیل کا پرتو ہے۔ وہی اس کی فکری اڑان کا بھی خالق ہے۔ حضرت آدمؑ کا بدن قیامت تک پیدا ہونے والی نوع انسانی کا ایک مکمل ماڈل تھا جس میں خدا تعالیٰ نے خوشی و مسرت، غم واندوہ غصے اور جھنجھلاہٹ، انتشار وافتراق، جلال و جمال، بناؤ اور بگاڑ، تعمیر و تخریب، شوق وارادت، چاہت و نفرت کے تمام لوازت جمع کر دیئے۔ خدا نے آدمؑ کی مٹی میں نیکی کو قبول کرنے کی سرشت بھی پیدا کی اور بدی کی طرف راغب ہونے کی استعداد بھی رکھی۔ پھر انسانی ضمیر میں ایسی کھٹک پیدا کی جو برائی کے ارتکاب پر بے قرار ہو جاتی ہے۔ انسان کے ضمیر میں شرافت اور تواضع بھی پیدا کی اور چالاکی و عیاری بھی۔ لیکن قافلہ انسان کو نظم وضبط کا پابند کرنے کے لئے، اس کی انسانیت کو اجاگر کرنے اور بہیمیت کو دبانے کے لئے، اس کی قوتوں سے کائنات کو سنوارنے، آخرت کی کھیتی کو بارآور اور خدا کی ربوبیت کا مظہر بنانے کے لئے ایک کتاب اتاری۔ جو سرچشمہ ہدایت بھی ہے۔ اس میں زندگی گزارنے کے تمام طریقے درج ہیں۔ اس میں نیکی کی جزا اور برائی کی سزا کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں انسان کے تمام تخلیقی ادوار کا مکمل نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ انسان کی عادات، اس کی فطرت، اس کے بچپن، اس کے شباب، اس کے بڑھاپے کا تذکرہ ہے۔ پھر اسی کتاب میں کھانے والی حلال وحرام چیزوں کی درجہ بندی ہی نہیں کی گئی بلکہ رشتوں کا تقدس قائم رکھنے کے لئے ان میں حلال اور حرام کی تقسیم پیدا کی گئی ہے۔ قرآن پاک انسان کے ماضی، حال اور مستقبل کا آئینہ بھی ہے۔ اس کے اغراض و مقاصد کی تفصیل بھی ہے اور دنیا و آخرت کی کامیابی کا چارٹر بھی ہے۔ اپنی زندگیوں کو قرآن کے سانچوں میں ڈھالنے والے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے نقش پاء پر چلنے والے ہی خدا کی زمین کے وارث اور جنت کے حقدار ٹھہرے۔ قرآن حکیم نے حق و باطل کے درمیان ایک واضح امتیاز قائم کیا۔ قرآن حکیم نے اس امتیاز کو مزید واضح کرنے کے لئے اپنے پیروکاروں کو یَا اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْن کہہ کر مخاطب کیا۔ گویا حضور فخر موجودات ﷺ نے منشائے ایزدی کے مطابق مومنین کی ایک ایسی جماعت تیار کی جس کے بارے میں

Marfat.com

جنگ بدر کے موقع پر خود نبی آخر الزماں ﷺ نے خدا سے التجا آمیز دعا میں فرمایا کہ
''اگر یہ تیرے مٹھی بھر نام لیوا مٹ گئے تو دنیا میں تیرا نام مِٹ جائے گا۔''

نزول اسلام سے قبل عرب معاشرہ حاکم و محکوم، امیر و غریب اور بندہ و آقا میں منقسم ایک ایسا معاشرہ تھا جس میں سرمایہ دار اور طاقتور نے کمزوروں، غریبوں اور غلاموں کو اپنے پنجہ استبداد میں جکڑ رکھا تھا۔ غلام، انسان ہوتے ہوئے بھی درجہ انسانیت سے بہت فروتر تھے۔ اُمراء نسل در نسل اپنے اونٹوں کی حفاظت کرتے، اپنے گھوڑوں کے حسب و نسب کا خیال رکھتے۔ اپنی زبان دانی کے سامنے کائنات کے اہل زبان کو عجم یعنی گونگا سمجھتے۔ زمانے کو اپنی اَناء کی ٹھوکروں میں رکھتے اور غلاموں کو متروکات سخن میں شمار کرتے۔ اسی معاشرے میں ولید بن مغیرہ اپنی دولت اور بیٹوں کی کثرت کی وجہ سے واجب الاحترام تھا۔ ابو جہل اپنی بہادری اور جاہلانہ حکمت کی وجہ سے مکے کا سردار تھا۔ قریش اپنے نسب کی برتری پر نازاں تھے۔ بنو عدی جنگجوئی میں ممتاز تھے۔ بنو ہاشم کثرت تعداد کی وجہ سے مکے کے مالک تھے لیکن جن لوگوں کے پاس نہ خاندانی عظمت تھی، نہ دولت تھی، نہ زبان دانی کا فخر تھا، نہ وہ صورت زیبا کے مالک تھے۔ ایسے لوگوں کی حیثیت معاشرے میں سنگریزوں سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن جب اُس در یتیم ﷺ نے غارِ حرا سے اتر کر نسخہ کیمیا کی چند آیات پیش کیں تو انہیں کچلے ہوئے خستہ تنوں نے صدائے رسالت پر بڑھ کر لبیک کہی۔ جس طرح لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑوں کی نسبت چھوٹے چھوٹے ذرے پہلے اُٹھ کر مقناطیس سے لپٹ جاتے ہیں اور مقناطیس کا حصہ بن کر اس کی کشش اور حجم بڑھانے کا باعث بنتے ہیں۔ اسی طرح حضرت بلال حبشیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت سمیہؓ، حضرت زبیرؓ بن العوام، حضرت زید بن حارثؓ اور زمانے کے ستائے ہوئے اور ظلم و ستم کے مارے ہوئے بیسیوں افراد نے اس ماہ عرب و عجم ﷺ کی حلقہ بگوشی اختیار کر کے آنے والے افراد کے لئے زمین پر جادہ روشن کی ایک کہکشاں سجا دی۔ اس وقت معاشرے کی اصلاح کے لئے بہت ضروری تھا کہ ظالم، جابر اور دولتمند لوگوں سے طاقت چھین کر انہیں بے حیثیت بنا دیا جائے۔ تا کہ وہ مخالفانہ کردار ادا کرنے کے قابل نہ رہیں۔

Marfat.com

آپ نے طاقت کے مراکز بدلنے کے لئے معاشرے کی قدریں بدلیں۔ فتنہ گر اور سرکش انسان کی بجائے متقی اور پرہیز گار کو زمانے میں مکرم و معزز قرار دیا۔ آپ نے فرمایا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰکُمْ تم میں سے خدا کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ کیونکہ وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ۔ (الجاثیہ) اللہ تعالیٰ متقیوں کا دوست ہے۔ اور جو اللہ کا دوست ہے وہی اس کے رسول مقبول ﷺ کا دوست ہے اور جو اس کے پیغمبر کا دوست ہے وہی زمانے کا معزز ترین انسان ہے۔ اس کے مقابلے میں کسی ابوجہل، کسی شیبہ، کسی ابولہب، کسی ولید بن مغیرہ، کسی عبداللہ بن ابی، کسی دنیاوی عہدے اور معاشرتی اعزاز کی کوئی وقعت نہیں۔ حضور نبی آخرالزمان ﷺ نے خطبہ حجتہ الوداع میں بھی اس پالیسی کا برملا اعلان کیا تھا۔

''اے لوگو! خوب سن لو کہ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی گورے کو کالے پر کسی قسم کی فضیلت حاصل نہیں ہے اور اگر کسی کو فضیلت حاصل ہے تو تقویٰ کے سبب۔''

دربار شاہی میں جس ہنر کی قدر و قیمت ہو وہی قدریں سکہ رائج الوقت ٹھہرتی ہے۔ اگر تاج خسروی موسیقی کی لے پر جھوم اُٹھے تو درباروں میں سازندوں کی بہار آجاتی ہے۔ اگر امیرِ دربار شعر و شاعری کا رسیا ہو تو مائیں شاعروں کو جنم دینا شروع کر دیتی ہیں۔ اگر صاحبِ سلطنت پیشہ سپہ گری کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہو تو قومیں سپاہیانہ جوش و جذبے سے معمور ہو جاتی ہیں۔ اگر علم، مزاجِ خسروی کا خاصہ ہو تو افرادِ قوم حصولِ علم کو اپنی زندگی کا شعار بنا لیتے ہیں۔ گویا شاہانِ وقت کا مزاج ہی قوموں کی تقدیر بن جاتا ہے۔

حضور امام الانبیا ﷺ نے نیکی، پارسائی، سچائی، دیانت، پرہیز گاری اور صلح جوئی کو قربِ خداوندی اور اپنی پسند کا معیار قرار دے کر معاشرے میں رائج کیا تو رضائے الٰہی کے متلاشی لپک لپک کر ان جواہر ریزوں کو اپنے دامن میں بھرنے لگے۔ انہوں نے تپتے ہوئے صحراؤں، جھلستے ہوئے پتھروں اور دہکتے ہوئے کوئلوں پر گھسٹنے کی قیمت پر بھی ان لعل و جواہر کو گلے لگا کر قافلہ انسانی پر سبقت حاصل کر لی۔ انہوں نے دولت، طاقت اور سیادت کے زعم میں مبتلا لوگوں کے سومنات مسمار کر کے اپنی

Marfat.com

شخصیت کے تاج محل تعمیر کر لئے۔ ایام جاہلیت کے بڑوں نے آپ کی نبوت کو اپنی بڑائی کے لئے خطرہ سمجھ کر ماننے سے انکار کر دیا جبکہ پسماندہ اور غریب طبقے اسلام قبول کر کے خدا کے لشکروں میں شامل ہو گئے۔ اُنہیں میں سے بعض بڑے بڑے سپہ سالار بن کر ابھرے۔ بعض نے علم و حکمت کے چراغ روشن کر کے زمانے کو منور کیا۔ بعض کلام خداوندی کے مفسرین گئے۔ بعض پیغمبر خدا ﷺ کے جانشین ٹھہرے۔ بعض نے قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں روند ڈالیں۔ ان لوگوں نے انسان کے اندر پلنے والی بہمیت پر قابو پا کر کائنات کو انسان کے اصل روپ سے روشناس کرایا۔

طاقت کے مراکز بدلنے سے پورے معاشرے کا چلن ہی بدل گیا۔ بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے والے ان کی پرورش پر فخر کرنے لگے۔ ڈاکو اور راہزن امانتوں کے محافظ بن گئے۔ جھوٹ بولنے والے صداقتوں کے علمبردار بن گئے۔ لات و ہبل کے سامنے سجدہ کرنے والوں نے خدا کو اپنا معبود قرار دے دیا۔ رقص و سرور کی محفلیں سجانے والوں نے قرآن خوانی کو اپنا شعار بنا لیا۔ صحراؤں کی خاک چھاننے والوں نے زمین و آسمان کی وسعتوں اور حکمتوں پر غور و فکر کرنا شروع کر دیا۔ عورت کو محض عورت سمجھنے والوں نے اسے ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کے رشتوں میں پرولیا۔ شعر و شاعری کے رسیا ذکر و فکر میں ڈوب گئے۔ حسن ظاہر کے متلاشی حسن ازل کے دیدار میں کھو گئے۔ اپنے حسن و جمال کی نمائش کرنے والی عورتوں نے خود کو پردوں میں مستور کر لیا۔ جہاں خون کی ندیاں بہتی تھیں وہاں دودھ کی نہریں رواں ہو گئیں۔ اپنے سرداروں کے سائے سے لرزنے والوں نے بادشاہوں کے تخت روند ڈالے۔ نسلی اور خاندانی تفاخر میں زندگی گزارنے والوں نے اسلام کو اپنی پہچان بنا لیا۔ اونٹوں کی مہار تھامنے ولوں نے کائنات کی زمام اقتدار سنبھال لی۔ سینوں میں بھڑکتی ہوئی آتش غضب نے معطر پھولوں کا روپ دھار لیا اور دلوں کے سنگ پگھل کر صلح و محبت کی آبشاروں میں بہنے لگے۔

الغرض پورے معاشرے میں ایک ایسا زبردست انقلاب رونما ہوا جس نے ہر شخص کی کایا پلٹ دی اور اس پورے انقلاب میں آپ ﷺ کا کردار محض ایک مبلغ،

Marfat.com

ایک ناصح یا خطیب کا کردار نہ تھا بلکہ آپ نے کردار سازی کے اس پورے عرصے میں ہر معاملے میں خود کو بطور مثال پیش کیا۔ آپ ﷺ حکم دینے سے پہلے خود اس پر عمل فرماتے اور پھر اس کی تقلید کرنے کا فرمان جاری کرتے۔ قرآن پاک کی ہر آیت آپ کے عمل کی تشریح میں واضح ہوئی۔ گویا قرآن حکیم قوانین واحکامات کا مجموعہ ہے لیکن آپ ﷺ کا عمل اس کی تفسیر ہے۔ آپ ﷺ نے مہمان کو کھانا کھلانے کے لئے یہودی کے ہاتھ اپنی زرہ بھی رہن رکھ دی۔ نماز کا حکم دینے سے پہلے آپ ﷺ نے اپنی راتوں کو طویل قیام وسجود سے مزین کیا۔ دشمنوں سے حسن سلوک کا حکم دینے سے پہلے آپ ﷺ نے اپنے جانی دشمنوں کو بھی معاف فرمایا۔ نسلی تعصب کو ختم کرنے کے لئے آپ ﷺ نے خود مختلف خاندانوں میں رشتہ داریاں قائم کیں بلکہ اپنے خاندان کی معزز خاتون حضرت زینبؓ کو اپنے غلام زیدؓ بن حارث کے عقد میں دے دیا۔ مسجدوں کی تعمیر کا صرف حکم نہیں دیا بلکہ مزدور بن کر اینٹیں اور گارا اٹھا کر دکھایا۔ جب دشمنوں سے جنگ آزمائی کا موقع آیا تو آپ ﷺ سپہ سالار کے طور پر ہر میدان جنگ میں سب سے ممتاز رہے۔ اگر دوسروں کو سادگیٔ حیات کی تعلیم دی تو بحر و بر پر تصرف ہونے کے باوجود خود تمام عمر فقر وفاقہ میں بسر دی۔ کسی عزیز کی وفات پر آہ وزاری کرنے سے صرف منع نہیں فرمایا بلکہ اپنے لخت جگر حضرت ابراہیمؑ اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ اپنے عم محترم حضرت امیر حمزہؓ اپنے محسن چچا ابو طالب اور اپنے مربی عبدالمطلب کی وفات پر آپ ﷺ نے اپنے غم کا اظہار صرف آنسو بہا کر کیا۔ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا مرحلہ آتا تو دوسروں کو ترغیب دینے سے پہلے مال غنیمت میں آیا ہوا تمام مال ہدیئے کے طور پر، ملنے والی رقوم اور تحائف میں آنے والا تمام سامان ضرورت مندوں اور محتاجوں کو دے کر اپنا دامن جھاڑ کر اُٹھتے۔ اپنے صحابہ کرامؓ کو مشورے کی تلقین کرنے اور مشورے کی اہمیت واضح کرنے سے پہلے ہر معاملے میں صحابہؓ سے مشورہ کر کے ایک مثال قائم کی۔ اگر ہجرت کا معاملہ درپیش ہوا تو سب سے پہلے اپنا گھربار، بیوی بچوں، اپنے مولد و مسکن اور اپنے باپ دادا کی وراثت چھوڑ کر راہ خدا میں نکل پڑے۔ خطبہ حجتہ الوداع میں سب سے پہلے اپنے خاندان کا خون اور اپنے

Marfat.com

چچا کا تمام سود معاف کر کے ایک قابل تقلید مثال قائم کی۔

آپ ﷺ نے اس جنگجو، ظالم اور غیر محفوظ معاشرے میں زندگی کو محفوظ اور یقینی بنانے کے لئے مختلف قوانین وضع کیے۔ آپ ﷺ نے خرید و فروخت کے لئے ضابطے مقرر کیے کہ فروخت کی جانے والی چیز موقع پر موجود ہوتا کہ اس کا معائنہ کیا جا سکے لیکن وہ چیز فروخت کنندہ کے قبضے میں ہونی چاہیے تاکہ کوئی اس سے فریب نہ کر سکے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر دو فریقوں کے درمیان کسی چیز کی خرید و فروخت کی بات چل رہی ہو تو کسی تیسرے فریق کو اس پر بولی لگانے کا حق نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کے اگر درخت پر لگے ہوئے پھل فروخت کر دیئے جائیں لیکن خریدار کے توڑنے سے پہلے ہی کسی قدرتی آفات سے تباہ ہو جائیں تو خریدار کو رقم واپس لینے کا حق ہے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کی زمینوں کو تحفظ دینے کے لئے قانون بنا دیا کہ کوئی کسی دوسرے کی زمین پر قبضہ نہیں کر سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کنوئیں کا پانی، خود رو گھاس اور آگ مشترک املاک ہیں۔ نہر کے بہتے ہوئے پانی کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہر کا پانی ساحلی کھیتوں کے سب مالکوں کی ملکیت ہے۔ البتہ ایک شخص اپنے کھیت میں آبپاشی کے لئے نہر کا پانی اس وقت تک روک سکتا ہے۔ جب تک اس کے کھیت میں ٹخنوں تک پانی جمع نہ ہو جائے۔ آپؐ نے اولاد کے حقوق کا تعین کرنے کے لئے قانون وراثت کے قرآنی احکام سے لوگوں آگاہ کیا۔ زمینوں اور جائیدادوں کو اجنبی لوگوں سے بچانے کے لئے حق شفع کا قانون لاگو کیا۔ معاشرے میں عورت کو باعزت مقام دلانے کے لئے نکاح اور نکاح کے مہر کی ادائیگی کو یقینی بنایا۔ پھر کسی ناپسندیدگی کی صورت میں فریقین کو طلاق اور خلع کا اختیار عطا کیا۔ آپ ﷺ نے جانوں کے تحفظ کے لئے قتل و خونریزی کی سزا مقرر کی۔ عصمتوں کی حفاظت کے لئے رجم کا قانون نافذ کیا۔ آپ ﷺ نے سزا کے مقابلے میں معاف کر دینے کو رواج دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "منصف کے لئے یہ بہتر ہے کہ وہ غلطی سے مجرم کو بری کر دے بہ نسبت اس کے کہ وہ غلطی سے کسی کو سزا دے۔" آپ ﷺ نے جرم کو روکنے کے لئے قصاص، دیت اور خون بہا کے قوانین کی پابندی عائد کی۔

Marfat.com

آپ ﷺ نے بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو جنگ کا ایندھن بننے سے بچانے کے لئے قوانین جنگ وضع کئے۔ آپ ﷺ نے مذہبی راہنماؤں کو قتل کرنے، پھل دار اور سایہ دار درختوں کو کاٹنے اور دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں کو منہدم کرنے کی ممانعت کی۔ آپ ﷺ نے جھوٹی شہادت دینے، کسی پر الزام لگانے، جھوٹی تہمت لگانے، رشوت وصول کرنے سے منع فرمایا اور زکوۃ وصول کرنے والوں کو تحائف قبول کرنے سے بھی منع فرما دیا۔ آپ ﷺ نے کمزوروں، ناداروں، غلاموں، مفلسوں کو تحفظ دینے کے لئے امراء کے خزانوں پر زکوۃ عائد کی۔ صدقات کو رواج دیا۔ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی۔ طالبعلموں مسافروں اور قیدیوں پر خرچ کرنے کا حکم دیا۔ محفلوں کی حرمت قائم رکھنے، اور محفل میں بیٹھے ہوئے افراد کی عزت نفس قائم رکھنے کے لئے یہ ضابطے مقرر کئے کہ بعد میں آنے والا لوگوں کے کندھے پھلانگ کر آگے جانے کی کوشش نہ کرے۔ دوسروں کی موجودگی میں سرگوشیاں کرنے سے منع فرما دیا تا کہ تعلقات کے آئینے کو غلط فہمیوں کی خراشوں سے محفوظ رکھا جا سکے۔ اسلام محض تعزیرات کا مجموعہ نہیں بلکہ آپ ﷺ نے جرم کی سزا دینے سے قبل جرم کی نوعیت معلوم کرنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''کسی شہری کو ملزم قرار دینے سے پہلے ضروری ہے کہ اسے قانون کا علم سکھایا جائے۔'' ایک اور جگہ آپ ﷺ نے فرمایا ''بھوکے کو چوری کی سزا دینے سے پہلے یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ ملزم کی خوراک کا خاطر خواہ بندوبست موجود تھا۔ (نقوش رسول نمبر جلد نمبر ۱۱)

آپ نے مکمل طور پر گمراہ اور بگڑے ہوئے معاشرے کی اصلاح کے لئے ہر عمر، ہر طبقے اور ہر قسم کے فرد کے لئے حدود و قیود متعین کیں۔ انسان کے ہر پہلو کی اصلاح اور درستی کے لئے محبت، ترغیب، سرزنش اور سزا کے قرینے وضع کئے۔ جس کے نتیجے میں وہ معاشرہ قیامت تک کے لئے ایک ایسا مثالی معاشرہ بن گیا کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے خود فرمایا خیر القرون قرنی۔ یعنی میرا زمانہ سب زمانوں سے بہتر ہے۔

تاریخ نے یہ ثابت کر دیا کہ آج تک کسی انسان نے قلیل ترین وسائل اور مختصر ترین عرصے میں اتنا بڑا اور مکمل انقلاب برپا نہیں کیا۔ آپ ﷺ کا یہ انقلاب صرف

Marfat.com

اہل مکہ یا اہل مدینہ تک محدود نہ رہا۔ یہ انقلاب فقط امراء کے لئے نہیں تھا۔ فقط آپ کے اہل خاندان کے لئے نہیں تھا بلکہ فیضان کے اس کے بحر ناپیدا کنار سے ہر شخص فیضیاب ہوا۔ انسانی معاملات کے ہر پہلو، افکار انسانی کے ہر گوشہ اور اعمال کی دنیا کی ہر کروٹ میں ایک انقلاب آ گیا۔ حضور ﷺ کا تخلیق کردہ معاشرہ اتنا پرکشش، اتنا دلفریب اور اتنا طاقتور معاشرہ تھا کہ بڑے بڑے متعصب، بڑے مغرور، اپنی جاہ وحشمت پر فخر کرنے والے کفر پر نازاں اپنی حیثیت ختم کر کے اس معاشرے میں ضم ہو گئے اور یہ انقلاب اتنا تاثر انگیز انقلاب تھا جس کی موجوں نے چند سالوں میں ہی تین براعظموں پر قبضہ جما کر اپنی سچائی ثابت کر دی۔ اور اُن ممالک کے رہنے والوں کی زندگیوں میں ان کے تہذیب وتمدن، رہن سہن، رسم ورواج، ان کے فن تعمیر، ان کی زبان، ان کے افکار، ان کے فنون، ان کی عبادات ان کے معاملات اور ان کی معاشرت کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ حضور نبی محترم ﷺ کی شخصیت ساز اور انقلاب آفرین ذات گرامی نے ثابت کر دیا کہ کائنات کے زمان ومکان کی وسعتیں اسلام کی قوت تسخیر کے سامنے ہیچ ہیں۔ زمین کی حدیں، اُفق کی پہنائیاں اور سمندروں کی گہرائیاں اس کی رفتار کے سامنے بے وقعت ہیں۔

اقبالؒ کے الفاظ میں!

اس کی زمیں بے حدود، اس کا اُفق بے ثغور
اس کے سمندر کی موج دجلہ و دینیوب و نیل

☆☆☆

Marfat.com

غزوئہ تبوک
معجزوں اور امتحانوں کا سفر

حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت میں اسلام تین مراحل سے گزرا۔ مکی زندگی کا پہلا مرحلہ تیرہ برس پر محیط ہے۔ جس میں آپ نے کفارِ مکہ کی تمام ذہنی اذیتوں، جانی دشمنیوں، معاشرتی مقاطعوں، مالی نقصانات اور تبلیغی مشکلات کے باوجود بے پناہ صبرو استقلال کا مظاہرہ فرمایا۔ آپ ﷺ نہایت نرم روی، بردباری اور خندہ پیشانی سے تبلیغ وتحریک اسلام کو آگے بڑھاتے رہے۔ آپ نے فکری طور پر بنجر اور نظریاتی طور پر سنگلاخ معاشرے میں اپنے معاون پیدا فرمائے۔ یہ پہلا مرحلہ بہت مشکل، اذیت ناک اور دردناک تھا۔ جس میں دشمن زیادہ تھے اور دوست کم۔ صدیوں سے بتوں کو پوجنے والے خدا کی توحید اور نبوت کے مقام کو نہ صرف سمجھنے سے قاصر تھے۔ بلکہ جذبہ اصنام پرستی کو قائم رکھنے کے لئے انہوں نے خدا اور نبی ﷺ کو کبھی خندہ استہزا کا نشانہ بنایا۔ کبھی الزام تراشیوں کے تیروں سے چھلنی کیا اور کبھی ان کی ہستی مقدس کا مکمل انکار کر کے انہیں اپنے راستے سے ہٹانے کی سعی میں مصروف رہے۔ آخر مصائب و آلام کے تیرہ برس بعد بیعت عقبہ ثانیہ کے ذریعے آپ اس قابل ہوئے کہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ پاک کے مسلمانوں کی پناہ میں چلے جائیں۔ گو کفار مکہ نے آپ کو مدینہ پاک میں بھی چین نہ لینے دیا۔ اور آپ کو مسلسل سازشوں اور جنگوں میں اُلجھائے رکھا۔ لیکن اس دوسرے مرحلے میں آپ ﷺ اس قابل تھے کہ ان کے

Marfat.com

جارحانہ حملوں کا دفاع کرسکیں۔ ہجرت کے پانچویں سال یعنی غزوۂ احزاب یا غزوہ خندق تک آپ نے جارحیت کے مقابلے میں دفاعی انداز اختیار کیے رکھا۔ غزوۂ احزاب میں کفار مکہ اور یہودیوں کی اجتماعی قوت آپ کے مقابلے پر تھی۔ لیکن اس مشترکہ لشکر کو بھاگتے دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب کفار ہم پر نہیں بلکہ ہم ان پر حملہ کریں گے۔ گویا یہ تیسرے مرحلے کا آغاز تھا۔ لیکن اس مرحلے کے آغاز پر آپؐ نے اپنی حکیمانہ بصیرت سے صلح حدیبیہ میں کفار مکہ سے صلح کر کے ان کے اور یہودیوں کے اشتراک میں ایک شگاف ڈال دیا اور دونوں کو الگ الگ غزوۂ خیبر اور فتح مکہ میں مغلوب فرما کر فتح مبین کی جت پوری فرمادی۔ غزوۂ خیبر تیسرے مرحلے کا آغاز تھا۔ جس کے ذریعے آپ نے یہودیوں کو منتشر کرنے کے لئے خود بڑھ کر خیبر پر حملہ فرمایا اور خیبر کو ان سے خالی کروالیا۔ اس کے بعد غزوہ حنین، غزوہ موتہ اور غزوہ تبوک میں اسلام سرزمین حجاز سے نکل کر روم وایران کے دروازوں پر دستک دینے کے قابل ہوگیا۔ لیکن اپنے موضوع یعنی غزوہ تبوک کا جائزہ لینے سے قبل ہمیں مختلف غزوات، ان کے نتائج، ان میں پیش آنے والے چیدہ چیدہ واقعات اور ان میں انصار مہاجرین کے جذبہ جانثاری پر روشنی ڈالنا ہوگی۔ تاکہ تمام غزوات کی اصل روح کو سمجھا جاسکے۔

غزوہ بدر انصار کا امتحان تھا۔ جنہوں نے حضور نبی آخر الزماں ﷺ کو بیعت عقبہ ثانیہ میں مدینہ پاک آنے کی دعوت دی اور اپنی جان ومال اور اولاد کے عوض آپ کی حفاظت کا ذمہ بھی لیا۔ چنانچہ جب آپ کو قریش مکہ کی تیاری کا علم ہوا تو آپ نے صحابہ کرامؓ کو جمع فرمایا اور حالات کی سنگینی پر انہیں باخبر کیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے انصار کو ان کا وعدہ یاد دلانے اور مقابلہ کرنے کی ترغیب کے لئے پرجوش تقریر کی۔ ان کے بعد حضور ﷺ نے بھی انصار کا رد عمل معلوم کرنا چاہا۔ تو قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعدؓ بن عبادہ نے اٹھ کر کہا کہ "اگر حضور ﷺ کا اشارہ ہماری طرف سے تو خدا

Marfat.com

کی قسم اگر آپ حکم دیں تو ہم سمندر میں بھی کود پڑیں'' حضرت مقدادؓ نے فرمایا کہ ''ہم حضرت موسیٰؑ کی قوم کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا جا کر لڑیں۔ ہم لوگ آپ کے داہنے سے بائیں سے، سامنے اور پیچھے سے لڑیں گے۔''

ان کی اس تقاریر سے حضور نبی کریم ﷺ کا چہرہ اقدس اطمینان اور خوشی سے تمتما اٹھا۔ غزوہ بدر کے نتیجے میں ستر کفار مکہ قتل ہوئے اور ستر قید ہوئے۔

وہ جنگجو قوم جو ایک قتل کے انتقام کی آگ کو برسوں تک بھڑکائے رکھتی تھی۔ اتنی بڑی ذلت، شکست اور ستر مقتولین کو کس طرح بھول سکتی۔ مکہ کے ہر گھر سے انتقام کی آوازیں اٹھنے لگیں۔ ابوسفیان نے قسم کھائی کہ وہ مقتولین بدر کے انتقام تک نہ غسل کرے گا اور نہ سر میں تیل ڈالے گا۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے اپنے باپ عتبہ کے قاتل حضرت حمزہؓ کے خلاف وحشی کو نیزہ بازی میں خصوصی مہارت دلوائی۔ اور چودہ خواتین قریش نے ہندہ کی سرکردگی میں میدان احد سے ہم آواز ہو کر یہ رجز بلند کیا۔ کہ

''ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں۔ اگر تم بڑھ کر لڑو گے۔ تو ہم تم کو گلے لگالیں گی اور اگر پیچھے ہٹو گے تو ہم تم سے الگ ہو جائیں گی۔

غزوہ احد میں مال غنیمت کے لالچ اور حضور ختم المرسلین ﷺ کی نافرمانی کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت بڑی ہزیمت اُٹھانا پڑی۔ جس کی وجہ سے کفار مکہ کو تو مسلمانوں کے خلاف نیا حوصلہ ملا ہی تھا۔ یہودی حلیفوں کو بھی کھل کر وار کرنے کا موقع مل گیا چنانچہ غزوہ خندق، کفار اور یہود مدینہ کی مشترکہ تگ وتاز کے ذریعے اسلام اور اہل اسلام کو نیست ونابود کر دینے کا وحشیانہ اظہار تھا۔ تمام قبائل عرب دس ہزار افراد کا ایک لشکر گراں لے کر مدینہ پاک کی طرف بڑھے، اس موقع پر کفار کے سردار حیی بن اخطب نے نبو قریظہ کے سردار کعب بن اسد سے کہا۔ کہ

''میں فوجوں کا ایک بحر بیکراں لے کر آیا ہوں۔ یہ موقع ہاتھ سے نہیں جانا چاہیئے۔ اب ہمیں اسلام کا خاتمہ کرنا ہے۔''

Marfat.com

دوسری طرف حضور صاحب عرب و عجم ﷺ نے حالات کی سنگینی کے پیش نظر ایک دفعہ پھر انصار کا امتحان لینے کے لئے بنو غطفان سے مدینہ پاک کی تمام پیداوار کا ایک ثلث یعنی تیسرا حصہ دے کر کفار مکہ سے صلح کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن راؤ سائے انصار سعدؓ بن عبادہ اور حضرت سعدؓ بن معاذ نے فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم سے تو حالت کفر میں بھی کوئی خراج مانگنے کی جرات نہیں کر سکا۔ اب تو ہم دولت ایمان سے مالا مال ہیں۔

انصار مدینہؓ کا یہ جذبہ ایثار اور جرأت دیکھ کر آپ کو اطمینان ہوا اور آپ نے معاہدے کی عبارت مٹادی۔ انصار مہاجرین کی استقامت، قوت ایمانی اور خندق کی تدبیر نے تقدیر یزداں کو اپنے محبوب ﷺ کی مدد پر مائل کر دیا اور خدا کے طوفانی لشکروں نے کفار کے ارادوں کا منہ پھیر دیا۔ ابوسفیان اپنے حلیفوں، اپنے لشکر اور مذموم ارادوں سمیت بھاگ نکلا۔ اسی موقعے پر آپ نے فرمایا تھا کہ اب ہم خود کفار پر حملہ کریں گے۔ آپ ﷺ کا فرمان ایک نئے عہد اور نئے ارادوں کا آئینہ دار تھا۔ کیونکہ فوراً ہی یہ مرحلہ پیش آ گیا کہ آپ نے ابھی سلاح جنگ بدن سے علیحدہ ہی فرمائے تھے کہ جبرائیل امین حاضر ہوئے اور فرمایا کہ فرشتوں نے ابھی اپنے ہتھیار نہیں رکھے۔ کیونکہ بنو قریظہ کو ان کی بدعہدی کی سزا دینا باقی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں نے اسی وقت ہتھیار سنجائے اور بنو قریظہ کے یہودیوں کو سزا دینے کے لئے چل پڑے۔

اس جنگ میں شکست کے بعد یہودیوں نے بھاگ کر خیبر میں پناہ لی۔ خیبر، عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں قلعہ۔ رؤسائے بنی نُضیر نے مدینہ سے جلا وطن ہو کر خیبر کا رخ کیا تو پورے خیبر میں مسلمانوں کے خلاف انتقام کی آگ بھڑکا دی۔ مسلمانوں کو بھی احساس ہو رہا تھا کہ یہودی بھی اسلام کے لئے بہت بڑا خطرہ بن رہے ہیں۔ اُدھر یہودی بھی مسلمانوں کی جس قوت کو دھیمے چراغ کی لَو سمجھ رہے تھے

Marfat.com

وہ تو اب خرمنِ باطل کو جلانے کے لئے شعلہ جوالا بننے والا تھا۔ لہٰذا اسے یہودیوں کے دامن تک پہنچنے سے پہلے ہی بجھانے کے لئے اہل خیبر نے قریش مکہ نبو غطفان، بنو نضیر اور دوسرے تمام غیر مسلم قبائل کے ساتھ مل کر متحدہ قوت تیار کی لیکن اس سے پہلے کہ دوسرے غزوات کی طرح کفار، مدینہ پاک پر حملہ آور ہوتے خود حضور فخر قرآن ﷺ نے کفر کی گردن دبوچنے کے لئے صرف شرکاءِ صلح حدیبیہ کے ساتھ حملے کا ارادہ فرمایا۔ لشکر کی تعداد چودہ سو تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صلح حدیبیہ سے واپسی پر تالیف قلب کے لئے سورہ فتح کی ابتدائی آیات نازل فرمائی تھیں۔

لقد رضی اللّٰہِ عن المومنین اِذْ یُبَایِعُونَکَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا وَّ مَغَانِم کَثِیْرَۃً یَاْخُنْ وْنَھَا۔

یعنی "جب مومنوں نے درخت کے نیچے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی تو اللہ ان سے راضی ہو گیا۔" اور اللہ کو ان کے دلوں کا حال معلوم تھا۔ اسی لئے اللہ نے ان پر اطمینان اور سکون نازل فرمایا اور ان کو جلد حاصل ہونے والی فتح عطا فرمائی۔ جس کے ذریعے انہیں بہت سی غنیمتیں عطا فرمائے گا جن پر وہ قبضہ کریں گے"۔ چنانچہ اس پیش گوئی کے مطابق غزوہ خیبر میں حاصل ہونے والی غنیمتیں صرف اہل حدیبیہ کا حق تھا۔ مسلمانوں نے تاجدار عرب وعجم ﷺ کی رہنمائی میں چھ مضبوط ترین قلعوں کے مرکز اور بیس ہزار یہودیوں کے آہن پوش لشکر کو یوں پامال کیا جیسے مکڑی کے جالے کو ویران کر دیا جاتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے فرمانِ اقدس کے مطابق خیبر آج بھی ویران اور بے آباد ہے۔

غزوہ خیبر ایک نئے عہد کا آغاز تھا۔ اس میں قریش مکہ اور یہودیوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ اب مسلمان اس قابل ہو گئے کہ مقامی خطرات سے ہٹ کر اسلام کا پیغام عرب وعجم کے کناروں تک پھیلا دیں۔ چنانچہ حضور سرور کائنات ﷺ نے عرب وعجم کے

Marfat.com

مختلف بادشاہوں اور امراء کو تبلیغ اسلام کے لئے خطوط ارسال کیئے۔ جن کا ہر جگہ مختلف ردعمل ہوا۔ آپ نے قیصر روم کی ایک ماتحت ریاست بلقاء کے عیسائی رئیس شرجیل بن عمر کو خط لکھا جسے صحابی رسول حضرت حارثؓ بن عمیر لے کر گیئے۔ لیکن شرجیل نے اپنے زعم باطل میں حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کو قتل کروا دیا۔ اس کی یہ حرکت سفارتی آداب کی صریح خلاف ورزی تھی۔ قیامت تک سفیروں کی حرمت قائم کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ اس قتل کا بدلہ لیا جائے۔ چنانچہ آپ نے تین ہزار صحابہ کرامؓ کو اپنے غلام حضرت زیدؓ بن حارث کی زیر قیادت روانہ فرمایا۔ یہ جنگ غزوہ موتہ کہلاتی ہے جس میں حضرت زیدؓ بن حارث کے بعد اسلامی فوج کے دو اور مایہ ناز سپہ سالار حضرت عبداللہؓ بن رواحہ اور حضرت جعفر طیارؓ شہید ہوئے، بالآخر حضرت خالدؓ بن ولید اپنی مختصر سی فوج کو ایک لاکھ عیسائی لشکر کے نرغے سے نکال کر واپس مدینہ پاک لانے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن حجاز مقدس کے باہر عیسائیوں سے پہلی شکست نے مسلمان افواج کو بہت بڑی شرمندگی سے دوچار کیا جب یہ فوج مدینہ پاک پہنچی تو اہل شہر نے استقبال کی بجائے ان کے چہروں پر خاک پھینکی اور انہیں بھگوڑوں کا خطاب دیا۔ لیکن وہ پیغمبر زمان و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم کہ زمانے کے دروبست جن کے سامنے پوری طرح آشکار تھے۔ مستقبل، اپنے تمام اسرار و رموز کے ساتھ آپ کے حضور روشن تھا۔ اس مایوس کن موقعہ پر آپ نے آنے والے وقت اور حالات کا تعین کرتے ہوئے فرمایا کہ ''تم بھگوڑے نہیں ہو بلکہ دوبارہ حملہ کرنے کی نیت سے پسپا ہونے والے ہو۔'' مستقبل قریب و بعید میں یہ پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی غزوہ موتہ 8ھ کو پیش آیا۔ جس کے بعد رومی سلطنت نے مسلمانوں کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھنا شروع کر دی کیونکہ چند برس پہلے تک آپس میں برسرپیکار اور ٹکڑوں میں بکھرے ہوئے قبائل اب بہت بڑی قوت بن کر ان کی صدیوں سے ناقابل شکست فصیلوں تک آ پہنچی تھی۔ اس لئے جنگ موتہ کے بعد رومی سلطنت نے خود عرب پر حملہ کرنے کا

Marfat.com

ارادہ کرلیا۔ اور شام کے غسانی قبیلے کے سربراہ کو حملے کی تیاری کا حکم دیا۔

اُس زمانے میں شام کے نبطی سوداگر مدینہ پاک میں روغن زیتون اور دوسری چیزیں بیچنے آیا کرتے تھے۔ ان کی زبانی بھی پتہ چلا کہ رومیوں نے شام میں ایک لشکر گراں جمع کررکھا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کو نفسیاتی طور پر مرعوب کرنے کے لئے یہ خبریں پھیلائی جارہی ہوں لیکن ان خبروں نے مدینہ پاک کی ننھی منھی نوزائیدہ اسلامی حکومت کو لرزا کررکھ دیا۔ ہر طرف خوف وہراس کی کیفیت پیدا کردی۔ ہر شخص معمولی سے کھٹکے پر دہل جاتا۔ واقعہ ایلاء کے دوران جب عتبانؓ بن مالک نے اچانک حضرت عمرؓ کو پکارا کہ ''اے عمر فاروقؓ غضب ہوگیا۔'' تو انہوں نے فوراً کہا کہ ''کیا غسانی آگئے۔'' عتبانؓ نے کہا نہیں بلکہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔ ہرقل کے حملے کی ایک دوسری وجہ بھی بعض سیرت نگار بیان کرتے ہیں کہ اُسے کسی نے یہ جھوٹی خبر پہنچادی تھی کہ حضور نبی کریم ﷺ انتقال فرماچکے ہیں اور عرب اس وقت سخت افتراق وانتشار کا شکار ہوچکے ہیں۔ اس نے موقع غنیمت جانتے ہوئے حملے کی تیاری کا حکم دے دیا۔ لیکن ایک عالمگیر مذہب کے پیروکار اور تاجدارِ عرب وعجم ﷺ ہرقل کی اس حرکت کو کس طرح نظرانداز کرسکتے تھے۔ جبکہ دور دراز علاقوں اور ان کی افواج قاہرہ سے نبرد آزمائی کی مشق اور صحابہ کرامؓ کی تربیت بھی پیشِ نظر تھی۔ اس سے پہلے کہ یہ رومی لشکر مدینہ پاک پر حملہ آور ہو۔ حضور خیر الامم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو تیاری کا حکم دے دیا۔ تبوک مدینہ اور دمشق کے درمیان تقریباً سات سو میل کی مسافت پر واقع تھا۔ اتفاق سے وہ شدید گرمی اور حبس کا موسم تھا۔ کھجوریں اور دوسری فصلیں پک کر تیار تھیں۔ زراعت پیشہ افراد اپنی فصل بیچ کر ہی کہیں جانے اور خرچ کرنے کے متحمل ہوسکتے ہیں۔ لیکن ان کا تمام سرمایہ تو ابھی شاخ شجر پر معلق تھا۔ دوسری طرف منافقین نہ صرف خود گرمی کی شدت میں دور دراز کا سفر کرنے سے گریزاں تھے بلکہ اپنے زہریلے پراپیگنڈے سے مسلمانوں کی حوصلہ شکنی

Marfat.com

میں بھی مصروف تھے بلکہ لاتنفروا فی الحر ''گرمی میں نہ نکلو'' ان کے متعلق قرآن پاک نے فرمایا کہ وہ کہتے ہیں گرمی میں نہ نکلو۔ آپ فرمادیجئے کہ جہنم کی آگ بہت زیادہ گرم ہے۔ سویلم یہودی کے گھر بھی منافقین جمع ہو کر اس جنگ کو ٹالنے کی سازشوں میں مصروف تھے۔ اور مسلمانوں کو بھی مختلف حیلوں سے روکنے کی سعی کرتے رہے۔

اہل مدینہ ایک طرف رومی لشکر کی آمد سے خوفزدہ تھے۔ دوسری طرف بعض لوگ اندرونی طور پر مسلمانوں کی تباہی کے درپئے تھے۔ ایک شخص ابو عامر اوسی جس کا اصل نام عمرو بن نعمان تھا وہ حضرت حنظلہؓ غسیل الملائکہ (جو غزوہ احد میں شہادت پر فائز ہو کر یہ خطاب حاصل کر چکے تھے) کا باپ تھا وہ اپنی مذموم سرگرمیوں کی ناکامی پر تلملاتا ہوا شاہ روم ہرقل کے پاس پہنچا اور مسلمانوں کے خلاف اپنی ناکامیوں کی داستان سنا کر امداد کی اپیل کی۔ جس پر ہرقل نے اسے مکمل امداد کی یقین دہانی کرائی۔ چنانچہ ایک طے شدہ منصوبے کے تحت ابو عامر اوسی نے مدینہ پاک میں اپنے ساتھیوں کو ایک مسجد بنانے کا حکم دیا جہاں مسلمانوں سے مقابلے کے لئے زیادہ سے زیادہ سامان حرب جمع کیا جاسکے۔ یہ مسجد مسجد قبا کے قریب تعمیر کی گئی اور تکمیل کے بعد اس کے استحکام کے لئے ان لوگوں سے حضور صاحب اسراﷺ سے درخواست کی کہ اس کا افتتاح فرمائیں۔ آپ نے یہ معاملہ غزوہ تبوک سے واپسی تک کے لئے اٹھا رکھنے کا حکم فرمایا۔ لیکن واپسی پر خداتعالیٰ نے سورہ توبہ کی یہ آیات نازل فرمائیں۔

والّذین نحن ومسجدً اضرَارً وّکُفرً وّتفریقًابین المومنین (107)

اور وہ جنہوں نے مسجد بنائی۔ نقصان اور ضرر پہنچانے کے لئے اور کفر کے ذریعے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے......

تعمیر مسجد کی غرض وغایت سے وحی الٰہی کی طرف سے آگاہی کے بعد آپ نے اسے جلادینے کا حکم فرمایا۔ جنگ کی تیاری ایک مشکل ترین کام تھا۔ موسم کی شدت مالی

Marfat.com

بدحالی اور ایک سپر پاور سے جنگ کے لئے وسیع پیمانے پر جنگی سامان حرب کی فراہمی، بے پناہ مالی وسائل کثیر افرادی قوت اور طویل سفر کے لئے بار برداری کے جانوروں کا حصول، اسی لئے غزوہ تبوک کے لشکر کو ''جیش العسرت'' بھی کہا جاتا ہے لیکن جو صحابہ کرامؓ جان و مال کی قربانی کے ہر امتحان میں ہمیشہ سرخرو ہو چکے تھے۔ وہ اس امتحان میں کیسے ناکام ہو سکتے تھے۔ جانثاروں نے اپنی جیبیں، اپنے دامن اور اپنی تجوریاں اُلٹ دیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنا سارا مال و متاع اپنے آقا و مولا ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر کے جذبہ عشق کی عملی مثال پیش کی دی کہ

صدیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسول ﷺ بس

حضرت عمر فاروقؓ نے ہر چیز کا نصف آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے دو سو اوقیہ چاندی اور دو سو اونٹ بمعہ ساز و سامان دے کر لسانِ نبوت سے غناء کا مقام حاصل کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ کو خوشخبری عطا کی کہ ''آج کے بعد عثمانؓ کا کوئی عمل انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔'' آپ ﷺ نے حضرت عثمان غنیؓ کے لئے دعا فرمائی کہ اے اللہ میں عثمانؓ سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا'' لیکن اس ''جیش العسرت'' کے لئے بہت سا سامان باقی تھا۔ ہر شخص بقدر ظرف اور حسب استطاعت گھوڑے، اونٹ، ہتھیار، سامانِ خورد و نوش اور کھجوریں دامانِ نبوت کی نذر کر رہا تھا۔ بعض صحابہ کرامؓ وارفتہ ہو کر شوق شہادت لئے تشریف لاتے اور عرض کرتے یا رسول اللہ ﷺ ہمیں سواری عطا فرمائیں کہ ہم بھی آپ کے ساتھ جا سکیں۔ لیکن سواری کا جانور نہ پا کر روتے ہوئے واپس جاتے۔ ان کی اس کیفیت الم کو قرآن پاک یوں بیان فرماتا ہے۔

''ان پر کوئی الزام نہیں جو آپ کے پاس سواری کے لئے حاضر ہوئے اور سواری نہ پا کر واپس چلے گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسوں رواں تھے۔''

ابن اسحاق بیان فرماتے ہیں کہ انصار کے سات آدمی سالمؓ بن عمیر، عبدالرحمٰنؓ

Marfat.com

بن کعب، عمرؓ بن الیمام بن الجموع، عبداللہؓ بن عمرو المزنی، حرمیؓ بن عبداللہ، عُلیہؓ بن زید اور حضرت عرباضؓ بن ساریہ بھی سواری سے محروم رہ جانے پر روتے ہوئے واپس چلے گئے۔ (سیرت النبی ابن ہشام 623 دوم) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے ساتھیوں نے حضورﷺ کے پاس سواری کے حصول کے لئے بھیجا لیکن حضورﷺ نے فرمایا کہ میں آپ کو سواری نہیں دے سکتا۔ میں نہایت غمگین ہو کر ابھی اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا ہی تھا کہ حضرت بلالؓ تیزی سے آئے اور فرمایا کہ حضور نبی رحمتﷺ کے پاس ابھی ابھی اونٹ آئے ہیں اور آپ نے پیغام بھیجا ہے کہ انہیں دو دو مشکیزوں کے عوض خرید لو۔ حضرت واثلہؓ بن الاشفع کے ساتھ بھی ایسا ہی واقع پیش آیا، تو آپ مدینہ پاک کے گلی کوچوں میں حزن وملال کی صدا بلند فرماتے رہے کہ "کوئی ہے جو مجھے جنگ میں حاصل ہونے والے مالِ غنیمت کے عوض سواری دے۔ ایک انصاری نے ان کی سواری اور خوراک کا ذمہ لے لیا لیکن واپسی پر یہ کہہ کر مالِ غنیمت لینے سے انکار کر دیا کہ "مجھے تو جہاد کے ثواب میں اپنا حصے دار بنا لو......

ایک طرف جہاد میں شامل ہونے والوں کے شوق اور وارفتگی کا یہ عالم تھا اور دوسری طرف منافقین کی حیلہ گری اور بہانہ بازیاں اپنے عروج پر تھیں۔ ایک شخص جد بن قیس سے آپﷺ نے فرمایا کہ "اے جد کیا تم اس دفعہ رومیوں سے جنگ کے لئے تیار ہو. تو اس نے حیرت انگیز بہانہ سازی کی کہ یارسول اللہﷺ آپ مجھے فتنہ میں نہ ڈالیں۔ بخدا میری قوم کو علم ہے کہ میں عورتوں کا بہت رسیا ہوں۔ مجھے خدشہ ہے کہ اگر میں نے رومی عورتوں کو دیکھ لیا تو میرے ضبط کا بندھن ٹوٹ جائیگا۔ لہٰذا مجھے اجازت دیجئے" اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے۔

اس پر قرآن پاک نے یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ "آپ آگاہ رہیے کہ وہ فتنہ میں گر پڑے اور جہنم یقیناً کفار کو گھیرنے والی ہے۔

یوں حضور خیر الاممﷺ کی زبردست ترغیب، خدا تعالیٰ کی پرزور وعید اور صحابہ

Marfat.com

کرامؓ کے بے مثال جذبہء ایثار کے بعد تیس ہزار افراد کا لشکر تیار ہو گیا۔ جن کی سواری کے لیے دس ہزار گھوڑے اور بارہ ہزار اونٹ تھے۔ لشکر کا سب سے بڑا علم حضرت صدیق اکبرؓ کو عطا ہوا۔ خالدؓ بن ولید، مقدمہ پر، حضرت طلحہؓ بن عبداللہ میمنہ پر اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف میسرہ پر مقرر ہوئے۔ مہاجرین کا علم حواری رسول حضرت زبیرؓ بن عوام کو عطا کیا گیا۔ قبیلہ دوس کے علم بردار حضرت اُسیدؓ بن حضیرؓ اور خزرج کے حضرت ابودجانہؓ تھے۔ روانگی سے قبل مدینہ پاک میں کسی اہم اور قابل اعتماد شخصیت کو قائم مقام کرنے کا معاملہ پیش ہوا۔ جو پیچھے رہ جانے والوں کی دلجوئی۔ مسلمان خواتین کی حفاظت کے ساتھ ساتھ منافقین کی ریشہ دوانیوں کا پوری ہوشمندی سے مقابلہ کر سکے۔ آخر کافی سوچ بچار کے بعد حضرت علی مرتضےؓ کو اس ذمہ داری کا اہل سمجھا گیا۔ لیکن لشکر کی روانگی کے بعد منافقین نے حضرت علیؓ کے خلاف یہ شر انگیز پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے حضرت علیؓ کو بوجھ سمجھتے ہوئے پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ فاتحِ خیبر اس طعنے کو کس طرح برداشت کرتے۔ آپ نے اپنے ہتھیار اٹھائے اور لشکر کے قیام کی ایک منزل مقامِ جرف پر حضور ﷺ سے جا ملے اور ساری بات آپ کے گوش گزار کر دی۔ لیکن لسانِ نبوت نے حضرت علی حیدر کرارؓ کا مقام متعین فرماتے ہوئے کہا، ''اے علیؓ کیا آپ کو یہ بات پسند نہیں کہ آپ کو مجھ سے وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰؑ سے تھی۔ ہاں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔''

حضرت علیؓ اتنا بڑا اعزاز حاصل کرنے کے بعد واپس مدینہ پاک روانہ ہو گئے۔ لشکر اسلام کی روانگی کے بعد بھی لشکر سے ملنے اور بچھڑنے کا عمل ختم نہیں ہوا۔ بعض صحابہ کرامؓ کو یقین تھا کہ ہم اپنے ضروری معاملات طے کر کے حضور ﷺ سے جا ملیں گے۔ بعض سواریوں اور زادراہ کے انتظام میں پیچھے رہ گئے اور بعض اس کڑے امتحان گاہ کی چھلنی سے گزرنے والے تھے۔ حضور خیر البشر ﷺ کی روانگی کے کئی دن بعد معروف صحابی حضرت ابوخزیمہؓ ایک تپتی دوپہر کو اپنے باغ میں داخل ہوئے۔

Marfat.com

جہاں ان کی دونوں بیویوں نے دو شامیانے نصب کر رکھے تھے اور ہر ایک نے ٹھنڈے پانی کا چھڑکاؤ کر کے ان کے لئے کھانا تیار کر رکھا تھا۔ باہر گرمی کی شدت، شامیانوں کا خوشگوار ماحول اور تازہ گرم گرم کھانا، آسائش کی تمام ترغیبات اپنی طرف کھینچ رہی تھیں۔ لیکن جب انہوں نے آرام گاہ کے پرتکلف دروازے پر قدم رکھا تو دفعتاً جذبہ عشق کے کواڑ پر دستک ہوئی کہ تم اس آسائش میں ہو اور حضورﷺ اور ان کے ہم راہی باہر دھوپ، صحرا اور گرمی میں جھلس رہے ہیں۔ یہ کہاں کی محبت ہے۔ یہ سوچتے ہی آپ گوشہ امن کو پائے حقارت سے ٹھکرا کر میدان وغا میں کود پڑے اور منزلیں مارتے منزل مراد تک پہنچ گئے۔ حضور فخر موجوداتﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا "تو نے بہتری کی راہ اختیار کی۔" قافلہ مقدس پڑاؤ پر رکتا اور چلتا رہا۔ بعض دفعہ کوئی شخص کسی مجبوری کے تحت قافلے کی رفتار سے پیچھے رہ جاتا ہے۔ ان کی سواری جواب دے جاتی یا چلنے میں تاخیر ہو جاتی تو مقربین خاص عرض کرتے یا رسول اللہﷺ فلاں شخص پیچھے رہ گیا ہے۔ حضورﷺ ارشاد فرماتے کہ "اسے چھوڑ دو اگر اس میں بھلائی ہوئی تو اللہ اسے تمہارے ساتھ ملا دے گا۔"

ایک منزل پر اونٹ کی سست رفتاری کی وجہ سے حضرت ابوذر غفاریؓ بھی پیچھے رہ گئے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرمانے لگے۔ "یا رسول اللہﷺ ابوذر پیچھے رہ گئے ہیں۔" آپﷺ نے فرمایا "اس میں بھلائی ہوئی تو اللہ عنقریب اسے تم سے ملا دے گا۔" ادھر حضرت ابوذرؓ اپنے اونٹ سے مایوس ہو کر سامان کندھے پر اٹھائے پیدل ہی چل پڑے۔ عشق بلا خیز کا قافلہ سخت جان ایک پڑاؤ پر قیام پذیر تھا کہ دور سے گرد اُڑتی نظر آئی۔ کسی نے کہا یا رسول اللہﷺ ایک آدمی راستے پر چلا آ رہا ہے۔ آپﷺ نے اپنی چشمِ نبوت وا کی اور فرمایا کہ یہ ابوذرؓ ہو گا۔ جب وہ نگاہِ رسا کی زد میں آئے تو صحابہ کرامؓ نے کہا کہ بخدا یہ ابوذرؓ ہی ہیں۔ حضور صاحب اسرارﷺ نے فرمایا کہ "اللہ ابوذرؓ پر رحم فرمائے۔ جو اکیلا ہی چلتا ہے اور اکیلا ہی مرے گا اور اکیلا

Marfat.com

ہی اُٹھایا جائے گا۔'' یہ پیش گوئی تقریباً بیس برس بعد حضرت عثمان غنیؓ کے عہدِ خلافت میں پوری ہوئی جب خلیفہ ثالث نے انہیں ارتکازِ دولت پر تنقید کرنے کی پاداش میں مدینہ پاک کے باہر ایک بستی زبدہ میں جلاوطن کر دیا آپؓ نے جلاوطنی کی حالت میں وفات پائی۔ اُس وقت ان کے پاس سوائے ان کی بیوی اور ایک غلام کے اور کوئی نہ تھا۔ آپؓ نے وفات سے قبل اپنی بیوی کو وصیت کی کہ میری میت راستے میں رکھ دینا۔ کوئی قافلہ گزرے تو اسے بتانا کہ یہ صحابی رسول ﷺ ابوذرؓ کی میت ہے۔ لق ودق صحرا میں آپ کا جسدِ خاکی لسانِ نبوت ﷺ کی سچائی کے انتظار میں تھا کہ عبداللہ بن مسعودؓ ایک قافلے کے ساتھ وہاں پہنچے۔ انہیں خبر ہوئی تو فوراً فرمایا کہ ''واقعی حضور ﷺ نے سچ فرمایا تھا کہ ابوذرؓ اکیلا ہی مرے گا۔''

وفا شعار تپتی ریت پر وفا کے پھول کھلا رہے تھے۔ محبت ریت کے بگولوں کو بادِ نسیم سمجھ کر محوِ سفر تھی۔ عشق، محبوب دو جہاں ﷺ کے نقشِ پا کو سجدہ گاہ بنا کر ریگستان میں رواں دواں تھا۔ خدا کے آخری پیغمبر ﷺ کی معیت، فانوسِ رسالت ﷺ کے سب سے روشن چراغ کی رفاقت اور تاجدارِ نبوت ﷺ کی ہمراہی، صحابہ کرامؓ کی کس قدر خوش نصیبی تھی۔ محبوب خدا ﷺ کا ساتھ ہو تو راستے کی دشواریاں بھی آسان لگتی ہیں۔ معجزے ہمسفر ہوں تو آگ برساتا ہوا سورج، رحمت کی نوید اور خارِ مغیلاں لالہ و گل کا عنوان بن جاتے ہیں۔ سفر جاری تھا کہ پیاس سے حلق خشک ہونے لگے ایک وقت ایسا بھی آیا کہ رگیں چٹخنے لگیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنا اونٹ ذبح کیا اور اپنی پیاس بجھانے کے لئے اس کے گوبر کو نچوڑ کر پی لیا اور اس کی اوجھ کو ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے اپنے سینے پر رکھ لیا۔ سواری کے جانور پہلے ہی کم تھے۔ یہ منظر دیکھ کر رمز شناسِ نبوت حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ خدا سے بارش کی دعا فرمائیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کیا تم اس کی ضرورت محسوس کرتے ہو۔ آپؓ نے عرض کی ہاں ! یا رسول

Marfat.com

اللہﷺ۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ بارش کی طلب کے علاوہ کبھی آسمان کی طرف ہاتھ بلند نہیں فرماتے تھے۔ آپ نے ہاتھ اُٹھائے، ابھی آپﷺ کے دست مبارک واپس نہیں آئے تھے کہ آسمان شبنم فشاں ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے لگاتار بارش ہونے لگی تمام اہل لشکر نے اپنے برتنوں، جانوروں اور اپنی پیاس بجھا لی۔ اہل ایمان نے اسے معجزے کا نام دیا لیکن منافقین نے اسے بھولے بھٹکے آوارہ بادلوں کا کارنامہ قرار دیا۔ راستے میں ایک جگہ پڑاؤ کے دوران آپﷺ کی ناقہ قصویٰ جو دورانِ ہجرت امام الانبیاﷺ کو اُٹھائے امرِ الٰہی سے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے ہاں فروکش ہوئی تھی۔ چرتے چرتے کہیں دور نکل کر راستہ بھٹک گئی اور لوگوں کی تلاش کے باوجود نہ مل سکی۔ منافقین ایسے موقعوں کی تلاش میں رہتے تھے۔ ان میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں کہ محمدﷺ ہمیں تو آسمانوں کی خبریں سناتے ہیں لیکن اپنی ناقہ کے بارے میں بے خبر ہیں۔ حضورﷺ نے سن کر فرمایا کہ میرا تمام سرمایہ علم وخبر عطیہ خداوندی ہے اور اس نے مجھے بتا دیا ہے کہ میری اونٹنی کی مہار فلاں وادی میں ایک درخت کی شاخ سے اُلجھی ہوئی ہے، جاؤ اور اُسے چھڑا لاؤ۔ تبوک کے راستے میں قوم ثمود کی بستی حجر سے گزر ہوا۔ جہاں حضرت صالحؑ کی اونٹنی کو قتل کرنے کی پاداش میں پوری قوم کو زبردست عذاب نے نیست و نابود کر دیا تھا۔ حضور نبی رحمتﷺ نے فرمایا کہ تمام لوگ اسی آفت زدہ مقام کو تیزی سے روتے ہوئے عبور کریں۔ لیکن آپ کی تنبیہ کے باوجود قافلے سے پہلے پہنچ جانے والے تیز رفتار سواروں نے وہاں کے کنویں سے پانی لے کر آٹا گوندھا اور گوشت کی دیگیں چڑھائیں۔ آپﷺ نے وہاں پہنچتے ہی حکم فرما دیا کہ دیگیں اُلٹ دی جائیں اور آٹا اونٹوں کو کھلا دیا جائے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور رحمت اللعالمینﷺ خود اس لشکر کے ہمراہ تھے۔ آپﷺ کی ہستی مبارک کی موجودگی میں تو سورۃ انفال کی آیت کے مطابق کفارِ مکہ بھی عذاب سے محفوظ تھے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ

Marfat.com

يَسْتَغْفِرُوْنَ ۔ خدا ان پر عذاب نازل کرنے والا نہیں اور وہ آپ کے ہوتے ہوئے ان پر عذاب کیسے نازل کرے۔ تو پھر زمرۂ لَا یَحْزَنُوْنَ کے لئے خوفِ عذاب کیا معنی۔ دراصل یہ خشیتِ الٰہی کا بھرپور اظہار تھا کہ مقامِ معذّب پر ٹھہرنا یا سکون سے گزرنا بھی آپ نے گستاخی سمجھا۔ خدا کی نافرمان قوم اور ناپسندیدہ مقام کے لئے آپ کے جذبات کا یہی عالم ہونا چاہیے۔ بعض روایات میں تو آتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس جگہ کو دیکھنا بھی گوارا نہ کیا اور اونٹ کے کجاوے میں ہی چہرۂ اقدس کو ڈھانپ کر تیزی سے گزر گئے۔ جس بستی پر خدا کا غضب نازل ہو وہاں اس کے نبی ﷺ کیسے خوش ہو سکتے ہیں۔

سفر کی یہ بہت بڑی خوبی ہوتی ہے کہ اس کے دوران انسان کے شخصی خصائل اور باطنی کمالات آشکار ہوتے چلے جاتے ہیں۔ سفر تبوک میں جہاں صحابہ کرامؓ کا ذوق و شوق قابل دید تھا۔ وہ اس جیش العسرت میں اٹھارہ اٹھارہ کی تعداد میں بھی مل کر ایک ایک اونٹ پر سفر کر رہے تھے۔ بھوک اور پیاس سے نڈھال ہو رہے تھے۔ سفر کی طوالت اور تکان ان کے اعضاء کو مضمحل بھی کر رہی تھی لیکن حضور نبی کریم ﷺ کی مصاحبت میں ہر مشکل گوارا تھی۔ ہر تکلیف ہیچ تھی۔ کاروبارِ ہستی میں ہر ایک کو یہ نعمتِ عظمیٰ اتنی وافر مقدار میں کہاں دستیاب ہو سکتی ہے دن اور رات کے چوبیس گھنٹوں کا ساتھ۔ سفر و حضر کی رفاقت، غزوات کے ایام کے علاوہ کب میسر تھی۔ دوسری طرف اس سفر میں بحرِ نبوت پوری قوت سے موجزن تھا۔ قدم قدم پر معجزات برپا ہو رہے تھے۔ چہرۂ استقبال کے نقابیں اُلٹی جا رہی تھیں۔ مومن اور منافق ایمان و ایقان کے ترازو میں تل رہے تھے۔ پڑاؤ کے دوران ایک جگہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''آج رات تم پر شدید ہوا چلے گی۔ خبردار کوئی آدمی کھڑا نہ ہو اور اپنے اونٹوں کی رسیاں مضبوطی سے باندھ لو۔ تمام اہل لشکر نے اس حکم کی تعمیل کی لیکن ایک شخص کھڑا ہو گیا۔ تیز ہوا نے اسے اُٹھا کر جبلِ طے پر دے مارا۔ اسی طرح مقامِ تبوک سے ایک منزل پہلے آپ

Marfat.com

نے فرمایا کہ کل تم ان شاء اللہ دھوپ چڑھے تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے۔ خبردار کوئی اس چشمے سے پانی نہ پئے، لیکن دو آدمی لشکر سے پہلے وہاں پہنچے تو چشمے سے تسمے کی طرح باریک سی لکیر میں تھوڑا تھوڑا پانی بہہ رہا تھا۔ انہوں نے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پانی پی لیا تو انہیں اسہال اور پیچس شروع ہو گئے۔ جب آپ ﷺ چشمے پر پہنچے تو وہ شدت تکلیف سے تڑپ رہے تھے۔ کسی بھی شخصیت سے محبت اس کے احکامات کی پیروی یا حکم عدولی سے آشکار ہوتی ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ محبت کا دعویٰ کرنے والے فَاتَّبِعُوْنِي ''یعنی اتباع کا راستہ اختیار نہ کریں۔ کیونکہ عقیدت، احترام کے زینے سے اطاعت کی منزل پر لے جاتی ہے اور اطاعت کی زرخیز وادیوں میں ہی عطا کی بارش ہوتی ہے۔ اطاعت سے جھکے ہوئے سروں پر ہی کجکلاہی کا تاج سجایا جاتا ہے۔ حضور رحمت عالم ﷺ نے اسی چشمے سے چلّو بھر پانی لے کر اس کی کلی چشمے میں ڈالی تو چشمے کے پانی میں جیسے اُبال آ گیا، تمام لشکر نے اپنی اور اپنے جانوروں کی پیاس بجھائی۔

حضور ﷺ ماضی کے شناور تھے۔ حال پر قادر اور مستقبل سے آشنا تھے۔ پانی میں فراوانی پیدا کر کے آپ نے حضرت معاذؓ بن جبل سے فرمایا۔ کہ ''اے معاذؓ ہوسکتا ہے تمہاری زندگی اتنی طویل ہو کہ تم اس مقام کو باغات سے آراستہ اور سرسبز شاداب دیکھو۔ گویا اس مقام کو سرفرازی کی نوید ہی نہیں بلکہ حضرت معاذؓ کو بھی زندگی کی خوشخبری مل رہی تھی۔

آپ ﷺ نے جس صبح تبوک میں قدم رکھا۔ اس صبح فجر کی نماز قضا کر کے ادا کی اور پھر کھجور کے ایک درخت سے ٹیک لگا کر فرمایا۔

اے لوگو! سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے۔ بہترین مذہب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مذہب ہے اور بہترین سنت میری سنت ہے۔ سب سے بہترین عمل ذکر الٰہی ہے اور سب سے بہترین موت شہادت ہے۔ بہترین ہاتھ اوپر کا ہاتھ ہے۔ سب

Marfat.com

سے بُری معذرت یا توبہ وہ ہے جو موت کے وقت کی جائے۔ سب سے بڑی شرمندگی قیامت کے روز ہوگی۔ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو دنیا چھوڑ کر ذکر الٰہی کرتے ہیں۔ بہترین تونگری دل کا غنا ہے۔ بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے اور بہترین دانائی اللہ کا خوف ہے۔ نوحہ کرنا، جاہلیت کا عمل ہے۔ شعر ابلیس کی جانب سے ہے اور شراب ام الخبائث یا گناہ کی جامع ہے۔ عورتیں، شیطان کے جال ہیں اور جوانی، جنون کا حصہ ہے۔ سب سے برا کھانا یتیم کا مال ہے۔ تم میں ہر ایک چار ہاتھ جگہ میں جانے والا ہے۔ ہر کام کا دارومدار انجام پر موقوف ہے۔ مومن کو گالی دینا فسق ہے۔ مومن سے جنگ کرنا کفر ہے۔ اس کے مال کی حُرمت، اس کے خون کی حُرمت کے برابر ہے۔ جو خدا سے مغفرت طلب کرے گا، بخش دیا جائے گا۔ اور جو معاف کرے گا، معاف کیا جائے گا۔ جو مصیبت پر صبر کرے گا اور اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ جو اللہ کی نافرمانی کرے گا اللہ اسے عذاب دے گا۔

ان تقریباً پچاس بیش قیمت جواہر کو البدایہ والنہایہ کے مصنف نے محفوظ کیا ہے جو دنیا و آخرت کے ہر پہلو کے لئے حرفِ آخر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ہر قدم پر ان کی رہنمائی کرتے ہیں۔ اس فصیح و بلیغ خطبے کے بعد آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ اے اللہ میری امت کو بخش دے۔ اے اللہ میری اُمت کو بخش دے۔ اے اللہ میری اُمت کو بخش دے۔ اس کے بعد آپ نے حاضرین کو مخاطب فرماتے ہوئے کہا کہ میں اللہ سے اپنے اور تمھارے لئے بخشش طلب کرتا ہوں۔ آپ کا ہر عمل اور ہر فرمان قیامت تک ہمارے لئے چراغِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ابوداؤد ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک اپاہج کو دیکھا اور اس سے اس معذوری کی وجہ دریافت کی اس نے جواب دیا کہ میں غزوہ تبوک میں بھرپور نوجوان تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ ایک دفعہ کھجور کے درخت کو درمیان میں رکھ کر نماز ادا فرما رہے تھے کہ میں آپ کے سامنے سے گزر گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس نے ہماری نماز قطع کی۔ اللہ اس کا نشان مٹا دے۔

Marfat.com

اس دن سے میں اس حالت میں ہوں۔ نماز قطع کرنا آپ کے نزدیک اسی حد تک ناپسندیدہ عمل تھا۔ تاریخ ابن کثیر کے مصنف نے تبوک کے دورانِ قیام ایک نہایت اہم واقعہ بیان کیا ہے۔ جس کے مطابق حضرت انس بن مالک ؓ کی روایت ہے کہ

''ہم تبوک میں حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک صبح سورج خلافِ معمول بہت زیادہ آب وتاب اور تیز روشنی لئے طلوع ہوا۔ ہم نے حیرت زدہ ہوکر حضور ﷺ سے اس کی وجہ دریافت کی۔ آپ کی نگاہ رسا آسمان کی طرف بلند ہوئی۔ جبریل ؑ امین فوراً حاضر خدمت ہوئے آپ ؐ نے استفسار کیا کہ جبریل ؑ اس روشن ترین طلوع فجر کی وجہ کیا ہے جبریل ؑ امین نے جواب دیا کہ آج مدینہ پاک میں آپ کے ایک صحابی حضرت معاویہ ابن معاویہ المزنی ؓ نے وفات پائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے ستر ہزار فرشتے نازل فرمائے ہیں۔ اتنی کثیر تعداد میں فرشتوں کی موجودگی اس روشنی کا باعث ہے۔ آپ نے صحابہ کرام ؓ کے تجسس پر دوبارہ فرمایا کہ ان کے کس عمل کی وجہ سے خدا نے یہ عنایت فرمائی۔ حضرت جبرئیل ؑ نے جواب دیا کہ وہ دن اور رات کے اکثر حصوں میں چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اور سوتے جاگتے کثرت سے قل هو الله احد یعنی سورہ اخلاص کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔''

سفر تبوک کے آغاز میں ایک دن حضرت عبداللہ ذوالبجادین ؓ نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ دعا فرمایئے کہ مجھے راہِ حق میں شہادت نصیب ہو۔ آپ نے فرمایا کسی درخت کی تھوڑی سی چھال اُتار لاؤ'' انہوں نے کیکر کی چھال پیش کی، یہ چھال حضرت عبداللہ ذوالبجادین ؓ کے ہاتھ پر باندھتے ہوئے حضور ﷺ نے دعا فرمائی کہ ''اے اللہ میں دشمنوں پر اسکا خون حرام کرتا ہوں۔ انہوں نے حیرت سے پوچھا یارسول اللہ ﷺ یہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص راہِ جہاد میں مر جائے وہ بھی شہید ہوتا ہے۔ مقام تبوک پر پہنچ کر حضرت عبداللہ ذوالبجادین ؓ بخار

Marfat.com

میں مبتلاء ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے وفات پا گئے۔ حضرت عبداللہؓ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نصف شب کو جاگا تو لشکر کے کنارے آگ جلتی دیکھی۔ میں اٹھ کر الاؤ کی طرف بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک قبر کے کنارے حضور رحمت ﷺ کے ہمراہ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ موجود ہیں اور پاس ہی حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ کا جنازہ رکھا ہے۔ میں وہاں پہنچا تو حضور ﷺ نے خود قبر میں اتر کر فرمایا کہ اپنے بھائی کو میرے قریب کرو۔ دونوں اصحاب کرامؓ نے میت اٹھا کر حضور ﷺ کے حوالے کی۔ آپ نے اپنے پیارے ذوالبجادینؓ کو قبر میں پہلو کے بل لٹا کر دعا کی کہ ''اے اللہ میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔'' حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اس مبارک منظر کو دیکھ کر فرماتے ہیں **یا لیتی کنت صاحب الحضر** کاش میں صاحب قبر ہوتا اور حضور ﷺ میرے لئے یہ الفاظ ادا فرماتے۔ لیکن قبول اسلام کی پاداش میں اپنے خونی رشتوں، اپنے والدین، مال واسباب یہاں تک پہنے ہوئے کپڑوں کی بھی قربانی دے کر ایک بوسیدہ سے کمبل کے دو ٹکڑوں میں بدن ڈھانپے حضرت عبداللہؓ جب بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے ذوالبجادین (دو اوڑھنیوں والے) کا خطاب عطا کر کے فرمایا میرے اصحاب باصفا یعنی اصحاب صفہؓ میں شامل ہو جاؤ۔ اسی وقت سے آپ حضور ﷺ کے مقرب خاص تھے۔

حضور میر امم ﷺ 15 دن کے سفر کے بعد جب مقام تبوک پر پہنچے تو پتہ چلا کہ یہاں رومیوں کا کوئی لشکر نہیں ہے۔ مسلمانوں نے دشمن کی فوج کے انتظار میں وہاں بیس دن تک پڑاؤ ڈالے رکھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے جیسے روم کے بادشاہ ہرقل پر ایسا خوف طاری ہوا کہ اس میں پیش قدمی کی جرأت نہ رہی۔ کیونکہ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جب اس کے سامنے حضور ﷺ کا دعوت نامہ پیش کیا گیا تو اس کے دل میں قبول اسلام کی شمع روشن ہوئی لیکن یہی دعوت جب اس نے اہل دربار کو دی تو ان کے تیور دیکھ کر نہ صرف اپنی بات بدل لی بلکہ اپنی خواہش بھی دبا دی۔ دوسرے یہ کہ اسے کسی

Marfat.com

ذریعے سے خبر ملی تھی کہ معاذ اللہ حضور ختم المرسلین ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس خبر کے بعد مسلمانوں کو کمزور اور تنہا جان کر اس نے حملے کا ارادہ کیا ہو لیکن جب اس کے پرچہ نویسوں نے اسے اطلاع دی کہ لشکر اسلام رسول خدا ﷺ کی زیر سرکردگی حملہ آور ہے تو اس نے حملے کا ارادہ ترک کر کے خود کو حمص میں ہی مختلف سرگرمیوں میں مصروف کر لیا۔ تیسرے یہ کہ حضور ﷺ نے رومی فوجوں کے احتجاج کی خبر سن کر بزدلی یا مصلحت کی بجائے خود بڑھ کر اسلامی سیل رواں کے لئے اقصائے عالم کا دروازہ کھول دیا۔ یوں آنے والے دور میں اسلام کو زمانے کی زمام اختیار سنبھالنے کے لئے صحابہ کرامؓ کو اس کی ترغیب دی۔ غزوہ تبوک میں زمان و مکاں کے امام ﷺ کی انگلی پکڑ کر سفر کرنے والوں نے بلوغتِ عمر اور بلوغتِ فکر کی منزل پر پہنچ کر روم و ایران، افریقہ، پورے ایشیا اور یورپ تک اسلام کی سیادت و فکر کا پھریرا لہرا دیا۔ تخلیق آدمؑ سے ختم المرسلین ﷺ تک کی تاریخ امم گواہ ہے کہ کسی اُمت کو اپنا خیر البشر نبی ﷺ اور کسی نبی کو جانثاروں کی ایسی جماعت میسر نہیں آئی جس نے اپنے نبی کے نقش پا کو خون کی قندیلوں سے روشن کیا ہو۔ اسلامی تاریخ کا یہ کارواں جسے امام الانبیا ﷺ نے خود اذنِ سفر دیا تھا۔ شکستوں سے چور ہو کر بھی کہیں نہیں تھما۔ تاریخ اور زمانے کے جس موڑ پر بھی کفر نے اس کا راستہ روکنے کی کوشش کی وہیں قدرت نے اس کے لئے صنم خانوں سے پاسبان پیدا کر دیئے۔

ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

اگر قوت برداشت کا مشاہدہ کیا جائے تو رسول خدا ﷺ نے مکی زندگی کے تیرہ برس تک کفار مکہ کی طرف سے ذہنی، جسمانی اور نظریاتی ظلم و ستم کا جس پامردی سے مقابلہ کیا۔ پوری نوعِ انسانی اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ ہجرت مدینہ کے بعد بھی آپ نے ہمیشہ مدافعانہ جنگ لڑی دراصل اسلام کا مطمع نظر جنگ وجدل اور کشور کشائی نہیں تھا۔ بلکہ حضور ﷺ تو خود زخم کھا کھا کر انسانیت کے دریدہ دامن کو رفو کرنے تشریف لائے تھے۔ آپکی سیرت پاک گواہ ہے کہ کفار کے جس طبقے کی طرف

Marfat.com

سے بھی آپ کو دکھ پہنچتا، آپ یہی فرماتے کہ اے اللہ انہیں معاف کر دے یہ میرے مقام سے آگاہ نہیں۔ آپ نے طائف میں پتھر کھا کر بھی یہی فرمایا صرف غزوہ احد میں زخم کھا کر یہ فرمایا کہ وہ قوم کس طرح فلاح پا سکتی ہے جو اپنے نبی کا خون بہاتی ہے۔ یہ تو تبلیغ اسلام اور شوق شہادت کا وہ جذبہ تھا جو صحابہ کرامؓ کو بحر و بر کے انتہائی کناروں تک لے گیا۔ جہاں جہاں ان کا خون گرا وہاں وہاں اسلام کی حقانیت کے چراغ جل اُٹھے۔ اسلام، جھوٹ کے مقابلے میں مصلحت اور طاقت کے مقابلے میں بزدلی نہیں سکھاتا۔ وہ فتح کی امید میں شہادت کو ترجیح دیتا ہے، کوئی اور ہوتا تو میدان خالی پا کر عافیت کی راہ اختیار کر کے خاموشی سے واپس لوٹ آتا لیکن آپ نے تبوک میں بیس دن قیام فرما کر ہرقل کی فوجوں کا انتظار کیا اس دوران تبوک کی سرحدی چوکیوں، جربا، اذرخ اور ایلہ کی طرف اپنے ایلچی روانہ فرمائے۔ جواب میں انہوں نے نہ صرف صلح کا پیغام بھیجا بلکہ امان بھی طلب کی چنانچہ ان کے لئے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے امان نامے تحریر کروائے۔ دومتہ الجندل کے والی اُکیدر بن عبدالمالک کی طرف حضرت خالد بنؓ ولید کو ایک دستے کے ساتھ روانہ فرمایا۔ حضرت خالد بنؓ ولید نے اُکیدر کو پہنچاننے کے لئے علامت پوچھی۔ تو حضور صاحب اسرا صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں قیام پذیری کی حالت میں ہی فرمایا کہ وہ تمہیں نیل گائے کا شکار کھیلتا ہوا ملے گا۔ دوسری طرف اُکیدر چاندنی رات میں قلعے کی دیوار پر اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھا باہر کا نظارہ کر رہا تھا کہ اچانک اسے دور نیل گائے یا ان کا ریوڑ نظر آیا۔ اس کے دل میں شکار کا شوق ابھرا اور وہ قلعے سے باہر نکل آیا۔ ابھی وہ شکار میں مصروف تھا کہ حضرت خالد سیف اللہؓ آ پہنچے۔ جھڑپ کا شور سن کر اُکیدر کا بھائی حسان بھی ایک دستے کے ساتھ اس کی مدد کو آ پہنچا۔ لیکن جنگ کے نتیجے میں وہ مارا گیا اور حضرت خالدؓ اُکیدر کو زندہ گرفتار کر کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ اس نے دو ہزار اونٹ آٹھ سو گھوڑے چار سو زر ہیں اور چار سو نیزے بطور جزیہ دے کر صلح کر لی اور اسلام قبول کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بطور امان مندرجہ ذیل تحریر لکھ کر دی۔

یہ تحریر محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اُکیدر کے لئے ہے۔ جب کہ اس نے اسلام

Marfat.com

قبول کر کے بت پرستی ترک کردی۔ تمھارے کھجور کے وہ درخت اور بہتا ہوا پانی جو گڑھی کے اندر ہیں وہ تمھارا ہوا۔ اور باہر کی بنجر زمین، جنگل اور ہتھیاروں اور بار برداری کے جانور یہ ہمارے۔ لیکن تمھارے چرنے والے جانوروں پر چراگاہوں میں جانے کی کوئی پابندی نہیں ہوگی اور زکوۃ کے تعین میں ان کا شمار نہیں کیا جائے گا اور تمھارے پودے اُگنے سے نہیں روکے جائیں گے۔ تم ہمارے قافلوں کو گزرنے سے نہیں روکو گے۔

یہ صلح نامہ اور معاہدہ لکھ کر آپ نے اس کا علاقہ اسے بخش دیا۔ آپ نے تبوک میں بیس دن قیام فرمایا اور حضرت عبادؓ بن بشر کو پہرے پر مامور فرمائے رکھا۔ تمام معاہدات اور حفاظتی اقدامات فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے انصار اور مہاجرین سے دریافت فرمایا کہ پیش قدمی کی جائے یا مدینہ پاک کو واپس ہو جائیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کی کہ اگر حکم ربانی ہے تو ہم حاضر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہوتا تو مجھے مشورے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ چنانچہ اتفاق رائے سے واپسی کا اعلان ہوگیا، لشکر میں شامل منافقین نے جب دیکھا کہ آپ رومی لشکر سے بچ کر زندہ سلامت واپس جارہے ہیں تو انہیں بہت تکلیف ہوئی۔ وہ تو کفر کے نمائندہ بن کر اسلامی افواج کی شکست اور پامالی کا تماشا دیکھنے ساتھ ہولئے تھے۔ واپسی پر انہوں نے اپنے خبثِ باطن سے مجبور ہو کر ایک تنگ سی گھاٹی سے گزرتے ہوئے آپ ﷺ پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن آپ ﷺ نے حضرت حذیفہؓ بن یمان کو ان پر مامور فرمایا۔ حضرت حذیفہؓ نے پیچھا کر کے ان کے ارادوں کو ناکام بنا دیا۔ حضور صاحب سرور عالم ﷺ نے حضرت حذیفہؓ سے دریافت فرمایا کہ کیا آپ ان میں سے کسی کو جانتے ہیں حضرت حذیفہؓ نے جواب میں لاعلمی ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ فلاں فلاں منافقین تھے اور وہ مجھے چوٹی سے گرا کر مارنے کے لئے آئے تھے۔ یہ کل بارہ افراد تھے جن کا علم صرف حضرت حذیفہؓ کو عطا کیا گیا جس کی وجہ سے آپ ہمیشہ صاحب سرّ الرسول ﷺ کے لقب سے یاد کئے گئے۔ حضرت عمر فاروقؓ ہمیشہ اس ٹوہ میں رہتے کہ حضرت حذیفہؓ کس کی نماز جنازہ میں بغیر عذر کے شامل نہیں ہوئے۔

Marfat.com

حضرت عمر فاروقؓ سمجھ لیتے کہ وہ یقیناً منافق ہے۔
غزوہ تبوک کا انتظام صحابہ کرامؓ کے لئے ایک بہت بڑی آزمائش تھی۔اس کا سفر بڑا امتحان اور اس کی کامیابی بہت بڑا معجزہ تھی۔لشکرِ اسلام کے بہ سلامت مدینہ پاک پہنچنے پر انسانوں کے تین طبقوں میں تین طرح کے احساسات پیدا ہوئے۔کفار پر حیرت چھا گئی کہ مسلمان رومیوں کے ہاتھوں کس طرح بچ گئے۔منافق پریشان ہو گئے کہ اب ہم پر حدِ فاصل قائم ہو گی اور پیچھے رہ جانے والے مسلمان نادم اور شرمسار تھے کہ اس اہم موقع پر پیچھے رہ جانے کا ہمارے پاس کیا جواز تھا۔کفار سے تو تعرض کا سوال ہی نہیں تھا کہ وہ کھلے دشمن تھے۔منافقین سے استفسار پر انہیں ان کے جھوٹ کے حوالے کر دیا گیا لیکن مسلمانوں کو اس گناہ سے پاک کرنا لازم تھا۔چنانچہ جب حضرت کعب بن مالکؓ، مرارہ بن ربیعؓ اور ہلال بن امیہؓ سے سوال کیا گیا کہ آپ کے پیچھے رہ جانے کی کیا وجہ تھی تینوں نے اپنے اپنے طور پر یہ مشترکہ جواب دیا کہ ہمارے پاس کسی چیز کی کمی تھی نہ کوئی عذر۔ہم کافر ہیں نہ منافق بس یہ ہماری کوتاہی اور غفلت تھی۔جس کی وجہ سے ہم پیچھے رہ گئے۔ان کے اس اقرار پر حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف پہلا ردِعمل یہ ہوا کہ آپ نے صحابہ کرامؓ کو حکم فرمایا۔

لَا تُكَلِّمَنَّ اَحَدً مِّنْ هٰٓؤُلَاءِ الثَّلَاثَة

ان تینوں میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی تم کلام نہ کرنا۔

اس حکم کی دیر تھی کہ ان تین صحابہ کرامؓ کے تمام اپنوں اور بیگانوں نے اس طرح قطع تعلق کر لیا کہ مدینہ پاک کا شہر ان کے لئے اجنبی بن گیا۔ان کے عزیز رشتے دار ،بہن بھائی اور بیوی بچے بھی ان سے روٹھ گئے۔زمین و آسمان کی وسعتیں ان پر تنگ ہو گئیں۔حضور محبوب عالم ﷺ تھے۔ان کے حکم پر تو صحابہ کرامؓ نے اپنی زندگیاں اور مال و جان قربان کر دیئے۔ان کے حکم پر سرتابی کی کسے مجال تھی۔آپ کا حکم خدا کا حکم تھا۔آپ کی رضا میں خدا کی رضا تھی۔پورا معاشرہ آپ کی جنبشِ نگاہ کا محتاج تھا۔سمجھنے والوں کے لئے نبی کا حکم کوئی معمولی چیز نہ تھا۔جن کی دعا پر غزوہ بدر میں تین ہزار ملائکہ فتح کا پیغام بن کر پہنچتے۔جن کی آرزو پر تحویل قبلہ کا انقلاب برپا کیا گیا اور

Marfat.com

جن کے اشارے پر چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ان کے حکم پر سر نہیں دل جھکتے تھے۔ وہی دل جو مائل بہ رضا ہوں۔ وہی دل جو محبت میں گھائل ہوں۔ وہی دل جو عشق میں فنا ہوں۔ جن کی دھڑکیں گوش بر آواز ہوں۔ مسلمانوں کا پورا معاشرہ آپ کے غلاموں کا معاشرہ تھا۔ وہ غلام جو کل زمانے کے امام بننے والے تھے۔ وہ غلام، تاریخ کے اوراق جن کے کارناموں اور اسمائے گرامی سے تابندگیاں سمیٹ لینے کو بے تاب تھے۔ وہ غلام جو اپنے آقا کے عمل کو بھی حرز جاں بنا لینے کو ایمان کا فخر سمجھتے آپ کے حکم کی خلاف ورزی کی مجال کہاں رکھتے تھے۔ تینوں متخلفین مقاطعے پر راضی لیکن حضور ﷺ کی ناراضی پر پریشان تھے۔ بھائی بول چال بند کر دیں احباب نظریں پھیر لیں۔ بیویاں علیحدہ ہو جائیں کچھ پرواہ نہیں لیکن اللہ کے محبوب ﷺ نظریں چرالیں تو دین اور دنیا دونوں کو لٹا کر کہاں جائیں۔ دن گزرتے رہے درمیان میں امتحان کے لئے کفار اور ان کے حاکموں کی طرف سے تحریص و ترغیبات بھی دامن سے لپٹی رہیں۔ لیکن اپنے دامن میں دو جہانوں کی دولت سمیٹنے والے کنکر اور پتھر کیسے اکٹھے کر سکتے ہیں۔ جس تر دامنی پر فرشتے بھی گواہ ہوں اس کی آلودگی پر کسے شک ہو سکتا ہے۔ آخر پچاسویں دن قرآن پاک کی آیت نازل ہوئی۔

اَنَّہٗ بِھِم رَؤُفٌ الرَّحِیمِ o وَعَلَی الثَّلٰثَۃِ الَّذِینَ خُلِّفُوْ اِلیٰ قَولِہٖ وَکُو نُو مَعَ الصّادقین.

بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت ہی مہربان اور شفیق ہیں، ان تین اشخاص پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا تھا۔ یوں جو سفر اللہ اور اس کے نبی برحق ﷺ کی رضا سے شروع ہوا وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا پر ہی اپنے اختتام کو پہنچا۔ یقیناً حضور ﷺ کی رضا میں ہی اللہ کی رضا پوشیدہ ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی فراست

ایک دن مسلمانوں کو خبر ملی کہ اہل مکہ کا ایک تجارتی قافلہ بہت سامال تجارت لے کر شام سے مکہ لوٹ رہا ہے اور قافلے میں ابوسفیان بن حرب، مخرمہ بن نوفل اور عمر و بن العاص کے علاوہ تیس چالیس کفار بھی ہیں۔ اس زمانے میں شام جانے کے لئے مکے سے نکلنے والا ہر راستہ مدینہ پاک کے نواح سے گزرتا تھا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانثاروں کو حکم دیا کہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالنے والے آج اپنے گھروں کو سلامتی سے واپس نہ جائیں۔ تیرہ برس تک کفار کے ظلم وستم، معاشی واقتصادی مقاطعے اور معاشرتی جبر سے تنگ آ کر مسلمان اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے تھے۔ اور انہوں نے مدینہ پاک میں پناہ لی تھی لیکن قریش مکہ کو یہ کب گوارا تھا کہ مسلمان امن اور چین کی فضا میں پھل پھول سکیں وہ تو ان کا وجود تک مٹا دینے کے درپے تھے چنانچہ انہوں نے یہاں بھی مسلمانوں کو عافیت سے نہ رہنے دیا۔ کبھی وہ اردگرد کے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف اُکسانے کی کوشش کرتے، کبھی خود چھپ کر حملہ آور ہوتے۔ کبھی سازشوں کا جال بچھاتے اور کبھی تجارتی راستوں اور کاروباری ناکوں پر قابض ہونے کی تدبیریں کرتے۔ لیکن مسلمان حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر کمان کفار مکہ کے ہر حربے کو ناکام بناتے چلے آ رہے تھے اور کفار اپنی ہر ناکامی کے بعد پیچ وتاب کھا کر نئے انداز سے حملہ آور ہوتے۔ مسلمان اب مکے کے قیدی نہ تھے بلکہ وہ مدینہ پاک کی آزاد فضاؤں میں ایک آزاد اسلامی ریاست کی داغ بیل ڈالنے کے لئے پرتول رہے تھے۔ جس ی

Marfat.com

ابتداء میں نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کے قریب بسنے والے بنوقینقاع، بنو النضیر اور بنو قریضہ جیسے طاقتور یہودی قبائل سے دفاعی معاہدے کیے۔ ا ھ میں جہینہ کے بعض سرداروں کو اپنا حلیف بنایا اور ۲ ھ میں مدینہ پاک اور شام کے راستے پر ایک اہم مقام ینبوع کو اپنے زیر تسلط کرنے کے لئے اس کے اطراف میں آباد و قبائل بنو خمرہ، بنو قدلج، بنوزرعہ اور بنو العروبہ سے دوستی اور اعانت کے معاہدے کیے۔

(عہد نبوی ﷺ کے میدان جنگ۔ ڈاکٹر حمید اللہ)

ان معاہدوں کی وجہ سے مسلمان مکی کاروانوں کا راستہ روکنے کے قابل ہو گئے۔ ہر طرف سے مطمئن ہو کر مسلمانوں نے قریش مکہ کو سبق سکھانے کی ٹھانی۔ حضور ﷺ نے ان کی اقتصادی رسد کا راستہ روکنے اور ان کی تجارت کو تباہ کرنے کے لئے مسلمانوں کو حکم دے دیا کہ کفار کا کوئی قافلہ بچ کر نہ جائے۔ گویا اب Defence کی بجائے Offence کی راہ اپنائی گئی۔ کیونکہ حضور ﷺ جانتے تھے کہ اگر کسی قوم کو اقتصادی طور پر تباہ کر دیا جائے تو اس پر عسکری فتح آسان ہو جاتی ہے۔ جنگ بدر سے قبل وقوع پذیر ہونے والے تمام سرایہ۔ سریہ حمزہؓ، سریہ عبیدہؓ بن الحارث، سریہ سعدؓ بن ابی وقاص، سریہ عبداللہؓ بن جحشؓ غزوہ بواط، غزوہ سفوان اور غزوہ ذی العشیرہ (سیرت ابن ہشام) وغیرہ تعاقب کے اسی سلسلے کی کڑیاں تھیں۔

ایسے ہی ایک قافلے کی خبر سن کر آپ ﷺ نے دو جاسوسوں بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی انزغبار (نقوش سیرت نمبر جلد۔ ۵) کو خبر لانے کا حکم دیا اور خود ایک ایسے بے سروسامان اسلامی لشکر کے ہمراہ تعاقب شروع کیا۔ جس میں تین سو تیرہ مقدس افراد، تین گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ رازداری کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ نے اونٹوں کی گھنٹیاں تک اُتروالیں۔ (نقوش سیرت نمبر جلد ۵) اور بلند و بالا پہاڑوں کی تنگ و تاریک وادیوں سے ہوتے ہوئے مقام صفراء پر پہنچے۔ وہی جاسوس مختلف مقامات سے خبریں اکٹھی کرتے کرتے بدر کے کنویں پر پہنچ گئے اور وہاں پر موجود بعض لوگوں

Marfat.com

سے کفار کے کسی قافلے کی موجودگی کا پتہ چلانے کی کوشش کی۔ دوسری طرف ابوسفیان بھی تعاقب کے خوف سے چوکس تھا اور وہ بھی چھپتے چھپاتے بدر کے اُسی کنویں پر آنکلا۔ بدر کا میدان اہل مدینہ کے لئے مکہ اور مدینہ کے راستوں کا قریب ترین مقام اتصال تھا۔ (عہد نبوی ﷺ کے میدان جنگ) جو قافلے مکہ سے شام کو جاتے انہیں مجبوراً میدان بدر سے ہو کر گزرنا پڑتا تھا۔ ابوسفیان نے مجدع بن عمرو سے دریافت کیا کہ یہاں مسلمانوں کا کوئی لشکر تو محو سفر نہیں۔ دوران پرسش اس نے اونٹوں کی لید وہاں پڑی دیکھی، جس میں کھجوروں کی گٹھلیاں نمایاں تھیں۔ ابوسفیان انہیں دیکھ کر چلا اٹھا کہ یہ مدینے کے اونٹوں کی لید ہے۔ اسے پتہ چل گیا کہ مسلمانوں کا لشکر قریب ہی ہے۔ وہ تیزی سے اپنے قافلے میں پہنچتا ہے اور ایک تیز رفتار اونٹنی سوار ضمضم بن عمرو الغفاری کو مسلمانوں کے لشکر کی خبر دے کر مکہ مکرمہ بھیجتا ہے۔ وہ سوار حسب روایت اپنی بات میں شدت پیدا کرنے کے لئے وادی میں پہنچ کر اپنی قمیص پھاڑ کر چلاتا ہے کہ ''آج محمد ﷺ کے حامیوں سے ابوسفیان کو بچالو۔'' (اصح الیسر۔ دانا پوری)

یہ پیغام سنتے ہی پورے مکہ میں ہلچل مچ گئی اور ہر شخص جوشِ انتقام میں بے قرار ہو گیا۔ انہوں نے جلدی سے اپنے آدمیوں کو یکجا کیا۔ ابولہب کے سوا تمام اشراف اور بنو عدی کے سوا تمام قبائل اس لشکر میں شامل ہو گئے جس کی کمان ابوجہل کے ہاتھ میں تھی۔ دوسری طرف حضور ﷺ کی نگاہ بھی وقت کے ہر ثانیئے اور ہر شخص کی خفیف سی حرکت پر بھی تھی۔ ابوجہل اپنے ایک ہزار سواروں کے ہمراہ چھ سات دن کے بعد مسلمانوں کے جوار میں پہنچا۔ مسلمانوں کے مخبر بھی ٹوہ میں تھے کہ اچانک کفار کے دو لشکری مسلمانوں کے ہاتھ لگے جو انہیں حضور ﷺ کے پاس لے آئے۔ حضور ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ مکے سے آنے والا نیا لشکر کہاں خیمہ زن ہے۔ انہوں نے بتایا کہ عدوہ قُصویٰ کے ٹیلے عقنقل کی اوٹ میں جسے اب جبل اسفل کہا جاتا ہے۔ (عہد نبوی ﷺ کے میدان جنگ) ان کی تعداد کیا ہے۔ آپ ﷺ نے پھر دریافت

Marfat.com

کیا۔ لیکن وہ اس کا جواب نہ دے سکے۔ آپ ﷺ نے سوال کی نوعیت بدل کر پھر پوچھا کہ لشکر میں ہر روز کتنے اونٹ ذبح ہوتے ہیں؟ وہ کہنے لگے کہ ایک روز دس اور ایک روز نو۔ گویا ان کی تعداد ہزار واور نو سو کے درمیان ہے۔ (سیرت ابن ہشام) حضور ﷺ نے اپنی بصیرت سے اندازہ لگایا۔ بدر کے میدان میں دو اہم مقامات تھے۔ ایک عدوہ الدنیا اور دوسرے عدوہ قصوری جن کا ذکر قرآن پاک میں بھی ملتا ہے۔ ان میں عدوۃ الدنیا بلند مقام پر تھا جہاں مسلمان قابض تھے اور ثانی الذکر نشیب پر تھا جہاں کفار مقیم تھے۔ حضور ﷺ نے جنگی نقطہ نظر سے بدر کے اکلوتے کنوئیں پر قبضہ کر لیا۔ نہ صرف قبضہ کر لیا بلکہ وہاں متعدد گڑھے کھدوا کر کنوئیں مے بہتے پانی کا رُخ اپنی طرف موڑ دیا تا کہ دوران جنگ کفار پانی کی نعمت سے محروم رہیں۔ پھر آپ ﷺ نے اونچی اور ہموار زمین پر اپنے صحابہؓ کو مرتب کیا۔ صف بندی کے وقت خیال رکھا گیا کہ طلوع آفتاب کی کرنیں اہل ایمان کی آنکھوں کو خیرہ نہ کر سکیں کیونکہ ان دنوں جنگ صبح کے وقت شروع ہوتی تھی اور سب سے بلند جگہ پر حضور ﷺ کے لئے ایک خیمہ نصب کیا گیا۔ جس کی حفاظت کے لئے حضرت ابو بکرؓ صدیق تعینات ہوئے۔ خیمے میں آپ بطور او۔ پی بھی متعین تھے، بطور سپہ سالار بھی مامور تھے اور بطور نبی بھی تشریف فرما تھے۔ ظہور اسلام سے قبل بدر کے مقام پر سالانہ میلہ لگتا تھا جو ایک ہفتہ تک جاری رہتا۔ یہاں ایک بہت بڑا بت خانہ بھی تھا۔ بدر بیضوی شکل کا پانچ میل لمبا اور چار میل چوڑا میدان ہے جس کے اطراف میں بلند و بالا پہاڑ ہیں۔ (تاریخ طبری) ابوسفیان نے کوشش کی کہ لڑائی ٹل جائے لیکن ابو جہل نے ضد کی کہ اب کثرت تعداد اور ہتھیاروں کی جھنکار میں مسلمانوں کے لہو کے چھینٹوں کا تماشہ دیکھ کر ایک اور میلے کا مزہ لوٹ ہی لیا جائے۔ حضور ﷺ نے اپنی فوجوں کو میسرہ و میمنہ پر مقرر فرما کر یہ ہدایات جاری کر دیں کہ صف بندی کو نہ توڑا جائے۔ دشمن دور ہو تو تیر اندازی کر کے تیروں کو ضائع نہ کیا جائے۔ دشمن قریب آئے تو سنگ باری سے روکنے کی کوشش کی

Marfat.com

جائے اور نزدیک آئے تو نیزوں سے حملہ کریں اور سب سے آخر میں تلواروں کا استعمال کیا جائے۔ یہ ہدایات مسلمانوں کے پاس کمتر سلاح جنگ کے پیش نظر جاری کی گئیں۔ جس پر تمام صحابہؓ نے اپنے لئے پتھروں کے ڈھیر جمع کر لئے۔ علاوہ ازیں اس دن کا جنگی کوڈ ورڈ ''یا منصور اُمت'' مقرر فرما دیا گیا۔ (مغازی الواقدی۔ محمد رسول اللہ ﷺ) تا کہ اپنوں اور بیگانوں کی پہچان میں آسانی رہے۔ جنگ بدر ۲ھ رمضان، مارچ ۶۲۴ء کو ہوئی۔

مخبری کے تمام دنیاوی والہامی ذرائع اختیار فرما کر میدان جنگ کے لئے بہترین جگہ کا انتخاب فرما کر اور اپنے ساتھیوں کو تمام ضروری ہدایات جاری فرمانے کے بعد حضور ﷺ خدا کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے کہ ''خدایا! آج اگر یہ مٹھی بھر افراد مٹ گئے تو دنیا میں تیرا نام لیوا کوئی نہیں رہے گا۔ دعا قبول ہوئی۔ خدا کے پیغمبر ﷺ نے خدا کی طرف سے مٹی کی ایک مٹھی ''شاھت الوجوہ'' کہہ کر کفار کی طرف پھینکی۔ (سیارہ ڈائجسٹ سیرت نمبر) جس کی تصدیق خود خدا نے ان الفاظ میں کی ''وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللہَ رَمٰی۔ (خاک کی جو مٹھی آپ نے پھینکی وہ آپ نے نہیں اللہ نے پھینکی) (القرآن) خاک کی مٹھی نے کفار کو اندھا کر دیا۔ شکست ان کا مقدر ٹھہری۔ ان کے ستر آدمی مقتول ہوئے جن میں سالار لشکر ابوجہل بھی تھا اور تقریباً ستر افراد بطور جنگی قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ لیکن اس نتیجے کے علاوہ اس جنگ میں حضور ﷺ کی سیرت کا عسکری پہلو نمایاں ہو کر سامنے آیا کہ آپ ﷺ محض ایک صابر و شاکر مبلغ ہی نہیں تھے۔ صرف ایک انتھک عبادت گزار ہی نہیں تھے بلکہ ایک اعلیٰ درجے کے سپہ سالار بھی تھے۔ زمانہ امن کی سرد جنگ اور تلواروں کی گرم بازاری میں جنگی منصوبہ بندی کی بصیرت کے حامل بھی تھے۔ جنہوں نے مکے کے خزف ریزوں کو درشہوار بنا کر خاتم دہر کی زینت بنا ڈالا۔ علامہ اقبال نے آپ کے بارے میں ہی کہا تھا۔

Marfat.com

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل ، جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیء سینا

بات یہیں ختم نہیں ہوئی۔ ماہرین جنگ یہ جانتے ہیں کہ اصل فتح میدان جنگ میں نہیں بلکہ جنگ کے بعد فتح کے اثرات کو مزید گہرا کرنے اور ان اثرات کو دشمن کی نفسیات پر مرعوبیت کی فضا کو تادیر قائم رکھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی فتح کے نتائج کو بارآور بنانے کے لئے ایک طرف اپنے چھاپہ مار دستوں کی یلغار جاری رکھی اور دوسری طرف قیدیوں کے ساتھ آپ کے مختلف اقسام کے طرزِ سلوک نے آپ کے مشن پر بہت دور رس اثرات مرتب کئے۔ عرب کے مروجہ دستور کے مطابق آپ نے قیدیوں کو قتل کروانا یا مستقل لونڈی غلام بنا کر رکھنے کی بجائے بعض کو زرِ فدیہ کے عوض آزاد کر دیا۔ بعض کو قرابت داری اور صلہ رحمی کی بناء پر چھوڑ دیا اور بعض پڑھے لکھے قیدیون کا یہی فدیہ قرار پایا کہ ان میں سے ہر ایک دس اَن پڑھ صحابہؓ کو زیور علم سے آراستہ کرے۔ ان میں سے بہت سے قیدی قیام مدینہ پاک کے دوران مسلمانوں کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر اسلام لے آئے۔ غرض قیدیوں کے ذریعے اسلامی اخلاق کا درس دینے۔ احسان کا دروازہ کھولنے اور مرعوب کرنے کے تمام ہتھیار آزمائے گئے۔ کفار مکہ اپنی عبرتناک شکست کے بعد بری طرح مایوسی کا شکار ہو چکے تھے۔ ان کے ہر گھر میں موت، شکست اور انتقام کا ماتم اور شور برپا تھا۔ ان میں سے بعض جنگ کے نتائج پر حیرت زدہ تھے اور بعض کے سینوں میں انتقام کی تخم ریزی ہو رہی تھی۔ مسلمان بھی فتح کے نشے میں مستقبل سے غافل نہیں تھے۔ وہ جانتے تھے کہ عرب اور اونٹ کا کینہ طرفین میں سے کسی ایک کی موت تک محو سفر رہتا ہے۔ غزوہ بدر کے بعد مسلمانوں کو کفار کی طرف سے چھیڑ چھاڑ کے چھوٹے چھوٹے معرکوں سے گزرنا پڑا۔ جن میں غزوہ بنی سلیم ، غزوہ سویق، غزوہ بنو غطفان، غزوہ نجران اور غزوہ بنی قینقاع کا ذکر تاریخ وسیرت کی کتابوں میں ملتا ہے۔ (اصبح ایسر)

Marfat.com

یہاں اس چیز کی وضاحت ضروری ہے کہ غزوہ ہر اُس جنگ، معرکے یا جھڑپ کو کہتے ہیں۔ جس میں حضور سرور کائنات ﷺ خود شریک ہوں۔ مسلمانوں کی توجہ چھوٹے چھوٹے معرکوں میں الجھا کر قریش مکہ خود ایک بڑی جنگ کی تیاری میں مصروف رہے۔ جس کے تحت عبداللہ بن ربیعہ، عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن اُمیہ وغیرہ نے ڈھائی لاکھ درہم چندہ اکٹھا کیا اور ابوسفیان اپنے حلیف قبائل سے مل کر تین ہزار افراد کا لشکر جمع کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ جن میں سات سو زرہ پوش اور دو سو گھوڑے بھی شامل تھے۔ (عہد نبوی ﷺ کے میدان جنگ) عورتیں بھی غیرت دلانے کے لئے لشکر کے ساتھ تھیں۔ ہندہ بن عتبہ نے اپنے ایک غلام وحشی کو نیزہ بازی کی خاص تربیت دی۔ اُدھر حضور ﷺ نے اس دفعہ مدینہ پاک کے اندر رہ کر مدافعت کرنے کی تجویز پیش کی لیکن عبداللہ بن ابی کی حمایت کی وجہ سے صحابہ کرامؓ اس تجویز کے خلاف ہوگئے اور شہر سے باہر نکل کر لڑنے پر زور دیا۔ جس پر عبداللہ اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ لشکر اسلام سے علیحدہ ہوگیا۔ حضور ﷺ نے اس جنگ میں دو زرہیں زیب تن کیں اور میدان جنگ کے تمام کمزور گوشوں کو اپنی فراست اور حکمت عملی سے پُر کرنے کی پوری کوشش کی۔ عبداللہ بن جبیرؓ کی سرکردگی میں پچاس تیراندازوں کا دستہ جبل احد کے اس درے پر تعینات کیا جس کے عقب سے کفار کے حملے کا خطرہ تھا۔ یہی وجہ ہے صحابہؓ جنگ کے پہلے مرحلے میں فتح یاب ہوگئے لیکن جونہی مسلمانوں نے حضور ﷺ کے جنگی نیٹ ورک کو توڑ کر ان کی مقرر حدود سے تجاوز کیا۔ ان میں انتشار اور شکست کے آثار پیدا ہوگئے۔ کفار نے حضور ﷺ کے قتل کی افواہ پھیلا کر تمام مسلمانوں کو بے حوصلہ کرنے کی کامیاب چال چلی۔ لیکن حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات افروز صدا بلند ہوئی تو ٹوٹتے ہوئے حوصلے اور بھاگتے ہوئے قدم تھم گئے۔ منتشر و پریشان صحابہ کرامؓ پھر یکجا ہونے لگے۔ اس افتراک وانتشار میں صرف حضور نبی محترم ﷺ کی ذات تھی جو اس طوفان بلاخیز میں مینارہ نور کی طرح ثابت قدم تھی لیکن بعد میں صحابہ کرامؓ نے

Marfat.com

بدتدبیری کی شکست کو فتح میں بدلنے کے لئے اپنی جانیں لڑادیں۔ دس صحابہؓ تو حصار باندھ کر پروانوں کی طرح اس شمع رسالت ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے قربان ہو گئے۔ ابوعبیدہ بن جراحؓ حضور ﷺ کے جبڑوں میں گڑے ہوئے خود کو دانتوں سے نکالنے کی کوشش میں اپنے دو دانت تڑوا بیٹھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو بیس زخم آئے اور ان کا پاؤں ہمیشہ کے لئے بیکار ہو گیا۔ حضرت انسؓ بن نصر کو ان کی شہادت کے بعد دیکھا گیا تو ان کے جسم اطہر پر ستر سے زیادہ زخم پائے گئے۔ (حکیم ابوالبرکات دانا پوری۔ اصح السیر) اور سب سے بڑی بات یہ کہ حضور ﷺ کے چچا اور اسلام کی شمشیر تاب دار حضرت حمزہؓ وحشی کے نیزے کی نذر ہو گئے اور ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے جوش انتقام میں وحشیانہ طریقے سے آپ کا مثلہ کیا۔ حضور ﷺ کے اپنے دو دانت مبارک اس جنگ میں شہید ہوئے اور نہ صرف یہ بلکہ مقدس تسبیح کے ستر قیمتی موتی ٹوٹ کر اُحد کی خاک میں چھپ گئے۔ صحابہ کرامؓ اپنی تجویز کی حمایت پر بہت نادم ہوئے۔ غزوہ اُحد ۳ھ پندرہ شوال کو وقوع پذیر ہوا۔ لیکن آپ کی بلند حوصلگی، جرأت اور سپاہیانہ کردار کی جھلک غم واندوہ میں بھی نظر آتی ہے کہ جب کفار شکست کھا کر بھاگے تو یکایک آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ دشمنان اسلام کہیں موقع سے فائدہ اٹھا کر مدینہ پاک پر حملے کا ارادہ نہ کرلیں۔ آپ نے فوراً دو مخبروں کو تعاقب کا حکم دیا۔ وہ دیکھ کر آئیں کہ کفار گھوڑوں پر سوار ہو کر جارہے ہیں یا اونٹوں پر، اگر گھوڑوں پر سوار ہیں تو ان کا ارادہ کسی نزدیکی مسافت کا ہے جو مدینہ پاک ہی ہوسکتا ہے اور اگر وہ اونٹوں پر سوار ہیں تو وہ مکہ مکرمہ کی دور دراز مسافت پر گامزن ہیں۔ متعاقب سواروں نے اطلاع دی کہ قریش اونٹوں پر سوار راہِ فرار اختیار کر رہے ہیں۔ یہ سن کر آپ بہ اطمینان مدینے کی راہ لیتے ہیں۔ سب کے دل اپنے پیاروں کی جدائی سے نڈھال تھے۔ ان کے بدن زخموں سے چور تھے اور ان کے ذہن مستقبل کے اندیشوں میں گھرے ہوئے تھے۔ انہیں یہ بھی غم تھا کہ کاش ہم مدینہ پاک میں رہ کر دفاع کرنے

Marfat.com

کی حضور ﷺ کی تجویز مان لیتے لیکن دوسری طرف ان سب سے بے نیاز امیرِ لشکر ﷺ کے ذہن میں بار بار یہی خیال آ رہا تھا کہ کہیں ابوسفیان ہمیں نڈھال اور غافل سمجھ کر راستے سے ہی پلٹ نہ آئے۔ چنانچہ آپ نے جنگ اُحد کے شرکاء کو حکم دیا کہ میرے ہمراہ آئیں۔ صحابہ کرامؓ جو تسلیم و رضا کی سچی تصویر تھے۔ انہیں کیا تامل ہو سکتا تھا۔ وہ فوراً سوار ہوئے اور حفظ ماتقدم کے طور پر مدینہ پاک سے مکہ مکرمہ کی طرف تین دن کی مسافت تک محو سفر رہے۔ ادھر ابوسفیان ابھی مکہ مکرمہ نہیں پہنچا تھا کہ اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ زخمی اور پژمردہ مسلمانوں پر دھاوا مارنے کا یہ اچھا موقع ہے۔ وہ پلٹا اور اپنے تیز رفتار اونٹوں کو مدینہ پاک کی راہ پر ڈال دیا۔ لشکر کے آگے آگے جاسوس بھی خبر رسانی پر مامور تھے۔ چنانچہ اس کے چند جاسوسوں نے خبر دی کہ اسلامی لشکر ہمارے استقبال کو پہلے ہی خیمہ زن ہے۔ ابوسفیان یہ خبر سن کر حضور ﷺ کی جنگی بصیرت پر متحیر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور ارادہ بدل کر مکہ مکرمہ کو لوٹ گیا۔ (خطبات بہاولپور۔ ڈاکٹر حمید اللہ)

ویسے تو آپ ﷺ کی مکی زندگی کے دس برس جنگ و جدل میں گزرے قریش نے مسلسل آپ پر جنگ مسلط کئے رکھی اور آپ ہمیشہ دفاعی نقطہ نظر سے ان کی پیش قدمی کو روکتے رہے۔ آپ نے مختلف مواقع پر مختلف تدابیر اختیار فرما کر عرب کے جنگجو قبائل کا منہ پھیر دیا۔ اور ہمیشہ کے لئے یہ حقیقت تاریخ عالم پر ثبت کر دی کہ فتح فوجوں کی تعداد اور ہتھیاروں کی کثرت سے نہیں بلکہ جذبوں کی صداقت کے لئے جان لڑا دینے پر منحصر ہے۔ غزوہ اُحد میں قریش اپنی فتح پر بہت نازاں تھے۔ نہ صرف قریش بلکہ وہ یہودی قبائل جو ہوا کا رخ دیکھ کر آپ ﷺ کے ساتھ صلح کے معاہدے کر چکے تھے۔ اُحد کے نتائج کے بعد ان کے دل میں بھی اسلام اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کی خواہش نے زور پکڑا چنانچہ بنو نضیر کے جن یہودیوں کو حضور ﷺ نے مدینہ پاک سے نکال دیا تھا۔ ان کے کچھ سرداروں نے بنو وائل کے یہودیوں سلام

Marfat.com

ابن ابوالحقیق، حُیّ ابن اخطب، ہوزہ ابن قیس اوئلی اور ابوعمار وائلی وغیرہ سے مل کر ایک سازش تیار کی اور قریش کو اپنا ہمنوا بنانے کے لئے مکہ پہنچے۔ اہل مکہ بھی اسی آگ میں جل رہے تھے۔ سب نے مل کر یہ عہد کیا کہ جب تک ہم (نعوذ باللہ) محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھیوں کا مکمل استیصال نہ کرلیں۔ ایک دوسرے کے حلیف رہیں گے۔ قریش مکہ سے معاہدے کے بعد وہ لوگ قیس بن عیلان کے قبیلے بنی غطفان کے پاس گئے اور انہیں بھی اپنے منصوبے میں شامل کرلیا۔ بنوغطفان بہت دولت مند قبیلہ تھا۔ ان کے پاس نواح مدینہ کی بہت سرسبز وشاداب زمینیں تھیں۔ انہوں نے قریش کو پورا حوصلہ اور مالی مدد دینے کا بھی وعدہ کیا۔ الغرض یہود وکفار نے مل کر پیغمبر اسلام ﷺ اور آپ کے جانثاروں کے خلاف پورے علاقے میں دشمنی اور انتقام کی ایسی آگ بھڑکائی جو پھیلتی چلی گئی۔ صرف بنوقریظہ اس معاہدے سے باہر رہے۔ تیاریاں جاری رہیں۔ مسلمان اسی وقت آگ کے جزیرے میں محصور تھے۔ تمام مسلمانوں کو اس وقت حضور ﷺ کی ذات پر انحصار تھا اور حضور ﷺ کو خدا تعالیٰ کی نصرت پر۔ دل خوف ودہشت سے پھٹے جارہے تھے اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ غطفان کی دولت، بنونضیر کی منصوبہ بندی اور قریش کی تلواروں نے مل کر اہل مدینہ کا محاصرہ کرنے کی ٹھان رکھی تھی۔ (سیرت ابن ہشام) جس کے مطابق ابوسفیان پانچ ہزار افراد کا ایک لشکر جرار لے کر بڑھا۔ جس میں ایک ہزار اونٹ اور تین سو گھوڑے شامل تھے۔ جب یہ لوگ مراظہران میں پہنچے تو قبیلہ بنی سُلَیم بھی ان کے ساتھ مل گیا۔ اسی طرح راستے میں بنی اسد، فزارہ۔ اشجع اور بنومرہ بھی اس کی قوت میں اضافہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ لشکر کفار کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔ انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ جو راستے کی ہر رکاوٹ کو بہالے جانا چاہتا تھا۔ کفر کی متحدہ قوت مل کر اسلام کو مٹانے چلی تھی لیکن وہ اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ ہمارا مقابلہ محض اپنے جیسے انسانوں سے نہیں بلکہ براہ راست اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ہے جن کی

Marfat.com

تدبیریں بھی تقدیروں کا درجہ رکھتی ہیں اور انسانی تدابیر، تقدیر الٰہی کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ علامہ اقبال نے یہ وضاحت کر دی ہے کہ مومن کی حیثیت کیا ہے۔

کافر ہے تو ہے تابع تقدیر مسلمان

مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیر الٰہی

حضور ﷺ کو جب اس اشتراک باطل کی خبر ملی تو آپ نے اپنے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ اس تجویز پر تو سبھی رضامند تھے کہ مدینہ پاک کے اندر رہ کر دفاع کرنا ہے لیکن کیسے؟ خندق کھود کر۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے مشورہ دیا کہ یہ ایرانی طریقہ جنگ ہے۔ مشورہ نہایت مناسب تھا لہٰذا قبول کر لیا گیا۔ اب خندق کی کھدائی کی منصوبہ بندی کی گئی۔ مدینہ کے شمال میں جبل اُحد، جنوب میں جبل عیر اور مشرق و مغرب کی طرف آتش فشاں پہاڑوں کے لاوے سے بنے ہوئے بڑے بڑے خوفناک اور ناہموار ٹیلے تھے جنہیں حرہ کہا جاتا تھا، شمال کی سمت غیر محفوظ تھی۔ حضور ﷺ نے باقاعدہ علاقے کا دورہ کیا۔ خندق کی کھدائی کے لئے نشانات لگائے گئے اور پھر مسلمانوں میں کھدائی کی تحریک پیدا کی گئی۔ جس پر تین ہزار مسلمانوں نے لبیک کہی۔ حضور ﷺ نے خندق کی طوالت کے مطابق دس دس آدمیوں کے گروپ کو چالیس ذراع یا تقریباً بیس گز زمین تقسیم کر دی۔ خندق کی لمبائی تقریباً ساڑھے تین میل تھی۔ (عہد نبوی ﷺ کے میدان جنگ) اور چوڑائی اتنی کہ تیز رفتار گھوڑا بھی اُسے پھلانگ نہ سکے۔ حضور ﷺ خود بھی دس صحابہ کرامؓ کی ایک ٹکڑی میں شامل ہو گئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ جیسے اکابر صحابہ شامل تھے۔ کھدائی کا سامان بنو قریظہ سے مستعار لیا گیا جو ابھی مسلمانوں کے حلیف تھے۔ حضرت سلمانؓ ایک قوی ہیکل اور طاقتور صحابی تھے جو کئی آدمیوں کا کام اکیلے ہی کرتے۔ لہٰذا سب کی خواہش ہوتی کہ آپ ﷺ ہمارے گروہ میں شامل ہوں۔ کھدائی کے دوران بڑے بڑے معجزے رونما ہوئے، جو ایک علیحدہ موضوع کے

Marfat.com

محتاج ہیں۔ پتھریلی زمین کی کھدائی ویسے ہی سخت مشکل کام ہے۔ جو پتھر کسی سے نہ ٹوٹتا وہ ایک ہی ضربِ نبوت سے پاش پاش ہو جاتا، بلکہ ان سے اُٹھنے والی چنگاریوں کی چمک لسان نبوت ﷺ کے مطابق مستقبل بعید میں مفتوح ہونے والے ممالک کا پتہ دیتیں۔ (اصح السیر) جاڑے کا موسم، بھوک کا عالم اور مشقت کا زمانہ لیکن ہر شخص اپنے پیارے پیغمبر ﷺ کے چہرے کی تابانی اور اطمینان سے حوصلوں کی نعمت حاصل کر کے اپنے کام میں مصروف تھا۔ جب مقصود نظر سامنے ہو تو مشکل کیسی۔ صحابہؓ کے اطمینان قلب نے ایک میلے کا سماں پیدا کر دیا تھا۔ جہاں کھدائی کے ساتھ ساتھ دعوتیں بھی ہو رہی ہیں۔ معجزے بھی رونما ہو رہے ہیں اور دفاعی انتظامات کو آخری شکل بھی دی جا رہی ہے۔ خندق بعض روایات کے مطابق بیس یا چوبیس روز میں مکمل ہوئی۔ اسی دوران ایک ہولناک واقع پیش آیا کہ بنو قریظہ بھی کفار کے ساتھ مل گئے۔ جس سے مسلمان مدینہ پاک کے عقب کی طرف سے غیر محفوظ ہو گئے۔

کیونکہ عورتیں، بچے اور مال ومتاع اسی حصے میں جمع کیا گیا تھا۔ بعد میں حضور ﷺ نے زید بن حارثؓ کو تین سو صحابہؓ کے ہمراہ مدینے کی حفاظت کے لئے بھیج دیا۔ خندق کے دوسری طرف دس ہزار کا لشکر کفار اور اندر بنو قریظہ کی بدعہدی۔ ان حالات میں ضعیف الایمان لوگوں نے یہاں تک کہنا شروع کر دیا کہ "محمد ﷺ ہمیں قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں دلواتے تھے اور کہاں یہ عالم ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کے لئے بھی نہیں نکل سکتا۔ (اصح السیر) گویا نہایت مخدوش صورت حال تھی۔ ہر طرف ایک خوف طاری تھا۔ دوسری طرف دشمن بھی بہت مشکل حالات سے دوچار تھا۔ سب سے پہلے تو وہ خندق دیکھ کر متحیر رہ گئے۔ کیونکہ اہل عرب کے لئے یہ ایک نئی چیز تھی۔ وہ دست بدست جنگ کے خواہاں تھے اور اس دفعہ اپنی متحدہ قوت سے مسلمانوں کا نام ونشان مٹانے آئے تھے لیکن خندق پار کر کے مسلمانوں تک پہنچنا ہی ناممکن ہو رہا تھا۔ چند لوگوں نے گھوڑوں کے ذریعے اسے

Marfat.com

پھلانگنے کی کوشش کی لیکن خندق کے اندر گر کر ہلاک ہو گئے۔ایک دن عرب کے مشہور شاعر ضرار بن الخطاب نے کفار کو جوش دلایا۔جس پر عرب کا مشہور شہ زور پہلوان عمرو بن عبدود، عکرمہ بن ابی جہل اور ہبیرہ بن ابی وہب (سیرت ابن ہشام جلد دوم) کود کر خندق کے اندرونی حصے جبل سلع پر پہنچ گئے جہاں صحابہؓ کے خیمے نصب تھے۔ انہوں نے آ کر مبازرت طلب کی۔مقابلے میں حضرت علیؓ نکلے عمرو بن عبدود کو اپنی جسمانی قوت پر ناز تھا لیکن مقابلے پر شیر خدا تھے۔تلوار بازی کے تمام جوہر آزمائے گئے لیکن حضرت علیؓ کے ایک کاری وار نے دشمن اسلام کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے دوسرے ساتھی بغیر جنگ کے راہ فرار اختیار کر گئے۔حضرت علیؓ نے اس فتح پر چند خوبصورت شعر بھی کہے۔

نصر الحجارة من سفاهة رايه
ونصرت ربّ محمد بصوابی

اس نے سفاہت رائے سے پتھر کے بتوں کو مدد پہنچائی۔ جبکہ میں نے اپنی اصابت رائے سے محمد ﷺ کے رب کی مدد کی۔

ونبيه يا معشر الاحزاب
لاتحسبنّ الله خازل دينه

اے معشر احزاب! (گروہ کفار) یہ خیال نہ کرنا کہ اللہ اپنے دین اور نبی ﷺ کو یوں بے یار و مددگار چھوڑ دے گا۔ (سیرت ابن ہشام دوم)

محاصرہ طویل ہوتا چلا گیا۔حضور ﷺ نے اس دوران سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ کے ذریعے غطفان کے دوسرداروں عینیہ بن حص اور حارث بن عوف سے مال کے بدلے میں صلح کرنا چاہی۔لیکن دونوں صحابہ کرامؓ نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم اپنا مال دے کر اور دب کر صلح نہیں کریں گے۔بظاہر شکست کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔حقیقتاً یہ مومنوں کے ایمان کے امتحان کا وقت تھا۔پامردی مومن کی آزمائش کی

Marfat.com

گھڑی تھی کہ اچانک بنو قریظہ کے ایک شخص نعیم بن مسعود حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ لیکن میرے ہم قوم میرے ایمان سے بے خبر ہیں۔ آپ مجھ سے کوئی کام لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا الحرب خدعة "جنگ مغالطے اور دھوکے کا نام ہے چنانچہ منصوبے کے مطابق وہ بنو قریظہ کے پاس گئے اور کہا کہ میں تمہارا ہمدرد ہوں تم لوگوں نے مدینہ پاک میں رہ کر مسلمانوں سے بدعہدی کی ہے۔ اگر مسلمان فتح یاب ہو گئے تو باقی تمام لوگ اپنے علاقوں میں بھاگ جائیں گے اور تم مسلمانوں کے نرغے میں آ کر تباہ ہو جاؤ گے۔ اگر قریش اور بنی غطفان نے آخر وقت تک جنگ کا معاہدہ کیا ہے تو تم مزید اعتماد کے لئے ان کے چند ثقہ اور اشراف کو گروی رکھ لو تا کہ وہ معاہدے سے پھر نہ سکیں۔ بنو قریظہ اس فریب میں آ گئے۔ نعیمؓ بن مسعود انہیں قائل کرنے کے بعد قریش کے پاس آئے اور کہا کہ مجھے ایک سازش کا علم ہوا ہے کہ بنو قریظہ مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی پر بہت نادم ہیں اور اس غلطی کی تلافی کے طور پر وہ آپ کے چند اہم آدمیوں کو حضور ﷺ کے سپرد کرنا چاہتے ہیں تا کہ وہ ان کی گردنیں اڑا کر تمہاری قوت کو توڑ سکیں لہٰذا اگر وہ تمہارے آدمیوں کا تقاضہ کریں تو تم انہیں بطور رہن کوئی آدمی نہ دینا چنانچہ یہی ہوا۔ بنو قریظہ کی طلب پر بنو غطفان اور قریش کے دلوں میں ان کی طرف سے بدگمانی پیدا ہو گئی اور اُن تمام کی آپس میں پھوٹ پڑ گئی۔ (سیرت ابن ہشام۔ اصح الیسر۔ المغازی ابن اسحاق) دوسری طرف قضاء وقدر نے موسم کے مزاج کو برہم کر دیا۔ تیز ہواؤں اور طوفانی جھکڑوں نے ان کے خیمے اُلٹا دیئے۔ ان کے جانوروں کو ہلاک کر دیا اور ان کے دلوں میں خوف و دہشت پیدا کر دی۔ ابوسفیان نے کہا: "اے گروہ قریش! بخدا اب یہ جگہ قیام کے قابل نہیں رہی۔ بنو قریظہ نے وعدہ خلافی کی ہے اور شدید ہوا نے ہمارے خیمے اکھاڑ دیئے ہیں۔ چلو کوچ کی تیاری کرو۔" یہ کہہ کر وہ اپنا اونٹ چھوڑ کر بھاگا۔ اسے دیکھ کر تمام لشکر منتشر ہو گیا اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ ابھی مسلمان

Marfat.com

اپنے ہتھیار کھولنے بھی نہ پائے تھے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جبرائیل علیہ السلام یہ پیغام لے کر آئے کہ اس مرحلے پر بدعہد بنو قریظہ کا فتنہ بھی ختم کر لو۔ مسلمانوں نے فوراً اپنی سواریوں کا رخ بنو قریظہ کی طرف پھیر لیا۔ محاصرہ پچیس روز جاری رہا۔ ان میں چند افراد نے اپنی قوم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لا کر صلح کی درخواست کرنے کا مشورہ دیا لیکن بدبخت اپنی ضد پر قائم رہے۔ بعد میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے کہنے پر انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ یوں ان کی طاقت کو تباہ کر کے رکھ دیا گیا۔

جنگ خندق ایک فیصلہ کن معرکہ تھا جس میں کفار کی متحدہ قوت کو شکست فاش ہوئی۔ ان کی جمعیت پریشان ہوگئی۔ ان کے دل خوف سے بھر گئے۔ وہ شکست کے نتیجے میں بدگمانیوں میں گھر گئے۔ مایوسیوں اور پریشانیوں کے اندھیروں نے انہیں اندھا کر دیا۔ ان کی عقلیں کند ہوگئیں۔ تدبیریں لاچار ہوگئیں اور ہتھیار بے کار ہوگئے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے بھی غزوہ احد میں کفار کو عارضی فتح سے ہمکنار کر کے ان کی مکمل تباہی کا جال بچھایا تھا جس میں وہ خود بخود پھنس گئے۔ تاریخ نے یہ کامیاب چال بعد میں بھی کئی دفعہ چلی۔ جب سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ فتح کرنا چاہا۔ تدبیریں بنتی بگڑتی رہیں۔ حملے فتح و شکست کا شکار ہوتے رہے لیکن آخری فتح عیسائیوں کی متحدہ قوت کو شکست دے کر ہی حاصل ہو سکی۔ سلطان صلاح الدین کے مقابلے میں بھی یہودیوں اور عیسائیوں کی متحدہ قوت پورے صلیبی جوش اور ولولے کے ساتھ اُمڈ آئی تھی۔ لیکن مکمل شکست کے بعد کئی برس تک ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہ رہا۔ سلطان شہاب الدین غوری نے جب ہندوستان کو فتح کرنے کا ارادہ کیا تو رائے پتھورا کے مقابلے میں ایک دفعہ تو اس کی فوج کو زبردست ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ ہندوؤں کے حوصلے بلند ہو گئے اور انہوں نے اپنی طرف سے مسلمانوں کی مکمل تباہی کے لئے تمام ہندوستان کی متحدہ ہندو قوت کو جمع کیا اور ملیچھ مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کا عزم کیا لیکن قدرت نے ان کی مشترکہ جمعیت کو تباہ کر کے ہندوستان

Marfat.com

میں ہمیشہ کے لئے مسلمان حکمرانوں کے لئے راستہ صاف کر دیا۔ جنگ خندق میں مکمل شکست کے بعد مسلمان ہمیشہ کے لئے کفار کے خطرے سے بے نیاز ہو گئے۔ گویا غزوہ خندق نے فتح مکہ کا راستہ خود بخود صاف کر دیا۔ وہ مکہ جہاں سے مسلمان نکالے گئے تھے۔ جہاں ان کی موروثی جائیدادوں پر قریش نے قبضہ کر لیا تھا، ان کا مال و منال چھین لیا تھا۔ مکے کی جھلستی ہوئی گرم ریت پر گھسٹنے والے جسموں کی خراشیں اب بھی کراہ اُٹھتی تھیں۔ صحن کعبہ میں دوران نماز حضورﷺ کے گلے میں کپڑا ڈال کر کھینچنے کا منظر بیت اللہ کی نگاہوں میں اب بھی تازہ تھا۔ مکے کی وادیوں میں نو مسلم غلاموں کی چیخ و پکار اب بھی بھٹک رہی تھی۔ ابی طالب کی گھاٹیوں میں بھوک اور پیاس سے بلکتے ہوئے بچوں کی سسکیاں اب بھی زندہ تھیں۔ حضورﷺ اگر اس وقت چاہتے تو مکہ کو بزور شمشیر فتح کر سکتے تھے۔ لیکن اسلام خون بہانے نہیں آیا تھا بلکہ دلوں پر حکومت کرنا اس کا مقصدِ اوّلین تھا۔ ہاں اپنی بقاء کے لئے اگر جنگ لڑنا پڑے تو اپنے دین کی آبرو پر سو جان سے فدا ہونا مسلمان پر فرض ہے۔ جنگ خندق کے بعد اسلامی اثرات نجد سے گزر کر یمامہ تک پہنچ گئے جہاں سے مکہ مکرمہ کو غلہ فراہم ہوتا تھا۔ وہاں کے ایک سردار ثمامہ بن اثال حنفی مسلمان ہو گئے اور انہوں نے مکہ مکرمہ کو جانے والا غلہ روک لیا۔ شام و فارس کا راستہ پہلے ہی بند ہو چکا تھا۔ اب قریشی قافلے عراق کو بھی نہیں جا سکتے تھے۔ یمن کی تجارت کو بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ شکست کے بعد تمام حلیف اہل مکہ کا ساتھ چھوڑتے جا رہے تھے۔ اس دوران چھوٹے چھوٹے سرایہ اور غزوات پیش آتے رہے جن میں غزوہ بنی لحیان جو اُن دس صحابہ کرامؓ کی شہادت کا انتقام تھا جنہیں بنی لحیان نے دھوکے سے بلا کر قتل کر دیا تھا۔ سریہ نجد، غزوہ ذی قرد، سریہ عکاشہ بن محصن، سریہ محمد بن مسلمہؓ سریہ زید بن حارث، اسی دوران صلح حدیبیہ ہوئی جس میں یہ معاہدہ ہوا کہ اگر مکہ مکرمہ سے کوئی مسلمان مدینہ پاک آ جائے تو اسے واپس کر دیا جائے گا۔ اس معاہدے کے تحت مدینہ پاک میں پناہ کے لئے

Marfat.com

آنے والے تمام مسلمان واپس کر دیئے گئے جو مکہ مکرمہ جانے کی بجائے سمندر کے ساحل پر جمع ہونے لگے ان کی تعداد ستر تک پہنچ گئی۔ انہوں نے اپنے طور پر قریش کے تجارتی قافلوں کا راستہ بند کر دیا۔ اب تو مکے میں قحط کے آثار پیدا ہو گئے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضور ﷺ نے مکہ کے غریبوں میں تقسیم کرنے کے لئے پانچ سو دینار بھیجے۔ (عہد نبوی ﷺ کے میدان جنگ۔ مبسوط سرخسی) جس پر ابو سفیان نے کہا کہ یہ مکے میں پھوٹ ڈلوانے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ ظاہر ہے اس امداد سے بعض لوگوں کی مخالفتیں، موافقت میں بدل جاتیں۔ انہی حالات میں اہل مکہ نے مسلمانوں کے ایک حلیف قبیلے نزاعہ سے خونریز جنگ چھیڑ دی۔ پھر گذشتہ سال کفار مکہ نے حضور ﷺ اور ان کے جانثاروں کو طواف کعبہ سے روک دیا تھا۔ ان تمام حالات کے تحت فتح مکہ بہت ضروری ہو گیا۔ لیکن پہلے اُس انعام کا ذکر ہو جائے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں سے کیا تھا۔ صلح حدیبیہ میں چودہ سو مسلمان شریک ہوئے۔ لیکن صلح کے وقت معاہدے کی کمزور شرائط نے ان کے دل بری طرح مجروح کئے تھے۔ ان کی تالیف قلب کے لئے حضور ﷺ نے انہیں غزوہ خیبر کے لئے تیار کیا۔ جس میں وہی صحابہ کرام ﷺ شریک ہوئے جو صلح حدیبیہ کے وقت حضور ﷺ کے ہمراہ تھے۔

خیبر میں یہودی آباد تھے۔ یہ علاقہ کھجوروں کے بکثرت باغات، کھیتوں اور قلعوں کا علاقہ تھا۔ خیبر کے لغوی معنی ہی قلعہ بند مقام کے ہیں۔ خیبر کے تین مرکزی قلعے تھے اور ہر ایک کے تحت متعدد ذیلی قلعے تھے جن کی تفصیل ''محمد رسول ﷺ کے مصنف جامعہ فواد قاہرہ کے مدیر جناب شیخ محمد رضا نے یوں بیان کی ہے۔

۱۔ قلعہ النطات: جس کے تحت چار ذیلی قلعے۔ الناعم، الصعب، ایکتبہ اور بقلہ تھے۔

۲۔ قلعہ الشق: جس کے تحت دو ذیلی قلعے۔ قلعہ اُبی اور قلعہ بری تھے۔

۳۔ قلعہ کیتبہ: جس کے تحت تین ذیلی قلعے۔ قلعہ قموص، قلعہ الوطیح اور قلعہ سلام تھے۔

Marfat.com

ان میں قلعہ قموص فتح کر کے حضرت علیؓ نے فاتح خیبر کا اعزاز حاصل کیا تھا۔ یہ تمام قلعے گھنے باغات اور شاداب کھیتوں میں گھرے ہوئے تھے۔ ایک طرف محفوظ پناہ گاہیں، دولت کی ریل پیل اور خوشحالی، دوسری طرف یہودیوں کی فطری سرشت۔ چنانچہ خیبر کا مقام مسلمانوں کے خلاف یہودی سازشوں کی آماجگاہ بن چکا تھا۔ جن سے مستقل چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے جنگ بہت ضروری ہو چکی تھی۔ غزوہ خیبر حدیبیہ سے لوٹ کر مدینہ پاک میں بیس روز قیام کے بعد ۷ھ بمطابق اگست ۶۲۸ء کو پیش آیا۔ اس موقع پر آپ کے ہمراہ سولہ سو بہترین مسلح مجاہدین تھے جن میں دو سو گھڑ سوار بھی تھے جبکہ پہلے تمام غزوات میں سواروں کی تعداد کبھی بھی تیس سے زیادہ نہ ہو سکی تھی۔ مجاہدین چار دن کا سفر طے کر کے خیبر کے مقام پر بوقت شب وارد ہوئے۔ وہاں رات کر آرام کیا اور صبح تیاری کے بعد جنگ سے قبل حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا "ٹھہرو" پھر آپ ﷺ نے دعا فرمائی

"اے میرے اللہ، آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے ان سب کے پروردگار، زمینوں اور ان کی حقیر مخلوقات کے پروردگار، شیطانوں اور ان کی گمراہ ٹولیوں کے پروردگار، ہواؤں اور جن چیزوں کو وہ اُڑا لے جاتی ہے ان سب کے پروردگار، اس گاؤں کی اچھی چیزیں یہاں کے باشندوں کی اچھی باتیں اور اس گاؤں کی جو عمدہ چیزیں ہیں ہم تجھ سے ان سب کے طلب گار ہیں اور یہاں کی بری چیزوں، یہاں کے باشندوں کی برائیوں اور فتنہ سامانیوں سے پناہ مانگتے ہیں"۔

خیبر کے یہود نے اپنے اموال و عیال قلعہ کتیبہ میں جمع کر دیئے اور جنگجو فوج قلعہ النطات میں جمع ہوگئی۔ جو دس ہزار افراد پر مشتمل تھی۔ یہاں اگر صلح حدیبیہ اور جنگ خیبر کے واقعات کا تجزیہ کیا جائے تو حضور ﷺ کی جنگی فراست کو بے ساختہ داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ اُس وقت خیبر کے یہودیوں اور قریش مکہ کے درمیان مسلمانوں کے خلاف دفاعی معاہدہ ہو چکا تھا اور دونوں مل کر مسلمانوں کے خلاف

Marfat.com

جنگ کا منصوبہ بنا چکے تھے۔ اسی لئے اہلِ مکہ اپنے رویے سے جنگ کے حالات پیدا کرنے پر تلے ہوئے تھے لیکن ایک ذہین سیاستدان اور صاحب فراست سپہ سالار کی حیثیت سے آپ ﷺ نے دونوں میں سے ایک فریق سے صلح کرنے کی پالیسی اپنائی اور حدیبیہ میں اہلِ مکہ کے ساتھ صلح کرنے کا بہترین موقع خود بخود ہاتھ آ گیا جسے آپ ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ نے کمزور شرائط پر بھی صلح کو ترجیح دی تاکہ اس طرف سے مطمئن ہو کر خیبر والوں سے نپٹ لیا جائے اور آپ اس منصوبے میں مکمل طور پر کامیاب رہے۔

خیبر کی فتح کے بعد مسلمانوں کو بہت سامال غنیمت، روپیہ، مال اور زمینیں ہاتھ آئیں اور مسلمانوں کے دل جنگوں کے مصائب کے بعد خوشیوں کی آماجگاہ بن گئے۔ ان تمام جنگوں کا ایک اور فائدہ یہ بھی ہوا کہ کفار کے وہ تمام سرخیل جو اسلام اور حضور ﷺ دشمنی میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے یا تو مسلمان ہو گئے یا مارے گئے اور جب دوسری نسل کو اپنی عقل سے سوچنے کا موقع ملا تو وہ تیزی سے مسلمان ہونے لگی۔ حضرت عمرو بن العاصؓ سے کسی نے سوال کیا کہ اتنے عقلمند ہونے کے باوجود آپ نے اسلام قبول کرنے میں اتنی تاخیر کیوں کی؟ تو آپ نے جواب دیا کہ ''ہمارے بڑوں کو ہم پر تقدم حاصل تھا۔ ہم سب کی رسیاں ان کے ہاتھوں میں تھیں۔ جب وہ لوگ ختم ہو گئے۔ اختیار ہمارے ہاتھوں میں آیا۔ اور غور و فکر کا موقع ملا تو ہم نے اسلام قبول کر لیا۔ (اصح السیر ۲۷۸ھ)

ایک روز حضرت صدیق اکبرؓ اپنی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہاں تشریف لائے۔ اور دیکھا کہ وہ سلاح جنگ نکال رہی ہیں۔ آپ نے کہا ''کیا رسول خدا ﷺ نے حکم دیا ہے؟'' فرمایا ''ہاں'' آپ نے پوچھا ''کہاں کا ارداہ ہے؟'' حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جواب دیا۔ ''واللہ یہ معلوم نہیں۔'' اب چپکے چپکے ہر طرف تیاری شروع ہو گئی۔ لیکن رازداری کا یہ عالم ہے کہ سوائے حضور نبی اکرم ﷺ کے کوئی نہیں جانتا کہ

Marfat.com

اس فوجی تیاری کا مقصد کیا ہے۔ کس سے جنگ مقصود ہے۔ کون سا قبیلہ اور کون سی قوم نشانہ بننے والی ہے۔ ہاں حاطب ابن ابی بلتعہؓ کے دل میں شک گزرا کہ حضورﷺ مکہ پر حملے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ مکہ میں ان کے بیوی بچے محبوس تھے انہوں نے اہلِ مکہ ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے ایک عورت کو منصوبے کی آگاہی کے متعلق ایک خط دے کر راز داری سے مکہ روانہ کر دیا لیکن یہ کس طرح ممکن تھا کہ جس راز کی حفاظت خود رسول خداﷺ فرما رہے ہوں اسے کوئی اور افشا کر دے۔ چنانچہ الہامی ذرائع سے خبر ہونے کے بعد آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کو اس قاصد کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا۔ دونوں اصحابؓ نے اس عورت کو گرفتار کر کے اس کے بالوں کی چوٹی سے خط برآمد کر لیا۔ ایک صحابی حضرت حذیفہؓ بن یمان فرماتے ہیں کہ سب لوگ تیار تھے لیکن کسی کو پتہ نہیں تھا کہ کہاں کا ارادہ ہے۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ کے جنوب میں ہے لیکن آپ جنوب کی طرف جانے کی بجائے شمال کا رخ کرتے ہیں۔ ہمیں گمان ہوا کہ حضورﷺ شاید باز نطائن سے جنگ کرنے جا رہے ہیں۔ راستے میں مختلف قبائل سے فوجیں ساتھ ملاتے، کبھی جنوب مشرق کو جاتے اور کبھی شمال مشرق کی طرف، کسی کو کچھ پتہ نہیں تھا کہ حضورﷺ کس طرف جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ مکہ کی پہاڑیوں کے درمیان پہنچ گئے۔ تب ہمیں اندازہ ہوا۔

حضورﷺ کے ساتھ اس وقت دس ہزار صحابہ کرام تھے اور یہ سفر دس رمضان المبارک کو اس انداز سے شروع ہوا کہ فوج کا ایک حصہ حضرت زبیر بن العوامؓ کی سرکردگی میں کدیٰ کی طرف سے روانہ کیا گیا۔ آپ میسرہ پر مقرر تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ میمنہ کے امیر تھے۔ حضرت ابو عبیدہؓ غیر مسلح لوگوں کے امیر تھے۔ حضور نبی اکرمﷺ خود ایک بہت بڑے جیش کے ہمراہ تھے۔ اس طرح مختلف دستوں کو مختلف راستوں سے بھیجا گیا۔ اس موقع پر کفار پر نفسیاتی دباؤ ڈالنے کے لئے آپ

Marfat.com

نے ایک زبردست جنگی چال چلی کہ عام طور پر رات کو پڑاؤ کے وقت پانچ لشکریوں کے لئے ایک چولہا روشن کیا جاتا تھا۔ دور سے دیکھنے والوں کو لشکر کی تعداد کا علم ہو جاتا لیکن آپ نے حکم دیا کہ ہر شخص اپنا علیحدہ چولہا روشن کرے۔ وہی ہوا جب قریش کے جاسوسوں نے رات کی تاریکی میں دس ہزار چولہے روشن دیکھے تو ان کی آنکھوں کی پتلیاں پھیل گئیں۔ ابوسفیان بھی جاسوسی کی غرض سے نکلے لیکن مسلمانوں کے نرغے میں آ گئے۔ اب کفار کے پاس نہ ابوسفیان تھے، نہ خالد بن ولید، نہ عمرو بن العاص اور نہ ابوجہل جو اس مشکل وقت میں اُن کی دستگیری کرتے، انہیں مشورہ دیتے یا اپنے حلیف قبائل کو مدد کے لئے پکارتے۔ انہوں نے دس برس تک اس شمع رسالت ﷺ کو گل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن آج ان کا اپنا چراغ ٹمٹما رہا تھا۔ آج وہ خود عبرت کی تصویر بنے ہوئے تھے حضور ﷺ نے حکم دے دیا کہ جو مزاحمت کرے اس کا صفایا کر دو۔ عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن اُمیہ اور سہیل بن عمرو خندمہ نے قریش کے بعض شر پسندوں کو جمع کر کے حملے کی جسارت کی اور کرز بن جابر الفہری ؓ اور خنیس بن خالد بن ربیعہ ؓ کو شہید کر دیا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے اپنے دستے کے دو صحابہ ؓ کے قتل پر پلٹ کر حملہ کیا اور بارہ مشرکین کو تہ تیغ کر دیا، باقی بھاگ گئے حضور ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کے اُس مقدس لشکر کو ایک تنگ سے راستے سے گزارا جس کے ایک کونے پر حضرت عباس ؓ اور ابوسفیان ؓ کھڑے تھے جب بھی کوئی قبیلہ اپنا پرچم لئے گھاٹی سے گزرتا تو ابوسفیان پوچھتے کہ یہ کون ہیں۔ انہیں بتایا جاتا کہ یہ بنی سلیم ہیں، یہ بنو مزینہ ہیں، یہ بنو اسلم ہیں، اس کے بعد جب قبیلہ خضراء میں مہاجرین وانصار کے ہمراہ خود حضور ﷺ تشریف لائے جو سب زرہ بکتر اور تیر وتبر سے آراستہ تھے۔ تو انہیں دیکھ کر ابوسفیان ؓ پکار اٹھے کہ سبحان اللہ! ان لوگوں سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کی کس میں طاقت ہے۔ لیکن دوسری طرف خدا نے جو حکم موسیٰ ؑ کی قوم کو دیا تھا۔ اُدْخُلُوا هٰذَا الْقَرْيَةَ فَكُلُوا

Marfat.com

مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ. (اس شہر میں داخل ہو جاؤ۔ جو چاہو کھاؤ لیکن دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے اور خدا کے حضور معافی مانگتے ہوئے داخل ہونا) آج اس کی تعمیل ہو رہی تھی۔ وہ کسی جبار فاتح کی طرح اکڑتے، سینہ تانے اور نشہ خود پرستی میں سرشار ہو کر نہیں بلکہ بارگاہ خداوندی میں سر جھکائے اور بار بار اونٹنی کے کجاوے میں ہی سجدہ شکر ادا کرتے ہوئے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

تاریخ عالم نے ۵۰۰ ق م سے لے کر آج تک آٹھ فاتحین کے نام دیئے ہیں۔ جنہوں نے اپنے دور حکومت میں لاکھوں مربع میل کا علاقہ فتح کیا اور کروڑوں انسانوں کا خون بہایا۔ ایک دنیا کے تہذیب و تمدن کو زیر و زبر کیا۔ کھوپڑیوں کے مینار تعمیر کئے۔ ان میں ایران کے شہنشاہ سائرس اعظم (۵۲۹ ق م سے ۶۰۰ ق م) نے بیس برس کے عرصے میں بیس لاکھ نوے ہزار مربع میل کا علاقہ فتح کیا۔ ہن قوم کے سردار ایٹلا کا شمار بھی فاتحین عالم میں ہوتا ہے۔ جس نے ۴۰۶ء سے ۴۵۳ء تک چودہ لاکھ پچاس ہزار مربع میل کا علاقہ زیر نگیں کیا۔ سکندر اعظم ۳۵۶ ق م کو یونان سے اٹھا اور ۳۲۳ ق م تک اس نے اکیس لاکھ اسی ہزار مربع میل علاقے کو اپنے قدموں تلے روند ڈالا۔ محمود غزنوی نے ۹۷۱ء سے ۱۰۳۰ء تک اسلام کی شمشیر آبدار سے چھ لاکھ اسی ہزار مربع میل علاقے کو ہندوؤں کی عمل داری سے آزاد کرایا۔ ۱۲۰۶ء سے ۱۲۲۷ء تک چنگیز خاں نے اکیس برس کے عرصے میں اڑتالیس لاکھ ساٹھ ہزار مربع میل کے علاقے پر پھیلے ہوئے مسلمانوں کو خون کے سیلاب میں بہا دیا۔ تیمور لنگ کا شمار بھی انہی فاتحین میں ہوتا ہے جس نے ستر برس (۱۳۳۶ء سے ۱۴۰۵ء) کی مدت میں اکیس لاکھ پینتالیس ہزار مربع میل کا رقبہ فتح کیا۔ نپولین نے ۱۷۹۶ء سے ۱۸۱۰ء تک اپنے دور عروج میں سات لاکھ بیس ہزار مربع میل پر حکومت کی۔ جرمنی کے چانسلر ہٹلر

Marfat.com

نے ۱۹۳۳ء سے ۱۹۴۲ء تک ناروے شمالی افریقہ، انگلستان اور یورپ کے بڑے علاقوں کو اپنی توپوں کے دھوئیں میں روپوش کر دیا لیکن آج سوائے سلطان محمود غزنوی کے تاریخ نے سب کو وحشی اور درندہ قرار دے کر انہیں حرفِ غلط کی طرح مٹا ڈالا۔ آج کسی علاقے میں ان فاتحین کے ہم قوم برسر اقتدار نہیں اور نہ وہ ممالک آج ان کے زیرِ نگیں ہیں۔ ان سب کے مقابلے میں حضور نبی آخرالزماں ﷺ نے غیر متمدن، تعصب اور تفاخر میں ڈوبے ہوئے افراد کو ایک ماہر کندہ تراش کی طرح ایک قوم کے وجود میں ڈھالا۔ پہلے انہیں تیرہ برس تک خلقِ عظیم کی آغوش تربیت میں پروان چڑھایا۔ پھر اخلاق و کردار کے انہی خطوط کے اندر رہ کر انہیں میدان جنگ میں کھڑا کیا کہ نہ تم عورتوں اور بچوں کو بلاوجہ قتل کرو گے، نہ پھل دار درختوں کو تہس نہس کرو گے، نہ بلا مقصد انسان کا خون بہاؤ گے اور نہ فاتحین عالم کی طرح آبادیوں کا نام و نشان مٹاؤ گے۔ یہ محض قانون کا دفتر نہ تھا بلکہ عمل کا چارٹر بھی تھا۔ دس برس تک جس کی پوری طرح پاسداری کی گئی یہاں تک کہ جب آپ ﷺ کا مشن پورا ہوا۔ اس وقت تک آپ دس لاکھ مربع میل کے مالک بن چکے تھے۔ آپ ﷺ کی زیر کمان ایک لاکھ چوبیس ہزار ایسے مقدس افراد موجود تھے جن کے دل آپ ﷺ کی محبت میں دھڑکتے تھے۔ پورے عرصہ جنگ کے دوران آپ ﷺ کے ہاتھوں دشمن کے صرف ڈیڑھ سو افراد قتل ہوئے اور صرف ایک سو بیس مسلمان شہادت کے رُتبے پر فائز ہوئے۔ عام طور پر فاتحین کے مرتے ہی بزور شمشیر فتح کئے ہوئے علاقے ان کے ورثاء کے ہاتھوں سے نکلنا شروع ہو جاتے ہیں، لوگ ان کے طوقِ غلامی سے آزاد ہونے کی کوشش میں مصروف ہو جاتے ہیں لیکن حضور ﷺ کے زیر تربیت افراد نے آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کے مشن کو اس طرح جاری رکھا کہ آپ کی وفات کے ۱۵ برس بعد ہی اسلام کا پرچم افریقہ، ایشیا اور یورپ پر لہرانے لگا اور غیر مسلم جزیئے کی رقم لے کر خود اسلام کی پناہ میں آنے

Marfat.com

کی کوشش کرتے۔

تمام غزوات سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ سکندر کی طرح آپ کا مقصد کائنات کو مفتوح کرنا تھا۔ نہ آپ چنگیز خان کی طرح فاتح عالم بننے کا خواب دیکھتے۔ نہ ہٹلر کے عزائم کی طرح قریش کو صفحہ ہستی سے مٹا کر مکے کو اپنی سلطنت میں شامل کرنا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ تو قرآن کے حکم کے مطابق جنگ اس لئے کرتے تھے۔ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ۔ قتل کرو حتٰی کہ فتنہ باقی نہ رہے۔ یا حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا۔ حتٰی کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے۔ یہاں جنگی حکمت عملیاں اس لئے وضع نہیں کی جاتیں کہ دشمن کی زیادہ سے زیادہ افرادی قوت کو تباہ کیا جائے بلکہ اس لئے اختیار کی جاتی ہیں کہ کم از کم افراد کے عوض بہتر نتائج حاصل کئے جائیں اور حضور نبی آخر الزمان ﷺ نے تمام عمر اسی حکیمانہ بصیرت اور رحیمانہ فراست کو ملحوظ رکھا۔

☆☆☆

Marfat.com

Marfat.com

مصنف کی دیگر تصانیف

- خوشبو کے قافلے (انشائیے)
- شامِ وطن سے صبحِ حرم تک (سفرنامہ الحرمین الشریفین)
- امام الانبیاء ﷺ (سیرت مبارکہ)
- علامہ اقبال کا روحانی مقام (مضامین)
- قرآن پاک کا ادبی آہنگ (زیرِ طبع)
- وجدان (سیاسی کالم) (زیرِ طبع)
- شانِ نزول (زیرِ طبع)

Marfat.com